إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ٥

بیشک اس کتاب مین ان لوگون کیلئے نشانیان ہین جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں

تصدیق الاسلام

المعروف بہ

عین الیقین

جسمین

مکاشفات یوحنا اور دیگر صحائف سماویہ سابقہ کی دقیق اور پر اسرار پیشین گوئیون کی مکمل شرح کرتے ہوئے واقعات اور روایات اسلام کی بنا پر قطعی طور سے ثابت کیا گیا ہے کہ سوائے پیغمبر اسلام اور آپکی ذریت طاہرہ اور ان حضرات کے مخالفون کے وہ تمام مختلف نشانات دنیا بھر مین کسی فرد بشر پر صادق نہین آسکتے جسکے بعد دین اسلام کے منجانب اللہ ہونے مین کسی شک و ریب کی گنجائش نہین رہتی - نیز اسلام کے مختلف فرقون مین حقیقی ہادیانِ اسلام کی تشخیص مین جو نزاعات عظیمہ تیرہ سو برس سے چلے آتے ہین ان سب کی بابت فیصلہ آسمانی اس فصاحت اور ہدایت کیساتھ روشن و مبرہن کیا گیا ہے جس سے حق کے طالبون کو روحانی تسلی اور یقین کامل ہو کر حق کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

تصنیف لطیف

حامئِ اسلام - ناصر شریعۃ جدہ خیر الانام - کاشف آیاتِ لم یزلی جناب مولانا الحکیم الحاج **السید حمزہ علی** صاحب قبلہ رئیس امروہہ مصنف حق کی کسوٹی و تصحیح العقائد وغیرہ

۱۳۳۸ھ | جناب سید احمد حسین صاحب منیجر ریاضی پریس امروہہ کی اہتمام سے چھپی اور مصنف نے شائع کی | ۱۹۲۰ء

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناظرین بالتمکین کی خدمت میں رسالۂ ہذا کی ترتیب کے واقعات گزارش کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ چونکہ مکاشفات کا اصل منشاء معلوم ہونے کا مدار اسی پر ہے کہ ۶۶۶ کے عدد سے (جو باب ۱۳ مکاشفات میں درندہ جانور کے نام کے عدد تحریر ہیں اور وہ انسان کے عدد ہیں) ایک شخص کا نام پیدا ہوتا ہو جس پر تمام اہل الہامی علامات صادق آتی ہوں۔ چنانچہ وہ نام بتائید خداوندی ذہن میں آگیا جس کی نسبت کتاب انگریزی شرح مکاشفات یوحنا مطبوعہ ۱۸۹۲ء بمقام نیویارک (New York.) باہتمام جے۔ بی۔ ینگ کمپنی (J.B. Young Company) میں درج ہے کہ درندہ جانور مندرجہ باب ۱۳ مکاشفات کے عدد (۶۶۶) سے ہم اُس کا نام نکالنے سے عاجز ہیں اور عدد مذکور کے ذریعہ سے نام نکالنے کی جو محنت اور کوشش کی گئی اُس میں کامیابی نہیں ہوئی اور مصنفین جو عدد مذکور سے نام نکالنے میں عاجز رہے وہ اس عاجز رہنے میں معذور بھی ہیں کیونکہ جن واقعات کی بابت وہ پیشین گوئی کی گئی ہے وہ اسلام کے واقعات ہیں البتہ کتاب انگریزی مذکور میں یہ مضمون لکھا ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو خدا کے مقابلہ کیلئے کھڑا ہو۔ اور یہ رائے اُن کی صحیح ہے جیسا کہ خود مکاشفات سے ظاہر ہے کہ شخص ابلیس کا قائم مقام ہے۔ جب بتائید ایزدی اُس کا نام نکل آیا اور اُس پر سب علامتیں صادق آگئیں یہ واقعہ ۱۹۰۶ء کا ہے۔ مگر رسالہ کی ترتیب نہ ہونے پائی کہ اس عاجز کو حج بیت اللہ کے لیے سفر درپیش ہوا۔ چنانچہ فدوی ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو روانہ بیت اللہ ہوا اور چونکہ یہ سفر خطرناک خیال کیا جاتا ہے اس لیے میں نے اِس خیال سے کہ اگر اس سفر میں موت آگئی تو یہ مضمون جو خدا نے مجھکو دیا ہے وہ میری موت کی وجہ سے ضائع نہ ہو جائے

میں نے اُس کے دنیا میں باقی رہنے کی غرض سے اخوی معظم جناب السیّد زیرک حسین صاحب کو وہ مضمون لکھا دیا جس کو اُنھوں نے بصورت ثمرۃ المکاشفہ طبع کرادیا چنانچہ اُن کی تحریر اسکے متعلق ذیل میں بجنسہ درج ہے:-

"رسالہ ثمرۃ المکاشفہ میں جو مضامین متعلق تعبیر مُکاشفات یوحنّا بندہ نے درج کیے ہیں اُن میں سے اکثر جناب مولوی حمزہ علی صاحب کی فکرِ سلیم کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے کوئی صاحب اِس کتاب کے مضامین کو پڑھکر ثمرۃ المکاشفہ سے سرقہ کا خیال دگمان نہ فرمائیں"

السیّد زیرک حسین رضیؔ مؤلف ثمرۃ المکاشفہ امروہوی

حج سے آکر رسالہ کو ترتیب دیا مگر واقعات دنیادی اِس کے طبع ہونے میں ہارج رہے اور چونکہ اِس رسالہ میں حق و باطل کی اٹل الہامی علامات درج ہیں جن سے حق کا علانیہ مُشاہدہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی تحریر اور شائع کرنے سے اس حقیر کو یہ امید ہے کہ صاحبانِ مذہب ہنود و عیسائی و آریہ (جو سوائے وید مقدس کے سب الہاموں کے منکر ہیں اور برہمو (جو الہام ربّانی کے قطعی مُنکر ہیں) اور مُنکرِ وجودِ باری بھی دہریہ اور فرقہائے اسلام میں سے جو صاحبانِ انصاف ہونگے وہ اگر غور کرینگے اور انصاف سے بھی کام لینگے تو ضرور فائدہ حاصل کرینگے اِس لیے کہ یہ پیشین گوئی جب پورے طور پر جناب رسالتمآب اور اُن کے تابعین (ممدوح اور مذموم) پر صادق آجائینگی تو عیسائی صاحبان پر اس طرح حجت ہوگی کہ یہ حالات جب تمہاری کتاب میں موجود ہیں تو تمکو اُسکے تسلیم کرنے میں کسی انکار کی گنجائش عقلاً باقی نہیں ہے اور یقیناً اُنمیں کے صاحبانِ انصاف تسلیم کرکے حق قبول کرینگے اور حضراتِ اہلِ ہنود و آریہ پر اس طرح موثر ہوسکتی ہے کہ جب اسلام کی تصدیق اور اُسکے حق ہونے کی شہادت مسلمانوں کے مخالف (عیسائی) کی کتابِ الہامی سے ظاہر ہے تو پھر اُنکو یہ خیال کرنا چاہیے کہ جب مسلمانوں کے مخالف فرقہ کی کتاب سے پوری تصدیق اسلام کے حق ہونے کی ملتی ہے بغیر

اس بات کے کہ مسلمانوں کا تصرّف اُس میں ہو سکا ہو تو اگر انصاف کرینگے تو وہ بھی ضرور فائدہ حاصل کریں گے اور حق قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور آریہ جب دیکھیں گے کہ وید مقدس کے بعد کا الہام پورا ہوا تو وہ بھی یقین کرلیں گے کہ وید مقدس کے بعد بھی الہام ہوا جو پورا ہوا۔ اور برہمو کے اوپر اس طرح مؤثر ہوگی کہ جب ایسا الہام جس کے کچھ قرینے ظاہری اُس وقت موجود نہ تھے جب الہام بیان ہوا ہے اور پھر وہ الہام حرف بحرف پورا ہوا تو پھر اُن کو الہام ربانی سے انکار کی کوئی وجہ باقی نہ رہے گی اور اگر ہٹ دھرمی نہ کی تو الہام ربانی پر ضرور ایمان لاویں گے اور جس نبی کی بابت پیشین گوئی لکھی ہے اُس پر ایمان لاکر ذریعہ نجات اُخروی حاصل کریں گے اور منکرین وجود باری پر اس طرح موثر ہوگی کہ اگر بقول اُن کے کوئی خالق نہیں ہے تو یہ پیشین گوئی جو من وعن پوری ہوئی کس نے بتلائی؟ اس پیشین گوئی سے جو حرف بحرف پوری ہوئی ثابت ہے کہ کوئی خالق و عالم امورِ آئندہ کا موجود ہے جس نے یہ خبر آیندہ کی اُس وقت بیان کی جس وقت کوئی قرینہ ان واقعات کے قیاس میں بھی آنے کا موجود نہ تھا اور پھر وہ پیشینگوئی پوری پوری واقع ہوئی۔ اور اہلِ اسلام کے فرقوں پر یہ پیشین گوئی اس طرح موثر ہو سکتی ہے کہ جب حق و ناحق باہم اہلِ اسلام میں اس پیشین گوئی سے ثابت ہو جائیگا تو کسی فریق کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے گی کہ ہماری کتاب میں یہ مضمون ہمارے کسی مخالف نے اپنے اعتقاد کے موافق درج کردیا ہے۔ اِس لیے کہ جو پیشین گوئی یہ احقر پیش کرنے کو ہے وہ کسی فرقۂ اہلِ اسلام کی کتاب سے نہیں لکھتا بلکہ اُس کتاب سے لکھتا ہے جس کو فرقہاے اسلام کی باہمی تنازعات سے کچھ تعلق نہیں بلکہ وہ مسلمانوں (اُمتِ محمدی) کے وجود سے پہلے کی کتاب ہے جو اسلام سے چھ سو برس پہلے کی کتاب ہے اور جس میں ساتویں صدی کے وہ واقعات درج ہیں جو اہلِ اسلام کے گروہ ممدوح اور گروہِ مذموم پر پورے صادق

آتے ہیں اور ساتویں صدی میں ایسے اشخاص سوائے اُمتِ محمدی کے بالیقین نظر نہیں آتے جن پر وہ علامتیں جو پیشین گوئی میں درج ہیں صادق آسکتی ہوں +

مجھے ناظرینِ باتمکین سے امید ہے کہ وہ میری اس عرق ریز محنت کو ہرگز ہرگز رائگاں نہ جانے دینگے اور اس کتاب کو از اول تا آخر بغور پڑھکر راہ حق سے خود بھی مستفید ہوں گے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ فرمائینگے تاکہ منجانب اللہ اجرِ عظیم کے مستحق ہوں اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی گزارش ہے کہ جو صاحب اس سے استفادہ حاصل کریں وہ اس ناچیز مصنّف کو بھی دعاے خیر سے فراموش نہ فرمائیں +

راقم عاجز سید حمزہ علی ولد حاجی و زائر و حکیم سید میر علی

ابن سید قائم علی ساکن امروہہ ضلع مرادآباد محلہ لکڑہ

غفر اللہ لہٗ ولہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ

بعد حمد ونعت کے احقر العباد سید حمزہ علی ولد حاجی وزائر حکیم سید میر علی ولد سید قائم علی ولد سید فیض احمد حافظ قرآن مذہب شیعہ ساکن قصبۂ امروہہ محلہ لکڑہ ضلع مُراد آباد خدمت صاحبان غور وانصاف میں عرض پرداز ہے کہ اکثر اہل اسلام نے جناب سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی بابت پیشین گوئیاں نکال کر شائع کی ہیں وہ اکثر عہد نامۂ قدیم (توراۃ وغیرہ) یا عہد نامۂ جدید (انجیل وکتب متعلقہ اُسکی) ونیز وید مقدس سے نکالی ہیں چنانچہ ایک اخبار موسومہ مسلمان کلکتہ میں ایک مضمون بشارتِ محمدی کا نظر سے گزرا جو برنباس کی انجیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ انجیل برنباس ایک ایسی انجیل ہے جو مجموعہ اناجیل سے الگ کردی گئی ہے مگر اُس کا حوالہ اکثر دیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ سیل صاحب کے ترجمہ قرآن مجید میں بھی اِس کا تذکرہ ہے کہ اُسمیں نبی عربی صلعم کی بشارت مع نام موجود ہے۔ مگر عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے یا کسی مسلمان نے یہ انجیل خود بنائی ہے یا خاص یہ بشارت محمدی اسمین درج کردی ہے۔ لہٰذا اِس ناچیز کا یہ ارادہ ہوا کہ ایسی پیشین گوئی آپکے روبرو پیش کروں جسکی

بابت اُن کو (عیسائی حضرات کو) اِس کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ مسلمانوں نے ہماری کتاب میں یہ فقرات بڑھا دیے ہیں کیونکہ جس جگہ سے یہ احقر پیشین گوئی پیش کرنا چاہتا ہے وہ اُن کی مسلمہ کتاب میں موجود ہے اور اُس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا۔ اور واقعی ایسے بلند اور عمیق مضامین کے لیے جو حق و باطل میں فیصلہ کریں کتب الہامی بڑا ذریعہ ہوتی ہیں جس کا اقرار مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی کیا ہے چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ خدا نے پیش از ظہور بلکہ ہزارہا برس پہلے رسول اللہؐ کا ذکر اس طور سے کیا ہے کہ وہ دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہیں اِس واسطے میں بھی بغرض تصفیۂ حق و باطل مُسلّمہ کتبِ الہامی کو کام میں لایا ہوں تاکہ مرزائی جماعت کو بھی اسکے قبول کرنے میں عذر نہ ہو۔ کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب مذکور کو جو اُن کے نزدیک نبی و مہدی ہیں اقرار ہے کہ ایسے معاملہ میں کتب الہامی ذریعہ ہوسکتی ہیں۔ دیکھو تفسیری نوٹ حکیم نور الدین خلیفۂ اوّل مرزا صاحب مذکور مندرجہ صفحہ ۲۲۳ تفسیر پارہ ۲۷ چار سطر آخر جہاں مرزا صاحب کی عبارت نقل کی ہے۔ مگر مرزا صاحب سے یہ تعجب ہے کہ جب رسول اللہؐ کو دیوار نبوت کی آخری اینٹ بتلاتے ہیں پھر خود کیونکر نبی ہوسکتے ہیں کیونکہ دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ نصب ہوچکی تو پھر یہ اینٹ (یعنی مرزا صاحب) کہاں نصب ہوگی؟ دیوارِ نبوت سے تو ضرور خارج ہی رہیگی +

حضرات! اب میں وہ مضمون شروع کرتا ہوں اور ناظرین سے اُمید اور التجا کرتا ہوں کہ ذرا غور سے پڑھیں اور انصاف کو کام میں لائیں اور کسی قدر دیکھکر اور اپنے مخالف خیال کہکے غصہ کو کام نہ فرمائیں بلکہ ٹھنڈے دل سے سب کتاب کو دیکھکر اپنے قلب میں فیصلہ کریں جس پیشین گوئی کو یہ احقر پیش کرتا ہے وہ مکاشفات یوحنّا ہے جو کہ مجموعہ اناجیل کے آخر میں درج ہے +

پہلے مجھکو چاہیے کہ مکاشفات یوحنّا کی حقیقت بیان کروں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ حضرت یوحنّا کون بزرگ تھے اور اُنہوں نے اس میں کیا بیان کیا ہے؟

حضرت یوحنا جناب عیسےٰ علیہ السّلام کے سچے صحابی تھے جو بعد حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے کے دنیا میں ایک عرصہ تک رہے جنکی طرف ایک انجیل بھی منجملہ چار انجیلوں مسلمہ عیسائیاں کے منسوب ہے *

سنیے ۔ اس مکاشفات میں ایک دیباچہ بھی تحریر کیا ہے جسمیں منشاء اس مکاشفات کا درج کیا ہے چنانچہ باب اوّل مکاشفات میں درج ہے :-

آیت ۱ ۔ "یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اُسے دیا تاکہ اپنے بندونکو وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضروری ہے دکھاوے اور اُس نے اپنے فرشتہ کو بھیجکر اُسکی معرفت اپنے بندے یوحنّا پر ظاہر کیا"

نوٹ مؤلف ۔ **قابل غور عیسائی صاحبان** ۔ یہیں سے ثابت ہو گیا کہ خدا اور حضرت عیسےٰؑ ایک چیز نہیں ہیں کیونکہ خبر دینے والا اور جس کو خبر دی جاتی ہے الگ الگ چیزیں ہوتی ہیں نہ ایک ذات جیساکہ عیسائی صاحبان خیال کرتے ہیں اور اُن کو خدا وند تعالےٰ نے آئندہ امور کی خبر دی ہے جیساکہ تمام انبیاء کو آئندہ امور کی اطلاع دیا کرتا ہے ایسا ہی حضرت عیسےٰؑ کو اُن واقعات کی اطلاع دی جو اس مکاشفہ میں درج ہیں اور جو بعد حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر جانے کے جلد ظہور میں آنے والی ہیں ۔ تاکہ بندوں کو وہ باتیں بتلادیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے ۔ (یعنی ابھی واقع نہیں ہوئی) اور حضرت مسیحؑ نے فرشتہ کی معرفت اُن واقعات (آئندہ) کی خبر اپنے حواری یوحنّا کو کی ۔ اور اسی دیباچہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ مبارک (یعنی بندگان مقبولِ خدا) وہ ہیں جو اس نبوت (پیشین گوئی) کی باتیں پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں اور جو کچھ اُس میں لکھا ہے ۔ اُسے حفظ کرتے ہیں (یاد رکھتے ہیں) کیونکہ وقت (ان پیشین گوئیوں کے ظہور کا) نزدیک ہے ۔ جس سے ظاہر ہے کہ جن واقعات کی بابت یہ پیشین گوئیاں بیان ہوئی ہیں ابھی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے زمانہ تک وقوع میں نہیں آئیں بلکہ بعد اُن جناب کے آسمان پر تشریف لیجانے کی عنقریب

ظہور میں آنے والی ہیں +

"بعد حضرت عیسےٰؑ" کا لفظ اس حقیر نے اس لیے لکھا ہے کہ خود اس باب میں بیان ہو چکا ہے کہ جو خبر خدا نے حضرت عیسےٰؑ کو دی وہ حضرت عیسےٰؑ نے یوحنّا کو پہنچائی مگر بذریعہ فرشتے کے پہنچائی نہ کہ خود حضرت عیسےٰؑ نے یوحنّا سے کہا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد یہ امور واقع ہونگے اور الفاظ (کیونکہ وقت نزدیک ہی) سے بھی یہی ثابت ہے کہ بعد حضرت عیسےٰؑ وقوع ہوگا +

غرضکہ اس مکاشفات یوحنّا میں اُن واقعات کی پیشین گوئی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد ظہور میں آنے والے ہیں اُنہی واقعات میں ہم مسلمانوں کے ہادی وسردار خاتم النبیین ورحمت للعالمین کی بھی پیشین گوئی ہے مع اُن متعلقات کے جن سے اس نبوت کو تعلق ہے۔ پس جبکہ وہ سب واقعات مطابق پیشین گوئی ہوجائیں کے تو بالکل ثابت ہوجائیگا کہ یہ پیشین گوئی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہے اور سوائے جناب رسول اللہ صلعم کے کسی دوسرے شخص پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ وہ واقعات دوسرے سے متعلق نہیں ہوسکتے۔ اور آنحضرتؐ پر اور حضرت کی اُمت پر پوری صادق آگئی تو ہرگز شبہ نہیں رہتا کہ وہ آنحضرتؐ کی نسبت پیشین گوئی ہے +

اب ناظرین کو واضح ہو کہ حضرت عیسےٰؑ کے بعد چھ صدیاں گزر کر ساتویں صدی میں جناب محمدؐ رسول اللہ صلعم کا ظہور ہوا ہے یعنی مبعوث بہ رسالت ہوئے ہیں چنانچہ محققین نے تاریخ وفات رسول اللہ ۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری مطابق یکم جون سنہ ۶۳۲ عیسوی قرار دی ہے جس سے ظاہر ہے کہ بعثت جناب رسالتمآب سنہ ۶۰۹ عیسوی یا سنہ ۶۱۰ میں ہوئی کیونکہ حضرتؐ مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد ۲۳ برس اِس دنیا میں تشریف فرما رہے پس سنہ ۶۰۹ء میں ۲۳ سال ملانے سے سنہ ۶۳۲ء ہوتے ہیں جو تاریخ وفات محقق ہو چکی ہے اور ۲۳ سال اِس طرح صرف ہوئے کہ ۱۳ برس حضرتؐ مکہ میں رہے اور دس برس بعد ہجرت

مدینہ منورہ میں رہے پس جبکہ حضرت ۶۰۹ء میں مبعوث بہ رسالت ہوئے تو معلوم ہوا کہ بعثت خاتم النبیین صلعم ساتویں صدی کی ابتدا میں ہوئی یعنی ساتویں صدی شروع ہو کر ۹ سال گزرے تھے کہ حضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے۔

مکاشفات یوحنا میں بعد تمہید حقیقت پیشین گوئی اُن واقعات کا تذکرہ ہے جو چھ صدیوں میں گزرے کیونکہ اُن واقعات کی پیشین گوئی میں یہ تذکرہ ہے کہ سات فرشتے نرسنگا پھونکنے کو کھڑے تھے اور ہر فرشتے کے پھونکنے کے وقت سے دوسرے کے پھونکنے تک کچھ واقعات تحریر ہیں کہ یہ یہ واقعات ہوئے یعنی ہونگے اور ہر فرشتہ کے پھونکنے کو ایک زمانہ (صدی) قرار دیا گیا ہے اور ثبوت اس امر کا کہ ہر فرشتہ کے پھونکنے کو ایک زمانہ قرار دیا ہے یہ ہے کہ مکاشفات باب ۱۰ آیت ۵ لغایۃ ۷ کو دیکھ جاؤ جس سے یہ امر ثابت ہو جائیگا کہ ہر فرشتہ کے پھونکنے کو ایک زمانہ قرار دیا ہے چنانچہ وہ آیت ۵ لغایت ۷ باب ۱۰ مکاشفات یوحنا یہ ہے:۔

"اُس فرشتہ نے جسے میں نے سمندر اور خشکی پر کھڑا دیکھا اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھایا اور اُس کی جو ابد تک زندہ ہے جس نے آسمان کو اور جو کچھ اُس میں ہے، اور زمین کو اور جو کچھ اُس میں ہے، اور سمندر کو اور جو کچھ اُس میں ہے پیدا کیا ہے قسم کھائی کہ پھر اور مدت نہ ہوگی بلکہ ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں جب وہ پھونکنے پر ہو خدا کا وہ پوشیدہ مطلب جس کی اُس نے اپنے خدمت گزار نبیوں کو خوشخبری دی تھی پورا ہوگا۔"

(یہ اوصاف خداوند تعالےٰ کے اسلام کے مطابق ہیں۔ عیسائی اس میں حضرت عیسےٰ کو اور ہنود اپنے پیشوا اور دیوتا ؤں کو شریک کرتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ آخری (ساتواں) فرشتہ پھونکنے پر ہے اُس (ساتویں) فرشتہ کی آواز کے دنوں میں تمام دین مکمل ہو جائیگا اور پھر اور نبوت نہ ہوگی یعنی ضرورت

نہ رہے گی چنانچہ آیت ۷ میں تحریر ہے "بلکہ ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں" (اِن الفاظ سے خوب واضح ہے کہ فرشتہ کی آواز سے ایک زمانہ مراد ہوتا ہے)

"جب وہ فرشتہ پھونکنے پر ہو" (یعنی صدی شروع ہو) خدا کا وہ پوشیدہ مطلب (مشیت) جسکی اُس نے اپنے خدمت گزار نبیوں کو خوشخبری دی تھی پورا ہو گا"

اِن آیات سے چند امور ظاہر ہیں

اول یہ کہ چھ فرشتوں کی آوازوں سے چھ صدیاں مُراد ہیں اور ساتویں فرشتہ کی آواز سے ساتویں صدی مُراد ہے جس میں ایک ایسا امر ظاہر ہو گا جس کی خوشخبری خدا تعالےٰ تمام انبیا کو دیتا رہا ہے۔ پس غور طلب یہ امر ہے کہ حضرت عیسےٰ کے بعد ساتویں صدی میں ایسا عظیم الشان امر کیا ظہور میں آیا جس کی خوشخبری تمام انبیا کو دی گئی تھی۔ اور یہ بھی قابلِ غور ہے کہ جس امر کی نسبت تمام انبیا کو خوشخبری سُنائی گئی وہ امر ضرور روحانی و دینی ہو گا نہ کہ دنیاوی ورنہ انبیاء کو جو روحانی تعلیم کے لیے مبعوث ہوتے ہیں دنیاوی امور کی خبر دینا قرینِ قیاس نہیں ہو سکتا البتہ بعض انبیاء کو بعض بادشاہوں کی بابت خبریں دی گئی ہیں کہ وہ بادشاہ اچھے ہوں گے یا بُرے۔ مگر یہ امر تو کوئی ایسا امر ہے کہ جس سے انبیا خوش ہوں اور وہ سوائے دینی اور روحانی تکمیل کے کچھ نہیں ہو سکتا اور پھر وہ امر ایسا عظیم الشان امر ہے کہ تمام انبیا کو اُس کی خوش خبری دی گئی ہے۔

ناظرین کو خوب معلوم ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں ایسا عظیم الشان امر سوائے نبوتِ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین کے کوئی ظہور میں نہیں آیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرتؐ کے آنے کی اور خاتم النبیین ہونے کی اطلاع تمام انبیاء کو دی جاتی رہی ہے اور اس امر سے ایک آیتِ قرآنی کے مضمون کی تصدیق ہو گئی جو سیپارہ ۳ رکوع ۱۰ میں ہے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ترجمہ اور جس وقت خدا نے سب پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دے چکوں اُسکے بعد ایک آخری نبی آئیگا جو تمہاری نبوت اور کتابوں کی تصدیق کرتا ہوگا لہذا تم کو چاہیے کہ تم اپنی اپنی اُمتوں کو ہدایت کردو کہ اُس نبی آخری کی ضرور بالضرور پیروی کریں اور ایمان لائیں اور اُسکی مدد کریں۔

اِس آیت کا مضمون اور مکاشفات کا مضمون کہ تمام انبیاء کو حضرت کے آنے کی خبر دی گئی تھی بالکل ایک دوسرے سے مطابق ہے۔

اِس سے یہ تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ نبی آخر الزمان کے آنے کی خبر تمام انبیاء کو دی گئی تھی مگر آیۂ متذکرۂ بالا کی تفسیر شیعۂ اثنا عشری اس طرح کرتے ہیں کہ آنحضرت کی نبوت کے عہد کے ساتھ ولایت و امامت ائمۂ اثنا عشر کا عہد بھی تمام انبیاء سے اِس طرح لیا گیا تھا کہ اپنی اپنی امتوں کو اُن کی پیروی کی ہدایت کردیں۔ شیعوں کی اِس تفسیر کی تصدیق اِس امر سے ہوتی ہے کہ نبوت آخری کا اقرار تو لیا گیا تھا اور اب پیشین گوئی کے ذریعہ سے اُس نبوت آخری کی شکل اِس طرح دکھائی گئی ہے کہ وہ ایک سورج اور بارہ ستارے اور ایک چاند کا مجموعہ ہے {دیکھو مکاشفات یوحنا باب ۱۲ آیت ۱} جس سے ثابت ہوگیا کہ جب آنحضرت (یعنی سورج) کی بابت اقرار لیا گیا تھا تو حضور آنحضرت کے ساتھ اُنکے ساتھیوں (بارہ ستارے سورج کے ساتھی) یعنی ائمۂ اثنا عشر کا بھی عہد لیا گیا تھا۔

پس ثابت ہوگیا کہ وہ خوشخبری جو تمام انبیاء کو دی گئی تھی آنحضرت کی نبوت کی بابت دی گئی تھی چنانچہ حضرت کا ظہور ساتویں صدی میں ہوا جبکہ ساتویں صدی شروع ہی ہوئی تھی یعنی صرف نو برس گزرے تھے۔ اور کتب تاریخ {مصنفہ شیعہ و سُنی} میں بالاتفاق

یہ جو درج ہے کہ رسول خدا کے مبعوث ہونے سے پیشتر علمائے یہود و نصاریٰ اور ایک شخص سطیح یہ کہنے لگے تھے کہ بنی اسمٰعیل کا نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے تو یہ بیان اُن کا بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یقیناً وہ اسی پیشین گوئی کی بنا پر کہتے ہونگے جس میں آخری اور بنی اسمٰعیل کے نبی کے ظہور کا وقت ساتویں صدی کا شروع درج ہے۔

نمبر ۲۔ حضرات عیسائی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اوّل سے انبیاء کو بھیجنا شروع کیا اور سب سے کہتا گیا کہ آخر میں میں اپنا بیٹا بھیجونگا۔

حالانکہ معلوم ہوچکا کہ وہ امر جس کی خوشخبری تمام انبیاء کو دی گئی حضرت عیسےٰؑ کے بعد ساتویں صدی میں ظاہر ہوگا۔ پس خوب واضح ہے کہ وہ حضرت عیسےٰؑ تو ہو نہیں سکتے جن کی بابت خوشخبری دی گئی تھی بلکہ وہ کوئی اور ذاتِ مقدس ہے جو حضرت عیسےٰؑ کے بعد ساتویں صدی میں ظہور کرینگے۔ اور وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔

نمبر ۳۔ آیت ۶ میں جو ذکر ہے کہ فرشتہ نے خدا کی قسم { اُن اوصافِ خداوندی کے ساتھ جو آیت ۶ میں اوپر مذکور ہوچکے یعنی بڑے اہتمام سے جیسے کسی امر مہتم بالشان کی قسم کھائی جاتی ہے } کھا کر کہا کہ اور مدّت نہ ہوگی اِس سے یہ مُراد ہے کہ اور نبوت بعد آنحضرتؐ کے نہ ہوگی یعنی ساتویں صدی عیسوی کا نبی خاتم النبیین ہوگا۔

اب حضرت یوحنا نے ساتویں صدی کے واقعات کو اِس طرح بیان کیا ہے یعنی اُن واقعات کو بطور صورت اِس طرح دیکھنا بیان کیا ہے:۔

چنانچہ باب ۱۱ کی آیت ۱۵ میں لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساتویں صدی شروع ہوئی اِس ساتویں فرشتہ کے پھونکنے کے بعد یعنی ساتویں صدی شروع ہونے کے بعد کے واقعات حسب ذیل ہیں:۔

دیکھو مکاشفات کا باب ۱۲

"اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے

اور چاند اُس کے پاؤں کے تلے اور اُس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا اور وہ حاملہ تھی اور درد سے چلاتی اور جننے کو اینٹھتی تھی پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا اور دیکھو ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ اور اُس کے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا اور اُسکی دم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچے اور اُنہیں زمین پر ڈالا اور وہ اژدہا اس عورت کی آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا ہوا تاکہ جب وہ جنے تو اسکے بچہ کو نگل جاوے اور وہ فرزند نرینہ جنی جو کہ لوہے کا عصا لیکے سب قوموں پر حکومت کریگا اور اُس کا لڑکا خدا کے اور اُس کے تخت کے آگے اُٹھا لیا گیا اور وہ عورت بیابان میں جہاں اُس کی جگہ تھی جو خدا نے تیار کی تھی بھاگ گئی تاکہ وہاں وے ایک ہزار دو سو ساٹھ دن تک اُس کی پرورش کرے۔ پھر آسمان پر لڑائی ہوئی میکائیل اور اُس کے فرشتے اژدہے سے لڑے اور اژدہا اور اُس کے فرشتے لڑے لیکن غالب نہ ہوے اور نہ آسمان پر اُن کی پھر جگہ ملی سو بڑا اژدہا نکالا گیا وہی پُرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور جو سارے جہان کو دغا دیتا ہے وہ زمین پر گرایا گیا اور اُس کے فرشتے بھی اُس کے ساتھ گرائے گئے پھر میں نے ایک بڑی آواز کو آسمان سے یہ کہتے سُنا کہ اب نجات اور قدرت اور ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور اُسکے مسیح کا اختیار بھی کیونکہ ہمارے بھائیوں پر تہمت لگانے والا جو رات دن ہمارے خدا کے آگے اُن پر تہمت لگاتا تھا گرایا گیا اور اُنھوں نے برّے کے لہو کے سبب اور اپنی گواہی کی بات کے باعث اُس کو جیت لیا اور اُنھوں نے اپنی جانوں کو مرنے تک عزیز نہ جانا اس واسطے تم اے آسمانوں اور اُن پہ کے رہنے والو خوشی کرو افسوس اُن پہ جو خشکی اور تری کے رہنے والے

ہیں اس سبب کہ ابلیس بڑے غصہ سے تم پر اُترا کہ وہ جانتا ہے کہ اُسکے لیے تھوڑی مُہلت باقی ہے اور جب اُس اژدہے نے دیکھا کہ میں زمین پر گرایا گیا تو اُس نے اُس عورت کو جو فرزند نرینہ جنی تھی ستایا اور اُس عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دیے گئے تاکہ وہ اُس سانپ کی سامنے سے بیابان کو اپنے مقام تک اُڑ جاوے جہاں ایک زمان اور دو زمان اور نیم زمان تک اُس کی پرورش مقرر کی گئی پھر اُس سانپ نے اپنے مُنھ سے پانی ندی کی مانند اُس عورت کے پیچھے بہایا تاکہ ایسا ہووے کہ اُسے ندی بہا لیجاوے پر زمین نے اُس عورت کی مدد کی کہ زمین نے اپنا مُنھ کھولا اور اُس ندی کو جو اژدہے نے اپنے مُنھ سے بہائی تھی پی لیا اور اژدہا عورت پر غصہ ہوا اور اُس کی باقی اولاد سے جو خدا کے حکم مانتی اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں لڑنے گیا"۔

"ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا" (وہ یہ کہ) "ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوے اور چاند اُس کے پاؤں کے نیچے اور اُس کے سر پہ بارہ ستاروں کا تاج تھا" چونکہ یہ ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں یعنی ساتویں صدی کا واقعہ ہے اور سابق میں۔ آیت ۶ باب ۱۰ میں ذکر ہو چکا ہے کہ اور مدت نہ ہوگی پس ثابت ہوا کہ یہ عورت بطور تمثیل نبوت آخری (جناب خاتم النبیین صلعم کی نبوت) ہے۔ عورت اس لیے کہا گیا ہے کہ آئندہ بطور تمثیل اس عورت کے فرزند نرینہ (فرزند اول) اور بقیہ اولاد کا ذکر ہے اور سورج سے مُراد حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں چنانچہ اسی باب کی آیت ۵ میں ذکر ہے۔

آیت ۵ - "اور وہ عورت فرزند نرینہ جنی جو کہ لوہے کا عصا لیکر سب قوموں پر حکومت کریگا"۔ اِس لیے سورج سے مُراد حضرت رسولِ خدا ہیں کہ وہ حضرت فرزندِ نرینہ ہیں اور لوہے کا عصا (تلوار) لیکر بغرض مدافعتِ اعداے دین جہاد کی بھی اجازت آنحضرت کو

دی گئی ہے اور چاند سے مُراد جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا دختر رسولخدا ہیں اور بارہ ستاروں سے مُراد بارہ امام اہلبیت علیہم السلام ہیں جو نائب برحق رسول خدا کے ہیں کیونکہ اُس عورت (نبوت آخری) کی صورت اس طرح دکھائی گئی ہے کہ عورت سورج کو اوڑھے ہوئے ہے اور بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ تاج بارہ ستاروں کا سورج سے نیچے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ بارہ ستارے بارہ نائب سورج کے ہیں۔ جب رسولخدا کو سورج ظاہر کیا گیا تو اُن کے نائبوں کو بارہ ستارے، اور کوئی بارہ سوائے ائمۂ اہلبیت کے بارہ نائب آنحضرت کے نہیں ہوئے۔ چنانچہ رسول اللہ نے بھی اِن بارہ ستاروں کو بارہ خلیفہ سے تعبیر کیا اور فرمایا ہے لایزال الاسلام عزیزًا الی اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۱ سطر ۱۶ و ۱۷) ترجمہ۔ اسلام ہمیشہ غالب رہیگا بارہ خلفاء کے گزرنے تک جو سب قریش سے ہونگے۔ "قریش میں سے خلیفہ ہونگے" اِس فقرہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہاشمیوں میں سے خلیفہ نہ ہونگے کیونکہ ہاشمی بھی تو قریشی ہیں بلکہ قریش کی نسل کی عزیز ترین شاخ ہاشمی ہی ہیں) اور سورہ فتح کی آخری آیات یعنی محمدٌ رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الخ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو اُن حضرت کے (عالم نور کے) ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت اور مومنین پر رحیم ہیں اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں انہی اہلبیت کیلیے اپنے نبی کے ساتھ ہونے کی بابت والذین معہ (اور وہ لوگ اُسکے ساتھی ہیں) ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ اِس مکاشفات یوحنا میں ایک سورج اور ایک چاند اور بارہ ستارے ساتھ ساتھ ہیں۔

اہلِ سنت جو والذین معہٗ سے صرف ایک شخص یعنی ابوبکر کو مُراد لیتے ہیں غلط ہے اِس لیے کہ قرآن میں سورۂ مزمل کے دوسرے رکوع میں انہی والذین معہٗ کو بوجہ خطاب جناب رسولِ خدا والذین معک (جو تیرے ساتھی ہیں) کہا ہے اور وہ آیت

یسب اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کو علم ہے کہ تم رات کی دو تہائی سے کم اور کبھی نصف رات اور کبھی ایک ثلث میں کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے ہو اور جو لوگ تمہارے ساتھی ہیں اُن میں سے بھی ایک گروہ رات کو تہجّد کی نمازیں پڑھتا ہے جس سے واضح ہے کہ جو تمہارے ساتھی ہیں وہ ایک شخص نہیں ہے (جیساکہ سُنّت جماعت ایک شخص کو یعنی ابوبکر کو خیال کرتے ہیں) بلکہ وہ زیادہ ہیں چنانچہ اُن میں سے ایک طائفہ (گروہ) تو سورۂ مزمل کے رکوع دوم کے نزول کے وقت موجود ہے جو حضرتؐ کی طرح نماز تہجّد ادا کر رہا ہے باقیوں کا ذکر اس آیت کے بعد کی آیات میں ہے یعنی کچھ بیمار ہونگے (امام زین العابدینؑ) اور کچھ کو راہ خدا میں سفر درپیش ہوگا اور قتال واقع ہوگا (امام حسینؑ) غرضکہ والذین معہٗ سے ایک شخص (ابوبکر) کسی طرح مُراد نہیں ہو سکتا بلکہ یہی بارہ ستارے اور چاند مُراد ہیں۔ جو سورج (رسولخدا) کے ساتھ یوحنا حواری کو نظر آئے جو نبوتِ آخری کے اجزا ہیں۔

ان دونوں آیتوں والذین معہٗ (جو اُس کے ساتھ ہیں) اور والذین معک (جو تیرے ساتھی ہیں) میں ایک امر اور غور طلب ہے کہ جیساکہ تمام سچے مسلمانوں کے واسطے خدا نے قرآن میں یہ شرائط اور اوصاف قرار دیے ہیں کہ وہ خدا پر بصفاتہٖ اور رسول پر اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ وغیرہ کریں اس طرح اُن لوگوں میں جن کو رسولؐ کا ساتھی کہا ہے کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ وہ رسول کے ساتھی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ عالمِ نور سے رسولؐ کے ساتھی ہیں جیسے رسولؐ اللہ ہیں ویسے ہی یہ ہیں، جیسے رسولؐ کے عمل ہیں ویسے ہی انکے عمل ہیں، جیسے رسول کے اخلاق اور رسولؐ کی تعلیم ہے ویسے ہی ان کے اخلاق اور انکی تعلیم ہے البتہ آیت میں اُنکی علامتیں یہ درج ہیں کہ وہ کفار پر سخت ہیں اور مومنین پر رحمدل ہیں اور رکوع و سجود اس درجہ کرتے ہیں کہ اُن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں اور ان سب

باتوں کو یعنی رسولؐ کے مثل ہونے کو ایک مختصر اور جامع لفظ والذین معہٗ اور والذین معک (رسول کے ساتھی۔ اور تمہارے ساتھی) کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا ہے جیسا کہ مکاشفاتِ یوحنا کے باب ۱۲ کی پہلی آیت سے عیاں ہے کہ بارہ ستارے سورج کے ساتھی ہیں یعنی بارہ امام عالم انوار سے رسولؐ کے ساتھی ہیں۔

اگر حضرت ابوبکر کے غار میں ساتھ ہونے پر استدلال کیا جائے تو دیکھو شرحِ آیۂ غار اور پیشین گوئی متعلق یارِ غار جو آئندہ بیان ہوئی ہے اور صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۹ میں درج ہے۔

مگر اہلِ سُنّت وجماعت نائبِ رسولؐ ہونے کے لیے بادشاہ ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو بادشاہ نہیں خلیفۂ رسول اللہ نہیں (دیکھو ازالۃ الخفا مقصدِ اوّل صفحہ ۲۵۶ سطر ۱۴ و ۲۰ و ۲۱) جہاں معنی خلافت اور امامت کے بیان کیے ہیں وہاں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک خلافت و امامت مرادف یعنی ہم معنی الفاظ ہیں اور اس کی صراحت اس طرح فرمائی ہے کہ فرقۂ امامیہ زین العابدین[ل] و محمد باقر و جعفر صادق کی امامت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بادشاہ نہیں ہوئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو بادشاہ نہیں وہ اہلِ سُنّت کے نزدیک امام زماں بھی نہیں۔ پس اگر نائبِ رسول (امام) میں بادشاہ ہونے کی شرط قرار دینا صحیح ہے (حالانکہ یہ شرط جب رسول اللہ میں نہیں تو اُسکے نائب میں کیسے لازم مانی جاسکتی ہے)

[ل] شاہ ولی اللہ صاحب نے جو اس جگہ صرف انہی تین ائمہ کا نام لکھا ہے کہ چونکہ وہ بادشاہ نہیں ہوئے اس لیے وہ امام بھی نہیں۔ یہاں امام حسینؑ کا نام نہ لکھکر (حالانکہ وہ بھی بادشاہ نہیں ہوئے) اپنی خارجیت کو پوشیدہ کیا ہے کیونکہ اگر امام حسینؑ کا نام بھی شامل کر دیتے اور اُن کی بھی امامت سے انکار ہو جاتا تو سُنّت جماعت اُن کو خارجی کہنے لگتے کہ ہیں! یہ شخص ایسا خارجی ہے کہ امام حسینؑ کی امامت سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ جس وجہ سے زین العابدینؑ و محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ کی امامت سے انکار کیا ہے وہی (بادشاہ نہ ہوتا) امام حسین علیہ السلام میں بھی موجود ہے ۱۲ مصنف

تو مسلمان بادشاہ تو بکثرت گزرے ہیں پھر بارہ کی تعداد (جو رسولِ خدا نے اپنے حلیفوں کی مقرر فرمائی ہے) کی کیا ضرورت رہی بلکہ وہ بیکار ہے غرضکہ بارۂ خلیفۂ رسول (جن کی خبر خود رسول اللہ نے دی ہے) سوائے ائمۂ اثنا عشر کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور یہ امر واقع ہو چکا یہ دوسرا امر ہے کہ کوئی اُن کی امامت (باتباع حکمِ رسول اللہ) مانے (یا بمخالفت حکمِ رسول اللہ) نہ مانے یہ ائمہ جن کی تعداد بارۂ ہے اس امت میں گزر تو چکی۔ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی برادر شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن میں سورۂ مائدہ کے رکوع (۳) کی آیت اوّل (وبعثنا منھم اثنا عشر نقیباً) کی شرح حاشیہ پر یہ لکھی ہے کہ بنی اسرائیل سے حضرت موسےٰ کی آخر عمر میں عہد لیا گیا تھا کہ بارۂ نقیب اُس میں پیدا ہونگے اُن کی اطاعت کرنا اسی طرح یہ سورۂ (مائدہ) جناب رسولِ خدا کی آخر عمر میں نازل ہوا ہے جس طرح یہود (یعنی بنی اسرائیل) سے عہد لیا تھا کہ جو نبی ہوں اُن کی مدد کرنا اُس کے بدل ہم سے یہ تاکید ہے کہ خلفاء کی اطاعت کرو یہ (یعنی آیت میں) ذکر ہے بارۂ سرداروں کا۔ اسی اشارہ کو حضرت نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں بارۂ خلیفہ ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا ہے جو خرابی ہوئی پہلی امت میں سو ہو گی تم میں (رائے شاہ عبد القادر مفسر مذکور کی یہ ہے کہ) جیسے وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ اُمت خراب ہو گی خلیفہ پر خروج کرنے سے (ختم ہوا حاشیہ عبد القادر)

شاہ عبد القادر صاحب نے یہ رائے تو لکھدی کہ جیسے وہ (بنی اسرائیل) خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ اُمت خراب ہو گی خلیفہ پر خروج کرکے جس سے مُراد یہ لی ہو گی کہ اِن خلفائے اربعہ (جس کو شاہ صاحب موصوف خلفائے راشدین کہتے ہیں) پر خروج کرکے خراب ہو گی حالانکہ یہ بھول گئے کہ اُن خلفاء کی مخالفت سے ممانعت رسول اللہ نے فرمائی ہے جو تعداد میں بارۂ ہیں شاہ صاحب نے لفظ خلیفہ کو مجہول و بلا قید لکھکر یہ مخفی کر دیا کہ کونسے خلفاء کی مخالفت سے ممانعت فرمائی ہے آیا چار والے یا بارہ والے حالانکہ

اوپر خود ہی لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ نے بمقابلہ بارہ نقیب بنی اسرائیل کے اپنے بارہ خلیفہ ہونے کی خبر دی ہے اور اُنہی کی مخالفت سے خرابی ہونے کی خبر دی ہے جیسی کہ بنی اسرائیل کی خرابی بارہ نقیبوں کی مخالفت سے ہوئی۔

یہ بارہ ستارے وہی بارہ سردار ہیں جن کا تذکرہ توریت کی کتاب پیدائش کے باب ۱۷ آیت ۲۰ میں ہے +

عبارت آیت ۲۰:۔ اے ابراہیم۔ "اسمٰعیل کے حق میں میں نے (خدانے) تیری (دعا) سُنی دیکھ میں اُسے برومند کرونگا اور اُسے بہت بڑھاونگا اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اُس سے بڑی قوم بناؤں گا"۔

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ بارہ سردار بنی اسمٰعیل میں سے ہوں گے اس لیے کہ دعا حضرت اسمٰعیل کے واسطے کی گئی ہے جو قبول ہوئی اور یہ بھی موافق مضمون آیت ۲۱ باب ۲۱ پیدائش توراۃ کے ظاہر ہے کہ حضرت اسمٰعیل فاران کے بیابان میں رہنے لگے تھے یعنی مکہ میں۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بارہ سردار بنی اسمٰعیل اور مکہ معظمہ کے رہنے والے ہوئے یعنی ابتداء اُن کی مکہ سے شروع ہوگی اور جبکہ یہ بارہ (بنی اسمٰعیل سے اور مکہ کے باشندے ہوئے) جو نائب ہیں سورج کے (حسب بیان آیت اوّل باب ۱۲ مکاشفات یوحنا) تو سورج (یعنی رسول اللہ) بھی بنی اسمٰعیل ہوئے اور مکہ کے رہنے والے ہوئے (جس کا مطلب یہ ہوا کہ ساتویں صدی عیسوی کا نبی بنی اسمٰعیل سے ہوگا اور مکہ معظمہ سے ظہور فرمائینگے) اور اب وہ پیشین گوئی جو حضرت موسےٰؑ[لہ] نے مثل ایک نبی کی بنی اسرائیل کے لیے اُن کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے پیدا ہونے کی کی تھی اور کہا تھا کہ خدا اپنا کلام اُس کے مُنھ میں ڈالیگا وہ نبی عربی رسول اللہ صلعم پوری ہوئی۔ چنانچہ خدا نے اپنا کلام یعنی کلام اللہ شریف (قرآن) حضرت کو دیا +

[لہ] حضرت موسےٰؑ کا خبر دینا توریت استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ لغایت ۲۰ میں درج ہے ۱۲ مصنف

ایک اور دلیل اس کی کہ یہ نبی (جن کی خبر حضرت موسےٰ نے بنی اسمٰعیل میں سے پیدا ہونے کی بابت فرمائی تھی) بعد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پیدا ہوگا یہ ہے کہ اعمال حواریان کے باب ۳ آیت ۸ الغایت ۲۴ میں تحریر ہے ؎

عبارت آیت ۱۸ "پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبانی آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح دُکھ اُٹھائیگا سو پوری کیں "

آیت ۱۹ "پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں "

آیت ۲۰ "اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے (جیساکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام مہدیؑ کے وقت میں حضرت عیسےٰؑ پھر آسمان سے اُتریں گے) جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی " (مسلمان بھی اسکے معتقد ہیں)

آیت ۲۱ "ضرور ہے کہ آسمان اُسے (حضرت عیسےٰؑ کو) لیے رہے اُس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا ہے اپنی حالت پر آویں " (یعنی ظاہر ہوں)

آیت ۲۲ "کیونکہ موسےٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک نبی میرے مانند اُٹھائیگا جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سنو "

آیت ۲۳ "اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اُس نبی کی نہ سُنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا "

آیت ۲۴ "بلکہ سب نبیوں نے شموئیل سے لیکے پچھلوں تک جنہوں نے کلام کیا ہے ان دنوں کی خبر دی ہے "

آیات مذکورہ سے جو مضامین ظاہر ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں

نمبر ۱- یہ بیان ان آیات میں حضرت عیسیٰؑ کے حواری کا اُس وقت کا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ مسیح آسمان پر تشریف لیجا چکے تھے، کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کا صریح مطلب ہے کہ وہ آسمان پر ہیں ۔

نمبر ۲- ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر رہیں جب تک کہ وہ سب باتیں پوری ہوں جن کا ذکر سب پاک نبیوں نے کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اہم باتیں جن کا ذکر سب پاک نبیوں نے کیا ہے بعد حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے اور قبل آسمان سے اُترنے کے پوری ہوں گی ۔

نمبر ۳- آیت ۲۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جو بنی اسرائیل کیلیے اُن کے بھائیوں میں سے ایک نبی مثل اپنے پیدا ہونے کی بشارت دی ہے وہ ابھی (جس وقت حواری بیان کر رہا ہے اور حضرت عیسیٰؑ آسمان کو جا چکے ہیں) پوری نہیں ہوئی بلکہ پوری ہونے کو باقی ہے جو قبل نزولِ حضرت عیسیٰؑ پوری ہوگی یعنی ایک نبی بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوگا چنانچہ ساتویں صدی میں محمد رسول اللہ ایک نبی بنی اسمٰعیل میں ظاہر ہوئے ۔

نمبر ۴- اسی آیت ۲۲ کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ "جو کچھ وہ (نبی) تمہیں کہے اُسکی سب سُنو" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب قول رسول اللہ کے واجب العمل ہیں اور حسب آیت (قرآن مجید) مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی موافق وحی آسمانی ہیں یہ نہیں کہ جیسے بعض اہل اسلام قائل ہوگئے ہیں کہ بعض احکام رسول اللہ کے واجب العمل ہیں اور بعض احکام جن کو حضرت اپنے اجتہاد (معاذ اللہ رسول اللہ اور اجتہاد!) سے کہتے ہیں واجب العمل نہیں ہیں (مثل مولانا شبلی ہم عصر و بعدہ آنجہانی) اور یہ تفریق احکام رسول خدا کی کہ بعض واجب العمل ہیں اور بعض واجب العمل نہیں ہیں مولوی شبلی ہمعصر نے کی ہے یا اُنھوں

نے کسی سابق کے مولوی کی پیروی کی ہو۔ یہ تفریق اس غرض سے کی ہے کہ رسول خدا کے احکام کی نافرمانیاں جو حضرت عمر سے صادر ہو چکی ہیں جائز قرار پائیں (جن نافرمانیوں کا اخفا بوجہ کثرت ثبوت ناممکن تھا) تاکہ حضرت عمر جرم نافرمانی رسول سے بری ہو جائیں کیونکہ بموجب اُنکی تفریق کے بعض احکام جو آنحضرت اجتہاد سے فرماتے تھے واجب العمل نہیں ہیں تو ایسے احکام کی نافرمانی سے حضرت عمر مجرم بھی نہیں ہوے۔ مگر اس کو بھول گئے کہ چار روز قبل وفات رسول اللہ سے حضرت عمر سے ایسی سخت نافرمانی صادر ہوئی ہے جس سے اُمتِ محمدی کی تعداد کثیر گمراہ ہوگئی اور آجتک مسلمانوں میں اختلافِ عظیم برپا ہے اگر وہ نافرمانی نہوتی تو یہ فسادات نہ ہوتے اور وہ یہ نافرمانی ہے کہ جناب رسولخدا ایسا وصیت نامہ لکھنے کو کہ پھر اُس وصیت نامہ کے بعد گمراہی نہ ہو سکے کاغذ اور قلم و دوات طلب فرماتے ہیں اور حضرت عمر بہ حیلۂ ہذیانِ (بیہوشی، بے عقلی و بہک) رسولؐ وصیت نامہ نہیں لکھنے دیتے۔ کیا یہ بھی اجتہادی حکم تھا؟ جس میں اُمت کو گمراہی سے بچانے کا مضمون لکھا جاتا۔ یا یہ ماننا لازم ہوگا کہ حضرت کو واقعی بقول حضرت عمر ہذیان ہو گیا تھا اور منصب نبوّت سے معزول ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے کیونکہ حضرت ایسی تحریر لکھوانا چاہتے تھے جس سے اُمّت گمراہی سے محفوظ رہتی۔ جس سے ظاہر ہے منصبِ نبوت کی تعمیل کر رہے تھے اور کامل عقل و ہوش رکھتے تھے۔ کیا ہذیان والا ایسا کلام کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

نمبر ۵۔ آیت ۲۳۔ سے کہ ہر نفس جو اُس نبی کی نہ سُنے (یعنی بعض احکام واجب العمل اور بعض غیر واجب العمل بتائے) یعنی سب نہ سُنے تو وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا۔ یعنی خارج از اُمّتِ محمدی سمجھا جائیگا۔

نمبر ۶۔ اگر حضرات عیسائی صاحبان یا یہودی یہ کہیں کہ وہ نبی جس کی خوشخبری حضرت موسٰی نے دی تھی اور کہا تھا کہ "خدا اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالیگا" وہ نبی بنی اسمٰعیل

میں سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا اور اب اعمال کے باب ۳ سے ثابت ہوا کہ وہ نبی حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے اور واپس آنے کے درمیان ہوگا۔ اور مکاشفات سے ثابت ہوا کہ ایسا عظیم الشان امر جس کی خوشخبری تمام انبیاء کو دی گئی تھی ساتویں فرشتہ کے دنوں (ساتویں صدی عیسوی) میں ہوگا توبس یہود و نصاریٰ کو یہ دکھانا چاہیے کہ ساتویں صدی عیسوی میں بنی اسرائیل میں کونسا نبی ظاہر ہوا جس کے مُنھ میں خدا کا کلام ڈالا گیا؟ جو ہرگز ممکن نہیں۔ اور وہ سوائے جناب خاتم النبیین نبی امیؐ کے کوئی نہیں ہوسکتا۔ جن کو قرآن (کلام خدا) ساتویں صدی میں دیا گیا +

نمبر ۷۔ اس نبی کے آنے کی خبر جس کی بابت حضرت موسےٰ نے بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے کی دی ہے شموئیل سے لیکے پچھلوں تک سب نے خبر دی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اُس کا آنا بڑا عظیم الشان امر ہے +

مکاشفات یوحنا باب ۱۰ آیت ۷ میں بھی یہی ذکر ہے کہ ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں (یعنی ساتویں صدی میں) خدا کا وہ پوشیدہ مطلب پورا ہوگا جس کی خوشخبری سب پاک نبیوں کو دی گئی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ واقعہ بعد حضرت عیسےٰؑ کے ساتویں صدی میں ہوگا اور قبل نزول حضرت عیسےٰؑ کے (چنانچہ حضرت خاتم النبیین کا ظہور بعد حضرت عیسےٰؑ کے ساتویں صدی میں ہوچکا) +

خلاصہ یہ ہوا کہ بارہ سردار جو یقیناً بنی اسمٰعیل ہیں بارہ ستارے ہیں اور سورج جس کے یہ بارہ ستارے نائب ہیں وہ بھی بنی اسمٰعیل ہوا اور اُن کا ظہور حضرت عیسےٰؑ سے ساتویں صدی میں ہوا جس کا ہونا (بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبی کا ظاہر ہونا) اعمال باب ۳ میں بعد حضرت عیسےٰؑ کے تحریر ہے +

اِس جگہ پادری عمادالدین صاحب کی ایک غلطی ظاہر کردینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پانچویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں (یعنی پانچویں صدی عیسوی میں کچھ ظالم اور شریر لوگ

ظاہر ہونگے) پادری عماد الدین صاحب نے اِن ظالم و شریر و ایذاد ہندہ لوگوں کا مصداق جناب رسول اللہ اور اُن کی اُمّت کو قرار دیا ہے چنانچہ پادری صاحب مذکور نے اپنی شرح مکاشفات یوحنّا میں بصفحہ ۱۸۰ باب ۹ کی آیت ایک کی شرح میں لکھا ہے کہ پانچویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں (یا پانچویں صدی عیسوی میں) جناب محمد مصطفےٰ کا ظہور ہوا مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجودیکہ پادری صاحب مذکور نے اِسی بیان کی سطر ۸ میں حضرت محمد رسول اللہ کا ظہور حضرت مسیح سے ۶۱۰ برس بعد یعنی ساتویں صدی میں تحریر کیا ہے پھر بھی زبردستی سنہ ۶۱۰ء (ساتویں فرشتہ کی آواز کے ایّام یعنی ساتویں صدی عیسوی) کو پانچویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں قرار دیتے ہیں اور چار فرشتوں کی آواز کے دنوں میں چھ صدیاں گزر جانا قرار دیتے ہیں اور کوئی دلیل نہیں لکھتے کہ چار فرشتوں کی آواز کے دنوں میں چھ صدیاں کیونکر گزر گئیں اگر ہر فرشتہ کی آواز کا زمانہ ایک صدی ہے تو چار فرشتوں کی آواز کی چار صدیاں ہوئیں اور پانچویں فرشتہ کی آواز کی پانچویں صدی اور پادری صاحب پانچویں فرشتہ کی آواز کو ساتویں صدی (سنہ ۶۱۰ء زمانہ ظہور رسول اللہ) پر منطبق کرتے ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور اگر ہر فرشتہ کی آواز سے پچاس پچاس برس مُراد لیے جائیں تو چار فرشتوں کی آوازوں کے دن دو سو برس میں گزر جائینگے اور پانچویں فرشتہ کی آواز کے دن آخر سنہ ۲۰۰ء سے آخر سنہ ۲۵۰ء تک ہونگے پھر بھی پانچویں فرشتہ کی آواز کا زمانہ جناب رسالتمآب کے زمانہ (سنہ ۶۱۰ء اور آئندہ یعنی ساتویں صدی) پر منطبق نہیں ہو سکتا۔

اب ایک اور دلیل اِس بات کی کہ پانچویں فرشتہ کے دنوں کے واقعات کو جو رسول اللہ اور اُن کی اُمّت پر پادری عماد الدین نے صادق آنا تحریر کیا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا لکھتا ہوں اور مولف کے خیال میں وہ دلیل ایسی ہے کہ اُس کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے کیونکہ وہ دلیل واقعاتِ مسلّمہ اور حوالۂ مکاشفات سے مرکب ہے۔ جو بہ تفصیل و تصریح یہ ہے:۔

اوّل حوالہ آیات مکاشفات یوحنا ملاحظہ فرمائیے

اِس میں باب ۹ مکاشفات کی وہ آیات جو خلاصہ مطلب سے متعلق ہیں لکھی جاتی ہیں

آیت نمبر ۱ - "اور پانچویں فرشتہ نے پھونکا" (جس کا مطلب یہ ہے کہ پانچویں فرشتہ کے دن شروع ہوئے) اس فرشتہ کی آواز کے دنوں کے واقعات مکاشفات میں یہ درج ہیں کہ "ایک ستارہ آسمان سے گرا اور اتھاہ کوئیں (دوزخ) کی کنجی اُسے دی گئی" اور وہ ستارہ اور اُس کے ماتحت لوگوں کو قتل کرتے تھے سوائے اُن لوگوں کے جن کے ماتھوں پر خدا کی مُہر ہے۔ اور ایسی سختی کا زمانہ ہوگا کہ لوگ موت کو ڈھونڈینگے اور موت کو نہ پائیں گے۔ اِن واقعات سے ظاہر ہے کہ یہ ایک عذاب خدا کی طرف سے لوگوں پر نازل ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کچھ لوگ ایسے موجود ہیں کہ جو خدا کو مانتے ہیں (جن کے ماتھے پر خدا کی مُہر ہے)

اسی باب ۹ کی آیت ۱۳ "پھر چھٹے فرشتہ نے پھونکا" (یعنی چھٹے فرشتہ کی آواز کا زمانہ شروع ہوا) اِس آیت ۱۳ سے آیت ۱۹ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتہ عذاب لیکر نازل ہوے اور لوگوں کو آگ اور گندک اور دُھوئیں سے ہلاک کیا اور تہائی (⅓) آدمی اس عذاب سے ہلاک ہوے۔

اب آیت ۲۰ کو دیکھیے۔ آیت ۲۰ "اور باقی آدمیوں نے جو اُن آفتوں سے مارے نہ گئے تھے اپنے ہاتھوں کے کاموں سے توبہ نہ کی کہ دیوں اور سونے اور روپے اور اور پیتل اور پتھر اور لکڑی کی مورتوں کی جو نہ سُن سکتے اور نہ چل سکتے اور نہ دیکھ سکتے پوجا نہ کریں"

آیت ۲۱ "اور اُنھوں نے اپنے اُس خون اور جادوگریوں اور زناکاری اور چوریوں سے جو وہ کرتے تھے توبہ نہ کی" باب ۹ ختم ہوا۔

اس باب ۹ کی آیات سے جو اوپر مذکور ہوئیں چند امور ظاہر ہوتے ہیں

نمبر ۱۔ یہ کہ پانچویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں مشرکین پر عذاب نازل ہوا۔ اور وہ لوگ محفوظ رہے۔ جنکے ماتھے پر خدا کی مُہر تھی یعنی جو خدا کے ماننے والے تھے یعنی پانچویں فرشتہ کے دنوں میں شرک بہت ہو گیا تھا۔ مگر کچھ لوگ خدا پرست باقی بھی تھے اور یہ عذاب بوجہ شرک اور بد افعالی نازل ہوا تھا۔

نمبر ۲۔ آیت ۱۹۔ سے ظاہر ہوا کہ چھٹے فرشتہ کی آواز کے دنوں میں تہائی آدمی تین آفتوں سے ہلاک ہوئے +

نمبر ۳۔ جو لوگ عذاب سے بچ رہے یعنی (⅔) اُنہوں نے شرک، بُت پرستی اور بد افعالی سے توبہ نہ کی جس سے ظاہر ہوا کہ چھٹے فرشتہ کی آواز کے دنوں میں کوئی شخص دُنیا میں خدا پرست باقی نہ تھا کیونکہ تہائی تو عذاب سے مارے گئے اور باقیوں نے اپنے عقائد و افعال سے توبہ نہ کی تو اُس زمانہ میں کُل دنیا شرک و بُت پرستی اور بد افعالی و فسق و فجور میں گرفتار تھی (الا ماشاء اللہ حجت اللہ زمین حجت اللہ سے کبھی خالی نہیں ہوتی) اور واقعات تاریخی سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول اللہ کے نبی ہونے سے قبل تمام دنیا شرک اور بُت پرستی اور بد اعمالی و بد اخلاقی میں گرفتار تھی اور اوپر کے حوالہ جات سے ثابت ہو چکا کہ یہ حالت چھٹے فرشتہ کی آواز کے دنوں کی ہے اور لوگوں نے اس زمانہ تک شرک وغیرہ سے توبہ نہیں کی تھی اور جناب رسول اللہ کی تعلیم سے لوگوں نے شرک سے توبہ کر کے توحید قبول کی، بُت پرستی چھوڑی، افعال بد و اخلاق بد چھوڑ کر افعال حسنہ و اخلاق حمیدہ اختیار کیے تو ظاہر ہے کہ تبدیلی ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں ہوئی۔ چونکہ چھٹے فرشتہ کی آواز کے دنوں تک تو لوگوں نے شرک اور بد افعالی سے توبہ کی ہی نہیں تھی تو یہ تبدیلی ضرور ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں ہوئی اور وہ تبدیلی تعلیم رسول اللہ سے ہوئی تو کیا شبہ کی گنجائش ہے کہ جناب

رسول اللہ کا زمانہ ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں ہوا۔ اور اگر بقول پادری عماد الدین صاحب جناب رسول اللہ کا زمانہ پانچویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں قرار دیا جاوے تو یہ لازم آتا ہے کہ بعد آنحضرت کے چھٹے فرشتے کے دنوں میں پھر ایسا شرک پھیلا کہ (⅓) شرک کے عذاب میں مارے جائیں اور ⅔ جو باقی رہیں وہ شرک اور بُت پرستی سے توبہ نہ کریں حالانکہ یہ محض غلط ہے بلکہ جب سے رسول اللہ کی تعلیم سے لوگوں نے شرک سے توبہ کی ہے اور توحید قبول کی ہے اُس وقت سے آج تک شرک کبھی ایسا عالمگیر نہیں ہوا جیسا کہ چھٹے فرشتہ کے زمانہ کے حال میں درج ہے بلکہ توحید دن بدن ترقی کرتی چلی آتی ہے اور آنحضرت کے بعد کبھی کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ شرک ایسا عالمگیر ہوا ہو کہ کوئی فرد باقی نہ رہی جیسا کہ چھٹے فرشتہ کی آواز کے دنوں کے حال میں مکاشفات باب ۹ میں درج ہے جو اوپر تحریر ہو چکا ۔

پس جناب رسول اللہ کا زمانہ پانچویں فرشتہ کی آواز کے دنوں پر ہرگز صادق نہیں آسکتا کیونکہ اُس (پانچویں فرشتہ) کے زمانہ کے بعد چھٹے فرشتہ کے زمانے میں شرک عالمگیر ہو گیا ہے اور رسول اللہ کے بعد سے کبھی ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت کا زمانہ ساتویں فرشتہ کے زمانہ پر صادق ہوتا ہے جو بعد کمالِ شرک (چھٹے فرشتہ کے زمانہ کے حالات کے) ہوا ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ پارہ ۲۱ رکوع ۸ آیت اوّل سے بھی ظاہر ہے وہ آیت یہ ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ترجمہ "(دنیا کے) بحر و بر میں بد دینی و بد عقیدگی آدمیوں کے کرتوتوں سے پھیل گئی ہے" (مسلمانوں کا وہ گروہ جو خدا کو موجبِ گمراہی خیال کرتا ہے اِس آیت کے اِس مضمون پر غور کرے کہ خدا نے قرآن میں فساد یعنی بد دینی و بد عقیدگی اور بد اعمالی وغیرہ کو آدمیوں کے ہاتھوں ہونا بیان فرمایا ہے نہ کہ خود اپنے آپ کو موجبِ گمراہی بیان کیا ہے جیسا کہ ایک گروہ کا عقیدہ ہے ۔

ایک مولوی صاحب ساکن جموں نے اس عورت (جو سورج کو اوڑھے ہوئے اور چاند اُس کے پاؤں کے نیچے اور بارہ ستاروں کا تاج اُسکے سر پر ہے) کی تشریح کو جناب رسالتمآبؐ پر صادق آنا بوجہ بہت سے قرائن قویہ کے ظاہر کیا ہے۔ مگر افسوس کہ بارہ ستاروں کی شرح تحریر نہیں کی اس لیے کہ وہ عورت کو نبوّت آخر الزمان تو قرار دیتے ہیں مگر چونکہ اس نبوّت کے ساتھ بارہ ستاروں سے مُراد سوائے ائمۂ اثنا عشر اور کوئی نہیں ہو سکتا لہٰذا مولوی صاحب موصوف نے باوجودیکہ اس پیشین گوئی کو جناب رسولِ خدا پر ثابت کیا ہے بارہ ستاروں کا ذکر اس لیے ترک کر دیا کہ ائمۂ اثنا عشر کا تذکرہ آسمانی پیشین گوئی میں کرنا گویا اپنے مذہب (سنت جماعت) کی بُنیاد اُکھاڑنا ہے لہٰذا بارہ ستاروں کی شرح کو ترک کر دینا مناسب سمجھا +

اب لیجیے پادری عماد الدین صاحب کو۔ پادری صاحب موصوف بارہ ستاروں کی شرح کرتے ہوئے کسی امر کا یقین نہیں کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ بارہ ستارے سے مُراد یا تو بارہ اسقف ہیں جو کلیسا کا بندوبست کرتے تھے (حالانکہ آیندہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بارہ ستارے بقیہ اولاد عورت) اپنے مخالفوں (یعنی درندہ جانور) سے مغلوب رہے۔ پھر انتظام کرنا کیسا اور اُن سے وہ بارہ اسقف کیونکر مراد ہو سکتے ہیں جو کلیسا کا انتظام کرتے تھے +

پھر کہتے ہیں کہ یا یہ بارہ فرقے بنی اسرائیل کے ہیں (یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا) کیونکہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسےٰؑ کے زمانے کے بعد ساتویں صدی کی ہے اور بارہ فرقے بنی اسرائیل کے حضرت عیسےٰؑ سے قبل گزر چکے اور اگر یہ بارہ ستارے بارہ فرقے بنی اسرائیل ہیں تو سورج ساتویں صدی عیسوی میں کون ہے یہ بھی ارشاد ہوا ہوتا جس سے ظاہر ہے کہ بارہ ستارے سے مُراد بارہ فرقہ بنی اسرائیل بھی نہیں ہو سکتے۔ پھر لکھتے ہیں کہ یا بارہ ستارے سے بارہ حوارِی حضرت عیسےٰؑ مراد ہیں جو کلیسا پر

پر حضرت مسیح کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے (یہ مُراد بھی صحیح نہیں ہے) اس لیے کہ اوّل تو بیچارے حواریوں اور حضرت عیلے ؑ کو حکومت نہیں ملی۔ حکومت کیسی کرتے تھے۔

علاوہ اس کے پادری صاحب کو یہ تاویل تحریر کرتے وقت یہ خیال نہ رہا کہ مکاشفات کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ پیشین گوئی اُن واقعات کی ہے جو آیندہ وقت میں پورے ہونگے اور باب ۱۲ کے واقعات (جنمیں بارہ ستارے بھی ہیں) کا ظہور ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں یعنی ساتویں صدی عیسوی میں ہوگا پھر بارہ ستارے سے مراد بارہ حواری حضرت مسیح علیہ السلام کے کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کا زمانہ تو حضرت عیلے ؑ کے ساتھ ساتھ یا کچھ بعد تک تھا پھر بارہ حواریوں کو ساتویں صدی سے کیا علاقہ ہوسکتا ہے۔ اِس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس عورت کا وجود { جو سورج کو اوڑھے ہوے اور بارہ ستارے کا تاج اُس کے سر پر ہے } ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں ہوگا اور پادری صاحب قرار دیتے ہیں کہ جب ساتویں فرشتہ کی آواز ہوگی تو قیامت ہو جائیگی اور پھر اُس کو دنیا کے امور پر عائد کرتے ہیں جو اُن کی اُس شرح سے واضح ہوتا ہے جو اُنھوں نے درندہ جانور کے سات سروں کی کی ہے کہ پوپ روم (رومن کیتھولک عیسائیونکا امام) کے ماتحت سات بادشاہتیں تھیں۔ ناظرین یاد رکھیں اور آیندہ دیکھیں +

اب پھر مکاشفات کی طرف رجوع کرتا ہوں

اُسی باب ۱۲ کی آیت ۳ و ۴ میں تحریر ہے۔ "پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا (وہ یہ کہ) ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اُس کے سروں پر سات تاج تھے ظاہر ہوا اور اُس کی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے[1] (یعنی بارہ ستارے کا تہائی چار ستارے) کھینچے اور اُنھیں زمین پر ڈالا

[1] اس بارہ ستارے کی تہائی کی شرح آیندہ آئیگی یہاں اُسکی تحریر کا موقع نہیں ۱۲ مصنف

(یعنی ہلاک کیا) اور وہ اژدہا اُس عورت کے سامنے جا کھڑا ہوا تاکہ جب وہ جنے (یعنی پیغمبر ظاہر ہوں) تو اُس کے بچّہ کو نگل جاوے" یعنی پیغمبر کو ہلاک کرے اور نبوت کے اجرا کا مانع ہو کر اسلام کو نیست و نابود کر دے۔ آیاتِ مذکور سے واضح ہوتا ہے کہ اُس عورت کے فرزند نرینہ (سورج یعنی رسولؐ خدا) کا پیدا ہونا اور اُس اژدہے کا ظہور ساتھ ساتھ ہوا اس لیے کہ اُس عورت کے فرزند کو یہ اژدہا نگلنے کو تیار ہوا ہے پس ساتھ ساتھ ہونا ضرور ہے اور آیندہ اسی باب ۱۲ کی آیت ۹ میں مذکور ہے کہ "یہ بڑا اژدہا وہی پرانا سانپ ہے جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور سارے جہان کو دغا دیتا ہے" پس اس امر سے کہ وہ اژدہا ابلیس اور شیطان ہے اور اُس عورت کے فرزند (جس کو سورج کہا گیا ہے) کے نیست و نابود کرنے پر آمادہ ہے۔ بخوبی واضح ہے کہ اُس عورت کا فرزند کوئی نبی ہے ورنہ شیطان کو اُس کے نیست و نابود کرنے کی کوشش کرنی کیا ضرور تھی۔ دوسری دلیل اس عورت کے فرزند کے نبی ہونے کی یہ ہے کہ اس عورت کی بقیہ اولاد یعنی بارہ ستاروں کی صفت (مکاشفات باب ۱۲ آیت ۱۷ میں) یہ لکھی ہے:۔ "وہ خدا کے حکم ماننے والے اور یسوع مسیح کی گواہی رکھنے والے ہیں" یعنی روحِ نبوّت رکھنے والے ہیں تو جب بارہ ستاروں کی (جو نائب سورج کے ہیں) یہ صفت ہے کہ اُن میں روحِ نبوّت ہے تو سورج میں بھی یقیناً روحِ نبوت ہے جس سے معلوم ہوا کہ اُس عورت کا فرزند نبی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سورج سے مُراد نبی آخرالزمان جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت ۸ باب ۱۲ میں ذکر ہے کہ "ابلیس کو پھر آسمان پر جگہ نہ ملی" جیسا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ جب سے رسول اللہ صلعم کی پیدائش ہوئی ہے شیطان آسمان پر نہیں جا سکتا۔ پس فقرہ (آسمان پر ابلیس کو پھر جگہ نہ ملی) کا یہی مطلب ہے کہ بعد پیدائش رسول اللہ وہ آسمان پر نہیں جا سکتا اور جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ سورج سے مراد پیغمبر آخرالزمان

ہیں تو لامحالہ ثابت ہوا کہ وہ بارہ ستارے نائبانِ رسولِ خدا ہیں کیونکہ جس طرح سورج کو اُس عورت سے تعلق ہے یہ بارہ ستارے بھی اُس عورت (نبوت آخری) سے متعلق ہیں یعنی جس طرح عورت سورج کو اوڑھے ہوئے ہے اُسی طرح اُس کے سر پر بارہ ستارے کا تاج سورج کے نیچے ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ بارہ ستارے سورج کے نائب ہیں +

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں دو گروہ کا تذکرہ ہے جو ایک دوسرے کی مخالف ہیں ایک عورت (سورج اور بارہ ستارے اور چاندوالی) اور ایک اژدہا +

باب ۱۲ کی آیت ۱۲ "اس واسطے تم اے آسمانوں اور اُن پر کے رہنے والو خوشی کرو افسوس اُن (کے حال) پر جو خشکی و تری (بحر و بر) کے رہنے والے ہیں اس لیے کہ ابلیس بڑے غصہ سے تم پر اُترا کہ وہ جانتا ہی کہ اس کے لیے تھوڑی مدت باقی ہے"

وہ امور جو اس آیت سے ظاہر ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں

نمبر ۱ - ساکنانِ زمین کے حال پر افسوس ظاہر کیا گیا - کیونکہ ابلیس آسمان سے نکالا گیا اور زمین پر گرایا گیا کہ وہ اہل زمین کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور چونکہ وہ جانتا ہی کہ اب اُسکے لیے تھوڑی مدت[۱] (حیات) باقی ہے لہٰذا چاہتا ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں اپنی پوری قوت صرف کرے - چنانچہ اُس نے نبی آخر الزمان اور اُس کے جانشین کو ایذا دی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ (ما اوذی نبیٌ مثل ما اوذیت) ترجمہ کسی نبی کو ایسی ایذا (باغوائے ابلیس) نہیں دی گئی جیسا کہ مجھے ایذا دی گئی اور اُسی (ابلیس) کے اغوائے کامل سے لوگوں نے ایسی گمراہی اختیار کی کہ جیسی کسی نبی کی اُمت نے ایسی گمراہی اختیار

[۱] موافق عقیدہ اہل اسلام شیطان امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بعد قتل کیا جائیگا یوں اُس کی مدتِ حیات تھوڑی باقی رہی ہے - اسکی تصدیق آیہ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ پ ۲۳ ع ۱۴ سے بھی ہوتی ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ وقت معین تک تجھکو مہلت دی گئی ۱۲ مصنف

نہ کی ہوگی جیسی اُمتِ محمدی نے ۔ ایک مثال اس کی یہ ہے کہ اس اُمت نے جو رسول اللہ
کے نبی برحق ہونے کا اقرار کرتی تھی اور امام حسین کو سوائے انکار بیعتِ یزید کے کسی
جرم کا مرتکب نہ جانتی تھی تاہم امام حسین علیہ السلام کو ایسے ظلمِ شدید و بے رحمی کے ساتھ
شہید کیا جس کی مثال دنیا میں ملنا محال ہے اور پھر بے وقوف کہتے ہیں کہ یہ اُمت
خیر الامم ہے یا یہ حدیث کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو اُس سے ملحق ہے
پھر وہ زمانہ جو اُس سے ملحق ہے جو امام حسین علیہ السلام کے قتل کا زمانہ ہوتا ہے کوئی
مسلمان تو اُس کو اچھا زمانہ کہہ نہیں سکتا جس میں یہ ظلمِ عظیم مسلمانوں کے ہاتھ سے ظاہر
ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ ابلیس نے اپنے غصہ میں بوجہ اپنی مدتِ حیات تھوڑی رہجانے
کے اپنی قوت کامل انسانوں کے اغوا میں صرف کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اُمت جس قدر
گمراہ ہوئی ایسی گمراہی کسی اُمتِ ماسبق نے اختیار نہ کی تھی ۔ اُمت ہائے سابقہ نے
اگر کسی نبی کو قتل کیا تو وہ اُس کے نبی برحق ہونے کے مُقر نہ تھے ؛

کیا کوئی صاحب دکھا سکتے ہیں کہ گمراہان اُمت ہائے سابق سے مثل اسکے کوئی
امر ظاہر ہوا ہے جیسا کہ اس اُمت نے نبوت محمدی کے اقرار کے باوجود امام حسینؑ کو بلا
جرم بظلمِ شدید قتل کیا۔

قرآن مجید کی آیت ذیل میں اس کمال اغوائے شیطانی کی طرف اشارہ ہے " وَ
لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ پارہ ۲۲
رکوع ۸ ۔ ترجمہ البتہ اُن کی نسبت شیطان کا ارادہ (کہ میں[1] اُن کو پورے طور سے گمراہ
کرونگا) سچ ہو گیا ۔ چنانچہ مومنین کے ایک گروہ کے سوا اُن سب نے شیطان کا اتباع اختیار
کر لیا ۔ اور یہی مضمون مکاشفات میں آئندہ آئیگا کہ اُنہوں نے شیطان کی پرستش اختیار

[1] یہ ترجمہ اس آیت کا ہے لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ جسکے جواب میں خداوند تعالیٰ نے کہا لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ یعنی میں بھی تجھے اور اُنمیں سے جو تیرے پیرو ہو جائینگے سب سے جہنم کو بھر دونگا ۔ پ ۲۳ ۔ رکوع ۱۴

کی اور یہی مضمون رسول اللہ کی اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ میری اُمت کے تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ بہشتی ہے اور بہتر گمراہ اِس حدیث کے مضمون کی مطابقت دیکھو آیت مذکور کے لفظ الا فریقا من المؤمنین کو ملا کر یعنی ایک فرقہ شیطان کی پیروی نہ کریگا وہی ناجی ہوگا باقی سب شیطان کی پیروی کر کے گمراہ ہو جائیں گے ❊

باب ۱۲ کی آیت ۱۳ "اور جب اُس اژدہے (ابلیس) نے دیکھا کہ میں زمین پر گرایا گیا تو اُس نے اُس عورت کو جو فرزند نرینہ جنی تھی ستایا"

یعنی احکام اصلی نبوت محمدی کے اجرا کا ہارج ہوا اور بذریعہ درندہ جانور کے جس کا ذکر باب ۱۳ میں آئیگا احکام اصلی نبوت محمدی کو جاری نہ ہونے دیا ❊

باب ۱۲ کی آیت ۱۴ "اور اُس عورت کو بڑے عقاب کے دو پر دیے گئے تاکہ وہ اُس سانپ کے سامنے سے بیابان کو اپنے مقام تک اُڑ جائے جہاں ایک زمان و دو زمان و نیم زمان تک اُسکی پرورش مقرر کی گئی" ❊

اِس کا مطلب یہ ہے کہ شیطانی گروہ کے سامنے اُن کے غلبہ کی وجہ سے اُس نبوت کے احکام اصلی مخفی ہو جائیں گے اور تمام دنیا میں علے الاعلان اُن کا رواج نہ ہوسکیگا (لیظہرہ علی الدین کلہ کی آیت کا پورا مضمون کہ تمام دینوں پر دین اسلام کو غالب کر دیگا ظاہر نہ ہو سکے گا) اور یہ زمانہ ایک زمان اور دو زمان اور نصف زمان تک رہیگا جس عرصہ میں اُس دین کی پرورش یعنی درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہیگی۔ آخر میں بعد پرورش کے کامل طور سے ظہور ہوگا یعنی حضرت امام مہدی آخرالزمان کے زمانہ میں صلوات اللہ علیہ و علی آبائہ الکرام ❊

اِس مخفی ہو جانے کی طرف ایک دعا میں (جو منجملہ اعمال یوم عاشورہ ہے) تصریح ہے اور وہ فقرہ یہ ہے اللھم ان سنتک ضایعۃ و احکامک معطلۃ (ترجمہ خداوندا تیرے بنائے ہوئے طریقے ایسے غلبہ خلفائے جور اور اُنکے تابعین کے) ضائع ہو رہے ہیں

اور تیرے احکام معطل ہیں یعنی تمام دنیا میں جاری نہیں ہیں) جیسا کہ اور ہادیان دین کی بابت اعمالِ عاشورہ میں یہ فقرات ہیں "اِنَّ عِتْرَۃَ نَبِیِّکَ ھاَ ئمۃٌ فَاِنَّکَ ضَمِنْتَ اِعْزَازَھُمْ بَعْدَ الذِّلَّۃِ وَتَکْثِیْرَھُمْ بَعْدَ الْقِلَّۃِ وَاِظْھَارَھُمْ بَعْدَ الْخُمُوْلِ جسکا یہ ترجمہ ہے کہ خداوندا تیرے نبیؐ کی عترت سرگردان و پریشان اور مخذول ہے اور تو ضامن ہوا ہے کہ اہلبیت نبوی کو ذلت دنیاوی کے بعد دنیاوی عزت عطا فرمائیگا اور بعد اختفا کے ظہورِ کامل عطا کریگا یعنی حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ کے ظہور تک یہ زمانہ پورا ہوگا اور اُس وقت تک پورا اجرا احکام اصلی نبوت کا نہوگا۔ یہ مطلب اس فقرہ کا ہے کہ وہ نبوت اتنی مدت تک اپنے مقام کو چلی گئی اور بعد ختم ہونے مدتِ مذکور کے (جس کا تعین فدوی بوجہ اپنی کم علمی اور ممانعت تقرر تاریخ ظہور مہدیؑ نہیں کر سکتا) احکام اصلی نبوت کا پورا اجرا ہوگا اور اس عرصہ میں اُس دین کی پرورش یعنی ترقی ہوتی رہیگی جس کا مطلب یہ ہے کہ بعد اخفاءِ حق کے امرِ حق لوگوں پر بتدریج ظاہر ہوتا جائیگا۔ چنانچہ حق ظاہر ہوتا چلا آتا ہے کہ لوگ مذہبِ شیعہ میں داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

اِس اختفاءِ حق و مخذولیِ اہلِ حق یعنی اہلبیت نبوت اور آخر کو اُن اہلِ حق کے غالب ہو جانے کا تذکرہ موافق مضامین مندرجہ اعمالِ عاشورہ متذکرہ بالا حدیث ذیل مندرجہ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۸ سطر ۲ تا ۲۰ میں واضح طور پر درج ہے اور وہ حدیث یہ ہے" اخرج مسلم من حدیث ثوبان والمغیرۃ وجابر بن سمرۃ وجابر بن عبد اللہ ومعاویہ بن ابی سفیان والفاظھم متقاربۃ۔ لا تزال طائفۃ من امتی قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم او خالفھم حتی یاتی امر اللہ و ھم ظاھرون علی الناس ترجمہ صحیح مسلم میں ثوبان اور مغیرہ اور جابر بن سمرہ اور جابر بن عبد اللہ اور معاویہ بن ابو سفیان سے روایت ہے جن کی روایتوں کے الفاظ قریب قریب ہیں۔ میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ موجود رہیگا اور قائم بامر اللہ یعنی حق پر قائم رہیگا

یعنی رسول اللہ کے اصلی دین پر ثابت قدم رہیگا اور اُس حق پر قائم رہنے والے گروہ کو وہ گروہ جو حق پر قائم رہنے والے کا مخالف ہوگا یا مخذول کریگا کچھ نقصان نہ پہنچا سکیگا یہاں تک کہ حکم خدا ہوگا یعنی ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ وہی گروہ حق (جو کس مپرسی کی حالت میں تھا) تمام آدمیوں پر غالب ہو جائیگا۔ اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ وہ گروہ حق پر ہے اور قائم بامر اللہ ہے جس کی مخالفت کی جائیگی اور وہ مخذول کیا جائیگا یعنی بنظر حقارت دیکھا جائیگا نہ اُس پر اجماع ہوگا نہ اُس سے مسائل دینی دریافت کیے جائیں گے، نہ اُس کو سلطنت ہوگی مگر اس مخالفت سے اور مخذول کرنے سے کچھ ضرر اُسکو نہ پہنچے گا اور انجام کار وہی گروہ سب آدمیوں پر غالب ہو جائیگا +

کیا اِس حدیث کے مضمون سے روز روشن کی طرح عیاں نہیں ہے کہ وہ گروہ جو حق پر قائم ہے اہل بیت رسول اللہ ہیں کیونکہ جتنی شرطیں حدیث مندرجہ بالا میں درج ہیں وہ سب اہلبیت رسولؐ میں موجود ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ اُن کی بیحد مخالفت کی گئی، اُن کو مخذول کیا گیا، معمولی مسلمان کی بھی کچھ وقعت ہوتی ہوگی مگر اُن کے ذلیل اور حقیر کرنے کی اور اُن کا نام گم کرنے کی اور اُن کو قید میں رکھنے کی اور اُن کو قتل کرنے کی اور اُن کو زہر دینے کی بے انتہا کوششیں کی گئیں اور یہ جو لکھا ہے کہ آخر میں وہ سب آدمیوں پر غالب ہو جائینگے یہ حال بھی اہلبیت علیہم السّلام ہی کا ہے کیونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ غالب ہونے والا یعنی مہدی آخر الزماں اہلبیتؑ ہی میں سے ہوگا۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ غالب ہونے سے پہلے وہ مخذول اور حقیر کیے جائیں گے اور وہ بھی اہلبیتؑ ہی ہیں تو بالکل عیاں ہو گیا کہ جو گروہ حق پر قائم رہیگا وہ اہلبیتؑ اور اُن کے تابعین ہیں جن کے نیست و نابود کرنے کی بے حد کوشش کی گئی مگر اُن کو نیست و نابود نہ کر سکے اور غالباً یہی مطلب حدیث کے اس فقرہ کا ہے کہ اُن کے مخالفین اُن کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے یعنی اُن کو نیست و نابود نہ کر سکیں گے، چنانچہ اُن کے تابعین باوجود

بے انتہا قتل و غارت ہونے کے دنیا میں موجود ہیں اور روز بروز تعداد میں ترقی کرتے جاتے ہیں اور انجام کار سب پر غالب ہو جائیں گے۔

حدیث مندرجۂ بالا کو لکھکر شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۱۸ پر یہ رائے تحریر فرمائی ہے:-

"محتمل است کہ حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالت بر موافقت ہمیں حدیث محمول باشد بر آنکہ طائفہ بر حق باشد آخذ بسنت و قائم بواجبات ملت نہ بمعنی حجت اجماع لکن المعنی الاول ھو المشھور الذی حمل علیہ جماھیر الفقھاء واللہ اعلم۔"

اِس عبارت کا خلاصۂ مضمون یہ ہے "احتمال ہے کہ حدیث مندرجۂ بالا کی موافقت کی وجہ سے حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالت کا یہ مطلب ہو کہ ایک طائفہ حق پر ہوگا، جو سنتِ رسول کا پیرو ہوگا اور واجبات ملت پر قائم ہوگا نہ بمعنی حجتِ اجماع کے (یعنی جن عقائد و اعمالِ حقہ پر وہ قائم ہوگا اُن پر اجماع نہ ہوا ہوگا) لیکن میرے نزدیک معنی اول ہی مشہور ہیں جن پر حدیث مذکور کو جمہور فقہا نے محمول کیا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے۔"

افسوس ہے کہ اِس حدیث سے کہ ایک گروہ بغیر حجت اجماع کے حق پر ہوگا اسکا احتمال لکھتے ہیں یقین نہیں لکھتے جیسا کہ حدیث سے علانیہ ظاہر ہے۔ اِس کے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ نہیں حجت اجماع ہی صحیح ہے جسکو علمائے سلف یعنی جمہور فقہا نے مان لیا ہے مگر اُس حجتِ اجماع کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل سوائے اجماع سلف نہیں لکھتے۔

ہائے افسوس! کہ حدیثِ معتبر کے مضمون کا انکار اس بنا پر کرتے ہیں کہ علمائے سلف نے انکا خیال نہیں کیا اور اجماع ہی کو مسلم رکھا۔

حدیث رسول کے مقابل علمائے سلف کی رائے کو صحیح کہنا مسلمان سے بہت بعید ہے۔

حدیث رسول کو نہ ماننے اور اُسکے مقابل علمائے سلف کی رائے کو صحیح ماننے کی وجہ یہ ہوئی کہ اگر حدیث مذکور کو مانتے ہیں جس سے بغیر اجماع کے ایک گروہ کا حق پر ہونا ثابت ہوتا ہے تو حضرت ابوبکر وغیرہ کی سلطنت جو اجماع سے ہوئی تھی غلط ہوئی جاتی ہی لہذا حدیث مذکور کے مضمون سے انکار کیا گیا اور علمائے سلف کی رائے صحیح مانی گئی۔

حدیث مذکور کے نہ ماننے کا زیادہ افسوس اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ حدیث بطور تفسیر آیت ذیل کے فرمائی گئی ہے۔ اور اہلِ حق کا قاعدہ کلیہ ہی کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو یا مخالف نہ ہو وہ صحیح ہے اور اگر مخالف ہو تو غلط ہے۔ پس ایسی حدیث کو جو بطور تفسیر آیت ذیل کے ہے اُسکو نہ ماننے کی وجہ سوائے ہٹ دھرمی اور حق کو چھپانے کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ وہ آیت یہ ہے (دیکھو پ ۲۰ ع ۱) "وَنُرِیْدُ[1] اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۙ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ"

ترجمہ اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور کر دیے گئے (یعنی کمزور کیے جائینگے) (احسان اِس طرح کرینگے کہ اُن کمزوروں کو امام اور سردار بنائینگے اور اُنہی کو سلطنت کا وارث اور قابض قرار دینگے اور زمین میں اُنکو تسلط عطا کرینگے اور فرعون و ہامان اور اُنکے لشکروں کو (جو اُنکو بوجہ اپنی کثرت کے غلبہ پا کر کمزور کر دینگے) اُنہی کمزوروں کے ہاتھ سے وہ امور دکھا دینگے جن کا فرعون وغیرہ کو خطرہ تھا۔

اِس آیت کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کمزور کیے جائینگے اور وہ

---

[1] یہ آیت قرآن میں حضرت موسےٰ اور فرعون کے تذکرہ میں درج ہو جو نزولِ قرآن سے پہلے گزر چکے اور اس آیت میں صیغے نرید۔ نمن۔ نجعل۔ نمکن اور نری مضارع کے ہیں جو زمانہ حال اور استقبال کیلیے آتے ہیں نہ زمانہ ماضی کیلیے جو زمانہ حضرت موسےٰ سے متعلق ہو سکے اور زمانہ حال یعنی نزولِ قرآن سے اسلیے متعلق نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ زمانہ رسالتمآب میں کمزور نہیں کیے گئے بلکہ حضرت کے بعد کمزور کیے گئے ہیں لہذا یہ صیغے زمانہ آئندہ سے متعلق ہیں اور استضعفوا بصیغہ ماضی اسلیے بولا گیا ہے کہ جو

ضعیف شدہ لوگ عوام الناس نہ ہونگے بلکہ ایسے ہوں گے جو امام مانے جانے کے قابل ہوں۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ میں اُن کو امام بناؤں گا۔ مگر لوگ اُن کو ضعیف کر دینگے اور امام نہ مانیں گے، اور حقدار سلطنت ہونگے، مگر سلطنت پر اُنکو قبضہ بوجہ غلبۂ فرعون و ہامان نہ مل سکیگا جبھی تو خدا نے ارادہ کرلیا ہے کہ اُن کمزوروں کو امام بنائے گا اور زمین میں اُنکو تسلّط عطا کریگا اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو اُنہی کمزوروں کے ہاتھ سے وہ امور دکھلائیگا جن کا وہ خوف کیا کرتے تھے کہ یہ لوگ اگر حاکم ہوگئے اور سلطنت سے جُدا نہ رکھے گئے تو بموجب احکام خداوندی پورا عمل درآمد ہوگا اور ہماری اغراض نفسانی وحصول دولت دنیا کا منصوبہ خاک میں مل جائیگا اور خدا کی نافرمانیوں کی سزائیں بلا رو و رعایت دیجائیں گی ؏

نتیجہ۔ کمزوروں سے مُراد ائمۂ اہلبیت علیہم السّلام ہیں جن کے کمزور ہو جانے میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس امر سے کہ وہ امام بنائے جائیں گے ظاہر ہے کہ وہ پہلے ہی سے منجانب اللہ امامت کے لیے نامزد ہوئے تھے مگر اُن کی امامت مانی نہ گئی اور وہی بوجہ نائب رسُول ہونے کے وارث سلطنت تھے مگر سلطنت اُن کی قبول نہ کی گئی جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے ارادہ کرلیا ہے کہ اُن کو امام بھی بناؤنگا اور سلطنت پر تسلّط بھی عطا کرونگا وغیرہ وغیرہ ؏

اب اس آیت کے مضمون کو حدیث ثوبان وجابر وغیرہ مندرجہ ازالۃ الخفا مقصدِ اوّل صفحہ ۱۱۰ سطر ۲۴ تا ۲۶ کے مضمون کو مطابق کرکے دکھلایا جاتا ہے:۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) علم میں اُن کا ضعیف ہونا ایک واقعہ شدنی ہے اور خدا تعالےٰ واقعہ شدنی کو بطور واقعۂ گذشتہ بیان کرتا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَنَادٰی[1] اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ (پارہ ۸ رکوع ۱۲) وَنَادٰی[2] اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ وَنَادٰی[3] اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (پ ۸ ع ۱۲) ترجمہ اہل جنت[1] نے اہل دوزخ کو آواز دی۔ اہل اعراف[2] نے آواز دی۔ اہل دوزخ[3] نے اہل جنت کو آواز دی

مضمونِ حدیث	مضمونِ آیت
ایک گروہ ہمیشہ موجود رہیگا جو قائم بامر اللہ ہوگا یعنی حق پر ہوگا مگر مخذول (حقیر) کیا جائیگا اور اُس کی مخالفت کی جاوے گی۔ آخر میں ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ وہ کمزور گروہ اور قائم بالحق آدمیوں پر غالب آجاوے گا	ایک گروہ جو قابلیتِ امامت اور استحقاق سلطنت رکھتا ہے کمزور کردیا جائیگا جو معنی مخذول (یعنی حقیر) کیے جانے کے ہے۔ آخر میں خدانے ارادہ کرلیاہی کہ اُن کمزوروں کو امام بناے اور زمین میں اُنکو تسلط عطا کرے اور اُنکے مخالفونکو اُنہی کمزوروں کے ہاتھ سے سزا دلواے

مضمونِ حدیث اور مضمون آیت کی پوری مطابقت میں منصف مزاج کو تو شک ہو نہیں سکتا اور واقعات آخری مندرجہ حدیث و آیت امام مہدیؑ صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی آبایہ الکرام کے زمانہ میں ہونگے۔

اب ایک اور ثبوت لکھتا ہوں کہ وہ گروہ اُمت محمدی کونسا ہے جو حق پر ہے اور قائم بامر اللہ ہے اور وہ گروہ دنیا میں ہمیشہ رہیگا؟

وہ اہلبیتِ رسولؐ ہیں جو مخذول کیے گئے، جو روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اُن کا حق پر قایم ہونا حدیثِ ذیل سے ظاہر ہے جو نواب صدیق حسن خاں صاحب پیشواے اہلحدیثِ ہندوستان نے اپنی کتاب حججُ الکرامۃ فی آثار القیامۃ میں بصفحہ ۳۵۴ سطر ۱۹ علامات ظہور مہدیؑ میں تحریر کیا ہے کہ "ندا کند منادی از بام آسمان آگاہ باشید کہ حق در آلِ محمدؐ است" ترجمہ (مہدیؑ کے ظہور کے دن) ایک منادی یعنی فرشتہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸) حالانکہ یہ اُمور ابھی واقع نہیں ہوئے مگر چونکہ خدا کے علم میں یہ اُمور شدنی ہیں لہذا انکو بطور واقعۂ گذشتہ بیان کردیا۔ اِسی طرح سے ان لوگوں کا کمزور کیا جانا بھی خدا تعالےٰ کے علم میں شدنی ہے لہذا اس کو بھی بصیغہ ماضی بیان کردیا اور باقی صیغے سب زمانۂ آیندہ کے متعلق ارشاد کیے ۱۲ مصنف

آسمان سے ندا دیگا کہ حق آلِ محمد میں ہے +

اب پھر حدیث ثوبان وجابر وغیرہ منقولہ از ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۱۸ سطر ۲۴ تا ۲۶ پر غور کرو جس میں درج ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہیگا مگر مخذول کیا جائیگا اور آخر کو سب پر غالب آجائیگا۔ اِن سب مضامین کو ملاکر یہ نتیجہ یقیناً نکلتا ہے کہ جو گروہ ہمیشہ حق پر رہیگا وہ آل محمد واہل بیتِ رسول ہی ہیں کیونکہ اِن کا مخذول ہونا تو آفتاب کی طرح عیاں ہے جسکے ثبوت کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور حق پر ہونا اِس ندائے آسمانی سے ظاہر ہے جس کی پیشین گوئی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے کہ یہ ندا آسمان سے ہوگی کہ حق آلِ محمدؐ کے ساتھ ہے اور اہلبیت کا غالب ہونا آخر کو خود اسی حدیث ثوبان وغیرہ میں درج ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں ہوگا +

منصفو بھلا اب اس بات میں کچھ شک ہوسکتا ہے کہ وہ گروہ جو ہمیشہ حق پر رہیگا اہلبیتِ رسالت ہی ہیں +

مگر افسوس ہے نواب صدیق حسن خاں کے حال پر کہ اپنی کتاب حجج الکرامۃ میں یہ تو لکھدیا کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ بروز ظہور مہدیؑ آسمان سے ندا ہوگی کہ حق آلِ محمدؐ کے ساتھ ہے مگر یہ خیال نہ کیا کہ اِس ندائے آسمانی نے آیا کسی تنازع کا فیصلہ کیا یا یہ ندا مہمل بے معنی ہے۔ یقیناً اِس ندائے آسمانی نے ایک امر اہم کا فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات سے آج تک یہی تنازع توما بین شیعہ وسُنّی واقع ہے کہ آیا ائمہ اہلبیتؑ رسول حق پر ہیں جن کی امامت کے شیعہ قائل ہیں یا خلفائے ثلاثہ وغیرہ حق پر ہیں جنکو اہلِ سُنّت وجماعت بعدِ رسول اپنا پیشوا سمجھتے ہیں۔ سو اِس ندائے آسمانی سے اسی تنازع کا فیصلہ ہوتا ہے کہ حق خلفائے ثلٰثہ کے ساتھ نہیں تھا بلکہ حق ہمیشہ سے آلِ محمدؐ کے ساتھ ہے +

زیادہ افسوس اِس بات کا ہے کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اِس وقت کیوں

قبول نہ کیا تاکہ پیروان و محبان آلِ محمدؐ میں شمار ہوتے جنکا ہمیشہ حق پر ہونا ثابت ہو چکا جیساکہ شیعیان علی ابن ابیطالبؑ اِس حدیث کی بنا پر کہ علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کیساتھ اِس امر کو قبول کیے ہوے ہیں کہ بعد رسول نائبان برحق ائمہ اہلبیتؑ ہیں اور اِس حق کے قبول کرنے کی وجہ سے رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے "اے ابوالحسن تو و شیعۂ تو درجنت اند" (دیکھو حج الکرامۃ فی آثار القیامۃ مصنفۂ نواب صدیق حسن خاں اہلحدیث صفحہ ۲۲۶ سطر آخر و صفحہ ۲۲۷ سطر اوّل) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے ابوالحسن (علیؑ) تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں"+

چونکہ اِس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ناجی فرقہ شیعہ ہے اِس لیے نواب صدیق حسن خان مذکور نے اِس حدیث کے بدیہی نتیجہ پر یہ جرح کی ہے کہ شیعیانِ علیؑ وہ ہیں جو اعمال میں قدم بقدم علیؑ کے پیرو ہوں+

قابل غور یہ امر ہے کہ جو لوگ علیؑ کے قدم بقدم چلتے ہیں وہ اصل میں تو رسول اللہ پر ایمان کامل لانے والے ہیں پھر اُن کو شیعہ علی کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ تو رسول اللہ کے کامل پیرو ہیں+

پس اس گروہ کو حضرت علی کے شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد کچھ لوگ خلفاے ثلثہ کی پیروی اختیار کرینگے اور کچھ حضرت علی کی پیروی اختیار کرینگے۔ جو لوگ حضرت علیؑ کی پیروی اختیار کریں گے اُن کو شیعہ علی کہا گیا ہے تاکہ وہ لوگ تابعین خلفاے ثلثہ سے ممتاز رہیں چنانچہ وہ شیعیان علیؑ عقائد و اعمال تعلیم کردہ خلفاے ثلثہ سے بیزار ہیں اور اُن عقائد (توحید۔ عدل۔ نبوتؐ۔ امامت۔ قیامت) اور اُن اعمال کی پیروی کرتے ہیں جو حضرت علیؑ و دیگر ائمہ اہلبیتؑ نے تعلیم کیے ہیں اِس لحاظ سے وہ شیعیان علی کہلاتے ہیں۔ گو اُن سے اُس درجہ کامل پر عمل صادر نہوتے ہوں جیسا کہ چاہیے مگر عقائد میں وہ اہلبیتؑ کے ضرور پیرو ہیں۔ جیساکہ جو لوگ رسول اللہ پر ایمان

لائے اور جنہوں نے رسول اللہ کے بتلائے ہوئے عقائد کو قبول کیا وہ مسلمان اور امت
محمدی کہلاتے ہیں اگرچہ اُن سے رسول اللہ کے سے افعال کامل طور پر صادر نہ ہوتے
ہوں اسی طرح جو لوگ اہلبیت رسول یعنی حضرت علیؑ وغیرہ کے بتلائے ہوئے عقائد
کو مانتے ہیں وہ شیعیان علی کہلاتے ہیں اگرچہ اُن سے اعمال حضرت علیؑ کے سے
کامل طور پر صادر نہ ہوتے ہوں۔ اور چونکہ حضرت علیؑ کے تعلیم کردہ اعمال بجنسہ وہی ہیں
جو رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تعلیم کیے تھے لہذا رسولؐ نے اُنہی شیعیانِ علیؑ
کو جنتی فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجی فرقہ شیعہ ہی ہے
بخلاف تابعین خلفائے ثلثہ کہ وہ اُن عقائد پر قایم ہیں جو خلفائے ثلثہ نے خلاف تعلیم
رسول اللہ تعلیم کیے ہیں اور وہ لوگ عقائد و اعمال میں بہت سے اُمور میں تعلیم اہلبیتؑ
سے (جو بجنسہ تعلیم رسول اللہ ہے) اختلاف رکھتے ہیں (کیا کسی کی مجال ہے کہ تعلیم
اہلبیتؑ اور تعلیم خلفائے ثلثہ میں اختلاف ہونے سے انکار کر سکے؟)
اسی وجہ سے وہ تابعین خلفائے ثلثہ شیعیان علیؑ کے گروہ سے جو بقول رسولؐ
بہشتی ہے خارج ہیں۔

یہاں سے ہم پھر مکاشفات کی طرف رجوع کرتے ہیں:-

باب ۱۲ آیت ۱۵ "پھر اُس سانپ (ابلیس) نے اپنے منہ سے پانی ندی کے
مانند اُس عورت کے پیچھے بہایا تاکہ ایسا ہووے کہ اُسے (عورت یعنی نبوت
کو) ندی بہا لیجاوے"

آیت ۱۶ "پر زمین نے اُس عورت کی مدد کی کہ زمین نے اپنا منہ کھولا
اور اُس ندی کو جو اژدہے نے اپنے منہ سے بہائی تھی پی لیا"

چونکہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ عورت سے مُراد نبوت محمدی ہے اور سانپ سے
مُراد شیطان ہے اور یہ بھی ذکر ہو چکا کہ سانپ اِس پر آمادہ ہے کہ اُس عورت کے

فرزندِ نرینہ کو نگل جاوے جو لوہے کا عصا لیکر سب قوموں پر حکومت کریگا ؀

اب اِن دو آیات نمبرہ ۱۵ و ۱۶ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ شیطان نے اُس فرزندِ مقدس کے نگل جانے کی کیا صورت اختیار کی اور انجام کیا ہوا ؀

وہ صورت یہ اختیار کی کہ اُس سانپ نے اپنے مُنھ سے پانی مثل ندی کے عورت (نبوت) کے پیچھے بہایا تاکہ اُسے بہالیجاوے ؀

تاریخی واقعات سے ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی پانی نبوت مذکورہ کے فنا کرنے کیلیے بہایا گیا ہو پس دیکھنا یہ ہے کہ جو پانی شیطان نے عورت (نبوت) کے بہالیجانے کو بہایا تھا اُس سے کیا مراد ہے ؀

اس کی شرح اِسی مکاشفات یوحنا کے باب ۱۷ آیت ۱۵ میں ہے:- (دیکھو آیتِ مذکورہ جو ذیل میں لکھی جاتی ہے)-

آیت ۱۵ "پھر اُس فرشتہ نے مجھ سے کہا وہ پانی جو تو نے دیکھے (اُس سے مراد) کو گن اور گروہیں اور قومیں اور اہلِ زبان ہیں"

پس معلوم ہوا کہ پانی سے مراد لوگ اور قومیں اور گروہ ہیں - اس سے ظاہر ہوگیا کہ شیطان نے جو پانی اپنے منھ سے مثل ندی کے اُس نبوت کے پیچھے بہایا تھا اُس سے یہ مطلب ہی کہ شیطان نے گروہ گروہ آدمیوں کی قوموں کو رسول اللہ کی مخالفت پر کھڑا کر دیا تاکہ یہ لوگ اور قومیں سب ملکر نبوت کو نیست و نابود کر دیں اور ایسا ہی ہوا بھی ہے جو تاریخ سے عیاں ہے کہ جونہی آنحضرتؐ نے اظہارِ نبوت کیا تو کل عرب عموماً اور اہل مکہ خصوصاً آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے تابعین کو فنا کرنے پر آمادہ ہو گیے جسکو پیشینگوئی مذکورہ کے محاورہ میں شیطان کے مُنھ کی ندی بیان کیا ہے اور سب سے زیادہ اُنمیں سے قبل اسلام قبول کرنے کے حضرت عمر تھے -

چنانچہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۴۲ مقصد اول سطر ۲۱ میں خود حضرت عمر کا قول اُس واقعہ

میں جس میں انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ خود کیا ہے، اُس کا پہلا فقرہ (کنت اشد الناس علی رسول اللہ) تحریر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (رسول اللہ پر سب آدمیوں سے زیادہ میں سخت تھا) اور اسی سختی کی طرف روایت مذکور کے آخر میں اشارہ ہے کہ مسلمان لوگ اُن کے مسلمان ہونے سے خوش ہو گئے جس سے یہ مطلب ہے، کہ مسلمانوں کے دشمنوں کے گروہ میں سے جو اُن کا سخت دشمن تھا وہ اُس گروہ میں سے کم ہو گیا اور ہم میں شامل ہو گیا اور یہ بھی کہ وہ غریب اور بیکس مسلمان (جن کو حضرت عمر تنہا پا لیتے تھے تو سخت ایذا دیتے تھے) خوش ہو گئے کہ اب ہم اُن ایذاؤں سے بچ گئے جو حضرت عمر کے ہاتھ سے ہمکو پہنچتی تھیں۔ کیونکہ وہ اب خود مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ سوانح عمری حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام مولفہ پرکاش دیوجی پرچارک برہمہ دھرم مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۶۹ میں حضرت عمر کے اسلام لانے کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے کہ اس خبر کو سنکر جو مظلوم اپنے گھروں میں خوف زدہ بیٹھے تھے جن بچوں کے ماں باپ، جن بیویوں کے شوہر، جن بیواؤں کے سرپرست جلاوطن ہو کر پردیس چلے گئے تھے اُن کی جان میں جان آگئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جن مظلوموں کا تذکرہ ذی علم مصنف نے کیا ہے وہ سب حضرت عمر کے ظلم کا نشانہ (قبل اسلام حضرت عمر کے) بنے رہتے تھے اور بعض وطن چھوڑ کر چلے گئے تھے اسی سبب سے اُن بیچارے غریب بے پر مسلمانوں کی جان میں جان آگئی کہ اب ظلموں سے نجات مل گئی۔ اور اسی طرح قبل اسلام ظاہر کرتے ہے ابوسفیان ومعاویہ وغیرہ کل خاندان بنی اُمیہ وابوجہل وابولہب وغیرہ کوشاں تھے کہ نبوت محمدی کو نیست ونابود کر دیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ شیطان کے مُنہ کی ندی سے مُراد گروہ گروہ مردم ہیں جو نبوت کے مٹانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

اب دوسری آیت (یعنی آیت ۱۶) کو دیکھیے جس میں مخالفت کا انجام بیان ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ "زمین نے اُس عورت کی مدد کی اور اُس ندی کو جو شیطان نے اپنے مُنہ سے بہائی تھی پی لیا"۔

واقعات تاریخی سے معلوم نہیں ہوتا کہ جناب رسالتمآب کی مدد بمقابلہ ندی (اگروہِ مردم کے) جو شیطان نے اپنے منہ سے اس لیے بہائی تھی کہ نبوّت کو نیست و نابود کر دے زمین نے کچھ مدد کی ہو پس دیکھنا یہ ہے کہ اس زمین سے کیا مُراد ہے جس نے رسول اللہ کی مدد کی ہو +

واقعاتِ تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی مدد بمقابلہ کفارِ قریش مکہ و دیگر مخالفین حضرت ابو تراب (مٹی کا باپ) (جو لقب سرورِ کائنات جناب رسالت مآبؐ نے جناب علی مرتضےٰ کو عطا فرمایا تھا) نے کی ہے +

پس معلوم ہوا کہ مکاشفات میں جو ذکر ہے کہ زمین نے مدد کی اُس سے مراد ابو تراب کی مدد ہے کیونکہ جب ثابت ہو چکا کہ ندی سے مراد گروہ مردم ہے اور زمین نے اُس ندی کو پی لیا تو یقیناً یہ امر ظاہر ہے کہ گروہِ مردم کو پی لینے سے مراد اُن کا قتل ہے جو جناب ابو تراب (مٹی کے باپ علیؑ مرتضےٰ) کے ہاتھ سے ہوا اور تُراب کے معنی مٹی ہیں اور تعجب نہیں کہ اصلی زبانِ مکاشفات کے مترجم نے بجائے مٹی کے باپ کے اس لیے زمین ترجمہ کر دیا ہو کہ اُس نے خیال کیا ہو کہ لفظ (مٹی کا باپ) بے معنی ہے کیونکہ اُسے علم نہ تھا کہ کوئی شخص اس نام (ابو تراب) کا دنیا میں آنے والا ہے لہٰذا صرف زمین ترجمہ کر دیا +

اِن واقعات نے یقیناً ثابت کر دیا کہ زمین نے مدد نہیں کی بلکہ ابو تراب (مٹی کا باپ) نے مدد کی ہے۔ چنانچہ ازالۃ الخفا فارسی مقصد اوّل صفحہ ۲۰۵ سطر ۱۰ مطبوعہ بانس بریلی میں تحریر ہے کہ رسول اللہ نے بروزِ معراج ساقِ عرش پر لکھا دیکھا (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَیَّدْتُہٗ بِعَلِیٍّ) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کوئی عبادت کے قابل نہیں

محمد اللہ کے رسول ہیں جن کی مدد میں نے (خدا نے) بذریعہ علیؑ کے کی +

اب کچھ ذکر اس کا کرتا ہوں کہ رسولِ خدا کی اُس گروہ کفار کے مقابلہ میں (جسکو محاورۂ مکاشفات میں شیطان کے مُنہ کی ندی کہا گیا ہے) زمین یعنی ابوترابؑ نے کیا کیا مدد کی اور کس کس طرح اُس شیطانی ندی کو پیا یعنی قتل کیا +

اُس مدد کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفارِ مکہ نے شبِ ہجرت یہ ارادہ مُصمم کرلیا کہ آج شب کو آنحضرتؐ کو قتل کرڈالیں (یعنی شیطانی ندی نے چاہا کہ نبوت کے فرزندِ مقدس کو فنا کردے) تو رسول اللہ کے بچانے کی غرض سے جناب امیر علیہ السلام (ابوتراب ہی کے باپ) جناب رسولِ خدا کی جگہ قتل ہونے کے لیے آنحضرتؐ کے بستر پر رسول اللہ کی سبز چادر اوڑھکر لیٹ رہے اور رسول اللہ کو اُس دن قتل ہوجانے سے بچالیا جس سے نبوت قائم رہی اور کفار کا جو ارادہ اِس شب کو اُس نبوت کے فنا کردینے کا تھا وہ ابوترابؑ کے اس فعل (بستر رسولؐ پر لیٹنے) کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا جس جانبازی کی تعریف خداوند تعالیٰ نے آیتِ ذیل میں کی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (پ۲ - ع۹) جس کا ترجمہ یہ ہے "کہ آدمیوں میں سے بعض ایسا (سچا مؤمن مخلص) ہے کہ جو رضامندیٔ خداوند تعالیٰ کے خریدنے کے لیے اپنی جان فروخت کرتا ہے" جس کو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شبِ ہجرت کی جانبازی کی تعریف میں نازل ہوئی ہے +

جب رسولِ خدا ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو کفارِ مکہ نے نبی اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے کیلیے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تو بضرورتِ مدافعت حضرتؐ نے بحکمِ خدا کفار کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور ایسے مواقع رسول اللہ کی زندگی میں بکثرت واقع ہوئے جن میں مخالفین کا قطعی ارادہ تھا کہ رسول اللہ اور اُن کے تابعین کو روئے زمین سے فنا کردیں چنانچہ جب بھی کفار مدینہ منورہ پر چڑھکر آئے شکست کھاکر واپس ہوئے +

چنانچہ اوّل بمقام بدر لڑائی ہوئی تو اُس جنگ میں عتبہ و شیبہ و ابو لہب وغیرہ نامی اشخاص کفار مکہ کو (جن کو محاورہ مکاشفات میں شیطان کے مُنھ کی ندی لکھا ہے) حضرت ابو تراب نے (جن کو محاورۂ مکاشفات میں زمین لکھا ہے) قتل کیا اور اُن کو زیر زمین پہنچا دیا۔

اس کے بعد جنگ احد و جنگ خندق و خیبر و جنگ حنین وغیرہ وغیرہ ہوئیں اور یہ سب جنگیں بزور بازوے حیدر کرار ابو تراب فتح ہوئیں اور کفار نے جو حربہ اس نبوت کے فنا کرنے کا جب کبھی کیا وہ بزور بازوے ابو تراب رد ہوتا رہا۔

پس ثابت ہو گیا کہ اُس عورت (نبوت محمدی) کی مدد مقابلہ شیطانی ندی (گروہ کفار) کے زمین نے نہیں کی بلکہ مٹی کے باپ (ابو تراب) نے کی ہے اور آنحضرت کو محفوظ رکھا۔ پھر اُسی باب ۱۲ کی آیت ۱۷ کو دیکھیے جس کے الفاظ یہ ہیں "اور اژدہا عورت پر غصہ ہوا اور اُس کی باقی اولاد سے جو خدا کا حکم مانتے اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں لڑنے گیا"۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ جب اژدہا (ابلیس) نے دیکھا کہ وہ اُس عورت (نبوت) کے فرزند نرینہ پر بوجہ امداد ابو تراب غالب نہ ہو سکا اور جو تدبیر اُس کے فنا کر دینے کے لیے کی تھی یعنی پانی مثل ندی کے اُس کے پیچھے بہایا تھا (یعنی کفار کو اُس کے فنا کر دینے پر آمادہ کر دیا تھا) اُس کو زمین نے پی لیا یعنی ابو تراب (مٹی کے باپ) نے اسکو قتل کر کے تہ خاک کر دیا تو اژدہا (ابلیس) عورت (نبوت) پر غصہ ہوا اور اُسکی باقی اولاد سے لڑنے گیا (اُن سے لڑنے کا سامان کیا) جو خدا کا حکم مانتے اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں۔

اس آیت میں چار لفظ مندرجۂ ذیل تشریح طلب ہیں اُنکا مطلب الگ الگ بیان کیا جاتا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:-

نمبر ۱۔ عورت کی باقی اولاد۔

نمبر ۲۔ وہ اولاد خدا کا حکم ماننے والی ہے

نمبر ۳۔ وہ اولاد یسوع مسیح کی گواہی رکھنے والی ہے

نمبر ۴۔ اژدہا (ابلیس) اُس بقیہ اولاد سے لڑنے گیا (یعنی لڑنے کا سامان مہیا کیا)۔

شرح نمبر ایعنی عورت کی باقی اولاد

چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ عورت نبوّتِ آخری ہے جو سورج کو اوڑھے ہوئے تھی اور سورج سے مراد رسول اللہ ہیں تو بقیہ اولاد سے مُراد چاند (جناب فاطمہؑ زہرا) اور بارہ ستارے (بارہ امام) ہوئے جن کا تاج اُس عورت کے سر پر سورج کے نیچے ہے یعنی اُس سورج کے نائب ہیں۔

اسلام میں بھی اِن کو اسی لفظ (اولاد نبوت) کے ہم معنی الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے چنانچہ اُن کی نسبت آلِ بیتِ نبوّت (نبوّت کے گھر کی اولاد) یا اہلِ بیتِ نبوّت (نبوّت کے گھر والے) بولا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اُس عورت کی بقیہ اولاد سے بارہ امام علیہم السلام اور ایک چاند یعنی جناب فاطمہؑ زہرا مراد ہیں (صلوات اللہ علیہم) یعنی ۱۳ شخص بقیہ اولاد ہیں اور اولادِ اوّل واکبر سورج یعنی رسول اللہؐ ہیں۔ پس یہ نبوّتِ آخری (جس کی خوشخبری تمام انبیاء کو دی گئی تھی) مجموعہ چودہ حضرات کا ہے جن میں سے ایک نبیؐ ہیں اور بارہ نائب ہیں اور ایک خاتون مطہرہ یعنی جناب سیدہ ہیں [اور یہ اس لیے شامل ہیں کہ سورج (رسول اللہ) کی دختر اور ایک ستارہ اوّل کی زوجہ اور بقیہ ستاروں کی والدہ یا دادی ہیں] اور یہی بقیہ اولاد نبوّت وہ لوگ ہیں جن پر بحکم خدا اور رسول بلفظ آلِ محمد درود پڑھا جاتا ہے۔ جو نائبان نبی ہونے کی حیثیت سے جزو نبوت ہیں چنانچہ وہ عورت (نبوّت) اس طرح نظر آئی ہے کہ سورج کو اوڑھے ہوئے اور بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر ہے۔ پس جبکہ وہ عورت (بدلائل مذکورہ) نبوّت مانی گئی تو سورج اور بارہ ستارے اُسکے اجزا ہوئے

ایک یعنی سورج بہ حیثیت نبی ہونے کے اور بارہ ستارے بہ حیثیت اُس نبی کے نائب ہونے کے یعنی بعد جناب رسالت مآب کے ہدایت کا کام (جو اصل میں نبی کا کام ہے) ان نائبان کے ذریعہ سے جاری رہیگا +

اِس درود آل محمدؐ کے مضمون کو ناظرین راقم کا طبع زاد تصور نہ فرمائیں کیونکہ اسکی تائید اُس آیت قرآنی کے مضمون سے کی جاتی ہے جس کے بموجب درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نیز اُس حکم نبوی سے تائید کی جاتی ہے جس میں رسول اللہ نے اُس آیت کی تعمیل کا طریقہ بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے جس کا کوئی فریق اسلام انکار نہیں کرسکتا کہ ایک روز جناب رسالت مآب ہنستے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے صحابہ نے ہنسی کی وجہ دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جس سے بہت بڑا شرف خداوند تعالےٰ نے مجھکو عنایت فرمایا ہے صحابہ کے دریافت کرنے پر حضرت نے آیت ذیل تلاوت فرمائی "اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اُس خاص نبی پر (بنی اسمٰعیل کا نبی جسکی خبر حضرت موسیٰ نے دی تھی نبی آخری خاتم النبیین جسکی آمد کی خوشخبری تمام انبیا کو دی گئی تھی اور جس کو انجیل یوحنا کے باب اول کی آیت ۲۱ میں "وہ نبی" لکھا ہے (جو بالکل النّبی کا ترجمہ ہے)) اُس نبی پر اللہ رحمت خاصہ بھیجتا ہے اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اے ایمان لانے والے لوگو تم بھی اُس نبی پر درود بھیجو اور سلام کرو جیسا کہ سلام کرنے کا حق ہے"

چونکہ النّبی کی تشریح میں باب اول انجیل یوحنا کی آیت ۲۱ میں لفظ وہ نبی آیا ہے اُس کی نسبت بھی کچھ عرض کردینا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کو مزید یقین اور عیسائی حضرات کو ہدایت ہوجائے +

اُن آیات انجیل یوحنا باب اوّل سے جو بطور حاشیہ ذیل میں تحریر کی گئی ہیں خوب واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل اہل کتاب یعنی یہودیوں کو تین شخصوں کا انتظار تھا جن کی بابت یہودیوں نے کاہنوں اور لاویوں کے ذریعہ سے حضرت یوحنا (حضرت یحییٰ پیغمبر) سے دریافت کرایا جن کا جواب حضرت یحییٰ ؑ نے انکار سے دیا۔ ایک حضرت مسیح کا انتظار تھا۔ ایک الیاس کا۔ ایک ایسے نبی کا جس کے واسطے صرف وہ نبی کہنا کافی تھا یعنی وہ نبی بعد حضرت مسیح اور الیاس کے ایسا مشہور نبی تھا جس کے واسطے صرف وہ نبی کہنا کافی تھا۔ پس یقیناً وہ نبی بعد حضرت مسیح کے آنے والا تھا اور بنی اسمٰعیل کا نبی تھا جس کی بابت اعمال حواریوں کے باب ۳ کی آیات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ نبی حضرت عیسےٰ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد اور مسیح کے آسمان سے اُترنے کے قبل ظاہر ہوگا۔ اور یہی وہ نبی ہے جس کی خوشخبری تمام انبیا کو دی گئی تھی جس کا ظہور حسب آیت ۷ باب ۱۰ مکاشفات یوحنا ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں (ساتویں صدی عیسوی) میں ہوگا جو خاتم النبیین اور تمام مخلوق کا بلکہ کل انبیا کا سردار ہوگا جسکی نسبت حضرت عیسےٰ نے انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰ میں فرمایا ہے کہ "اس جہان کا سردار آتا ہے۔" مضامین بالا کو دیکھکر کیا کسی منصف مزاج کو اس بات میں تامل ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ہی ہیں؟ جن کا ظہور ساتویں صدی عیسوی میں ہوا +

اب پھر آیت درود کی نسبت عرض کرتا ہوں :-

آیت درود کی تعمیل میں آنحضرت نے حکم دیا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

حاشیہ ۵ نقل چند آیات انجیل یوحنا باب اوّل آیت ۱۹ "اور یوحنا (حضرت یحییٰ نبی) کی گواہی یہ تھی جبکہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اُس (حضرت یحییٰ) سے پوچھیں کہ تو کون ہے آیت ۲۰۔ اور اُسنے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں آیت ۲۱۔ تب اُنہوں نے اُس سے پوچھا کیا تو الیاس ہے؟ اُس نے کہا میں نہیں ہوں (پھر اُنہوں نے پوچھا) آیا تو وہ نبی ہے اُس نے جواب دیا نہیں + ۱۲ مصنف

(بغیر دوسرے علیٰ کے) کہو۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ مطبوعہ مصر و مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ سنہ ۱۲۸۲ ہجری صفحہ ۷۰۸۔

چنانچہ جمہور اہل اسلام رسول اللہ کے زمانہ سے آج تک اِس حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ کوئی اللھم صل علیٰ محمدؐ و علیٰ آل محمد کہتا ہے اور کوئی بغیر دوسرے علیٰ کے اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمد کہتا ہے +

چونکہ آیت میں جس پر درود کا حکم ہے وہ ایک جگہ لفظ (النبی) ہے اور دوسری جگہ اُس کی ضمیر (ہ) ہے جو ضمیر واحد ہے جو نبی کی طرف پھرتی ہے پس معلوم ہوا کہ آیت میں النبی پر درود بھیجنے کا حکم ہے مگر شارح (رسول اللہ) نے اُس کی شرح محمدؐ و آلِ محمدؐ بتلائی ہے۔ یعنی محمدؐ و آل محمدؐ (محمدؐ نبی اور آلِ محمدؐ نائبان نبی) لفظ النبی میں داخل ہیں جیسا کہ مکاشفات یوحنا کے باب ۱۲ کی عورت (یعنی نبوت) کی بھی صورت ایک سورج (رسول اللہ) اور بارہ ستارے (نائبان رسول) کے ساتھ دکھائی گئی ہے +

آلِ محمدؐ کی تخصیص

اب آلِ محمدؐ کو دیکھنا ہے کہ یہ کون ہیں؟

یہ امر تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ خود رسول اللہ تو ہیں نہیں لہٰذا یا تو کُل اُمت محمدیؐ مراد ہوگی یا اُن میں سے کچھ مخصوص لوگ مراد ہوں گے +

اگر کُل اُمتِ محمدی مُراد لی جائے تو یہ امر آیت درود کے خلاف ہے کیونکہ آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو تم بھی اُس نبیؐ پر درود بھیجو جس پر خدا رحمتِ کاملہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ پس مسلمان تو درود بھیجنے والے ہوئے اور نبی وہ ہے جس پر درود بھیجنے کا حکم ہے تو کل مسلمانوں پر (آل محمدؐ قرار دیکر) درود کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ اُن کو تو نبی پر درود بھیجنے کا حکم ہے نہ کہ خود اپنے اوپر۔ اسلیے عام اُمت تو مُراد ہو نہیں سکتی +

پس لازم آیا کہ امت محمدی میں سے کچھ مخصوص لوگ ہیں جو کسی صورت سے لفظ نبی میں داخل ہیں یعنی نائبان نبی ہونے کی حیثیت سے لفظ نبی کے مصداق ہیں (بلحاظ انجام دہی خدمات نبی) و اجرائے کار ہدایت جو نبی کا اصل کام ہے نہ کہ فتوحات ملکی جو نبوت کا کام نہیں بلکہ وہ بضرورت مدافعت کفار واقع ہو جاتا ہے) داخل ہو سکیں اور اُن کے سوا اور کوئی آل محمد نہیں ہو سکتا اِس لیے کہ آیت میں النبی پر درود کا حکم ہے تو آل محمد سے اگر مراد ہو سکتے ہیں تو صرف وہی جو بحیثیتِ نائبان نبی لفظ النبی میں داخل ہو سکیں۔ اور وہ بارہ امام اہل بیت کے ہیں اور مکاشفات میں بھی سورج کے ساتھ بارہ ستارے ہیں اور رسول اللہ نے بھی خود فرمایا ہے کہ میرے بارہ خلیفہ ہونگے اور یہی مضمون مکاشفات یوحنا سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت (نبوتِ آخری) کے اجزا ایک سورج اور بارہ ستارے ہیں پس تعلیم رسول اللہ صلعم اور مضمون مکاشفات کا پورا پورا مطابق ہونا اظہر من الشمس ہے اور چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ محمد اور آلِ محمد پر خود حضرت نے اپنی حیات ظاہری میں درود پڑھنے کا حکم دیا تھا اور اُسی وقت سے عملدرآمد بھی شروع ہو گیا تو اُس وقت (حیات رسول میں) رسول اللہ پر بحیثیت نبی ہونے کے درود پڑھا جاتا تھا اور آل محمد پر بطور ولیعہد نبی کے پڑھا جاتا تھا تاکہ معلوم رہے کہ آلِ محمد بعد رسول اللہ کے منصب نبوت کے جانشین ہوں گے اُن پر ابھی سے درود پڑھنا شروع کرو تاکہ آئندہ گمراہی سے بچے رہو یعنی اِس درود کے طریقہ نے بتا دیا تھا کہ نائبان نبی وہ ہونے والے ہیں جن پر نبی کی شرکت میں ابھی سے درود پڑھنا شروع کرایا گیا ہے۔

چنانچہ بعد وفات رسول اللہ دشمنان آل محمد نے یہی خیال کر کے کہ آل محمد کا درود میں شامل ہونا ثبوت قطعی اِس کا ہے کہ یہی آلِ محمد نائبان نبی ہیں درود میں سے آل محمد نکال ڈالا جس کا ثبوت یہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "من لم یصلِ علیکم فلا صلوٰۃ لہ" یعنی اے آل محمد جو شخص تم پر نماز میں درود نہ بھیجے اُس کی نماز نہیں ہوتی جس سے

ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں نے آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا ترک کر دیا تھا اور زمانہ حال میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں خصوصاً مرزا قادیانی کی جماعت کہ وہ نصلی علیٰ رسولہ الکریم بغیر شمول آلِ محمدؐ لکھتے ہیں اور نواب مشتاق حسین خاں ملقب بہ نواب وقار الملک کمبوہ ساکن امروہہ نے بعد تحریر وقف نامہ علی الاولاد کے جو ایک رسالہ شائع کیا ہے اُس کے دیباچہ کی سطر اوّل میں محمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم تحریر کیا ہے یعنی درود میں سے خلاف حکم رسول اللہ آلِ محمدؐ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ رسالہ ۹ جون ۱۹۱۵ء کو طبع ہوا ہے۔

مگر یہ آلِ محمدؐ کا درود سے نکال دینا اُن کے عقیدۂ فاسدہ کو اُس وقت مفید ہوتا جبکہ کتب احادیث سے رسول اللہ کی حدیث کو نکال ڈالتے جس میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کا حکم ہے چنانچہ تمام اہلسنت و جماعت سوائے خارجی جماعت کے اللّٰہم صل علی محمدؐ و علی آل محمد پڑھ رہے ہیں جب تک دنیا میں حدیث کی کتابیں موجود ہیں ان خارجیوں کے لفظ آلِ محمدؐ کو درود سے خارج کرنے سے کیا آلِ محمدؐ خارج ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں!

آلِ محمدؐ کی تعداد رسول اللہؐ نے بارہ خلیفہ کہکر بتلا دی۔ اور مکاشفات نے بارہ ستارے کہکر بتائی تو اب کسی شک کی گنجائش نہیں رہی کہ مکاشفات میں جو بقیہ اولاد عورت (نبوّت) کا ذکر ہے وہ ان بارہ امام اہلبیت کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا اور بقیہ اولاد عورت مذکور میں تیرھویں جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا ہیں جن کو مکاشفات میں چاند ظاہر کیا ہے۔

اب دیکھو زبور نمبر ۴۵ کے آخری فقرات کو جن کو دیکھکر سچے مومن اور منصف مزاج کے دل میں یقین ہو جائے گا کہ یہ آلِ محمدؐ۔ رسول اللہ کی اولاد یا بمنزلہ اولاد و نفس رسولؐ ہونا چاہیے اور اُن کو خود رسول اللہ نے سارے جہان کا سردار (یعنی اپنا نائب) مقرر کیا ہو یعنی امامت کے لیے نامزد کیا ہو اور وہ فقرات یہ ہیں:۔

"تیرے بیٹے تیرے باپ دادوں کے قایم مقام ہوں گے اور تو اُنہیں تمام

زمین کا سردار مقرر کریگا"۔

اِس آیت کے الفاظ کی شرح الگ الگ دکھائی جاتی ہے:۔

"تیرے" یہ خطاب ہے جناب رسالتمآبؐ کی طرف کیونکہ سارا زبور نمبر ۴۵ جناب رسالتمآبؐ کے ایسے علامات اور اوصاف سے بھرا ہوا ہے جو علامات حضرتؐ کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

"بیٹے" جس میں داماد اور اولاد شامل ہیں کیونکہ داماد بمنزلہ اولاد ہوجاتا ہے خصوصاً وہ داماد جو بمنزلہ نفس رسول اللہ ہو جیسا کہ آیۂ مباہلہ میں ابنائنا سے مراد حسنین اور انفسنا سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ باتفاق کل مفسرین اور موافق واقعۂ مباہلہ کے کہ مباہلہ کے وقت جناب امیر علیہ السلام بھی یقیناً رسول اللہ کے ساتھ گئے تھے کیونکہ اگر کوئی دشمن علی یہ کہے کہ انفسنا سے مراد علی علیہ السلام نہیں تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ خلاف شرائط مندرجہ آیت کے حضرت علیؑ کو ہمراہ لے گئے تھے جو امر محال ہے۔ پس لازم ہوا کہ انفسنا سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور اسی نفس رسولؐ ہونے کی وجہ سے بیٹوں سے مقدم ہوئے کیونکہ (علیؑ) تو بمنزلہ نفس رسول اللہ تھے اور علیؑ کا بمنزلہ اپنے نفس کے ہونا رسول اللہ نے حدیث غدیر کے الفاظ سے بھی ظاہر کیا ہے "من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ" میں جس کا مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ تو کیا ثابت نہ ہوا کہ رسول اللہ نے علیؑ کو بمنزلہ اپنے نفس کے ظاہر فرما کر مثل اپنے تمام مسلمانوں کا مولا و پیشوا قرار دیا؟

"تیرے باپ دادوں کے قایم مقام ہونگے" اِس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ کے آباؤ اجداد موحد تھے جبھی تو رسول اللہ کی اولاد (جو اوّل نمبر کے موحدین ہیں) اپنی آباؤ اجداد کی قایم مقام ہونگے، ورنہ رسول اللہ کے آباؤ اجداد اگر مشرک ہوتے (جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے) تو اُن کی اولاد جو موحدین ہیں مشرکین کے قایم مقام کیسے ہوتی بلکہ آباؤ اجداد کے مخالف ہوتی جسکی خبر خداوند تعالےٰ نے قرآن میں بھی آیت ذیل میں دی ہے:

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ

(تم اُس زبردست اور رحم والے پر بھروسہ رکھو جسکی نظر رحمت تمہارے اوپر اس وقت بھی ہے جبکہ تم نبوت پر قائم ہو اور سجدہ کرنے والوں کے (صلب ورحم) میں تمہارے منتقل ہونے کو بھی دیکھتا رہا ہے) یعنی ہم (خدا) اے رسول جب تم کو کسی پُشت سے دوسری پشت میں منتقل کرتے تھے تو ساجدین میں منتقل کرتے تھے جو خدا کے سجدہ کرنے والے ہوتے تھے اور کبھی مُشرک یا کافر یا بذریعہ ناجائز تم کو منتقل نہیں کیا" دیکھو سیپارہ ۱۹ رکوع ۱۵

"اور تو اُنہیں تمام زمین کا سردار مقرر کریگا"(اس میں اس احتمال کی گنجایش ہی نہیں کہ کسی شیعہ نے زبور میں لکھ دیا ہوگا)۔

اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ رسول اللہ اپنی اولاد کو تمام زمین کا سردار (یعنی امام) مقرر اور نامزد کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ اور گیارہ امام کو اپنا نائب نامزد کیا مگر منافق لوگوں نے نہ مانا اور اُس کے عوض یہ قرار دیا کہ رسوؐل نے کسی کو نامزد نہیں کیا بلکہ معاملۂ خلافت کو اجماعِ اُمت پر چھوڑ گئے جن میں بقول مولوی شبلی کثرت سے منافق تھے (کسی ذی عقل کی عقل باور نہیں کرسکتی کہ منافقوں کی کثرت رائے پر تقرر خلافت کو رسوؐل اللہ صلعم چھوڑ گئے ہوں کیونکہ جب منافقوں کی (جیسا کہ واقع ہوا) کثرت تھی تو یقیناً کثرتِ آرا منافقین ہی کی طرف رہتی اور منافق منافق ہی کے خلیفہ ہونے کی رائے دیتے۔ ایسی حالت میں رسول کبھی تقررِ خلافت کو اُمت کی رائے پر نہ چھوڑ سکتے تھے) اور یہ خیال اہلسنت کا کہ رسول نے کسی کو نامزد نہیں کیا بموجب مضمون زبور نمبرہ ۴۵ کے محض غلط ہے کیونکہ زبور مذکور کے الفاظ صراحت سے ثابت کرتے ہیں کہ رسول اللہ اپنے نائبوں کو نامزد کرینگے اور وہ نائب دادا اور نواسے ہوں گے اور یہ نامزد نہ کرنے کا حیلہ اُسی اغوائے شیطانی کا نتیجہ ہے جس کا اُس (ابلیس) نے کامل ارادہ کرلیا تھا کہ خلافت کو خلاف حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ وخلاف

زبور نمبر ۴۵ کی پیشین گوئی کے بذریعہ اجماع قرار دیا تاکہ اُمت کے گروہ کثیر کو گمراہ کردے جیسا کہ ۷۳ فرقوں والی حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ ۷۲ گمراہ ہیں +

اِس جگہ ایک واقعہ تحریر کرنا نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ بعد وفات رسول اللہ کوئی شخص اہل کتاب میں سے تلاش رسول اللہ میں آیا اور حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کیا آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہیں؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ہاں میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں تب اُس شخص نے دریافت کیا کہ آپ کا رسول اللہ سے کیا رشتہ ہے؟ ابو بکر نے جواب دیا کہ وہ (رسول اللہ) میرے داماد ہیں تب اُس اہل کتاب نے کہا کہ جس نبی کی تلاش میں میں آیا ہوں اُس کا نائب اور خلیفہ تو اُس کا داماد ہو گا - یہ سُنکر کوئی شخص اُس کو علیؑ کے پاس لے گیا اور وہ شخص بہ ہدایت جناب امیرؑ (داماد و نائب رسول اللہ) داخلِ اسلام ہوا +

معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہلِ کتاب اسی زبور نمبر ۴۵ کے آخری فقرات کی بنیاد پر کہتا تھا کہ نبی آخرالزماں کا جانشین برحق داماد (جو بمنزلہ اولاد ہوتا ہے) ہو گا بوجہ اولاد رسول اللہ کے باپ ہونے کے کیونکہ حضرتؐ کی اولاد بذریعہ دختر باقی رہی ہے +

سخت افسوس ہوتا ہے کہ باوجودیکہ اِس زمانہ میں کئی حضرات اہلِ سُنّت وجماعت نے اس زبور ۴۵ کے مضمون کو جناب رسالت مآبؐ پر صادق آنا بہت اچھی طرح ثابت کیا ہے مگر اُس زبور نمبر ۴۵ کے آخری فقرات کی طرف قصداً توجہ نہیں فرمائی کیونکہ یہ امر بالکل بعید از قیاس ہے کہ جو شخص زبور نمبر ۴۵ کو شرح لکھنے کی غرض سے دیکھے اور اُس کو زبور مذکور کے آخری فقرے نظر نہ آویں - ضرور نظر آئے ہونگے - پس یقیناً ثابت ہوا کہ اُن فقرات کی شرح قصداً نہ کی گئی کیونکہ وہ مذہبِ اہلِ سُنّت کے خلاف ہوتی - اگر اُن فقرات کی کوئی شرح راقم کے بیان کے خلاف ہوسکتی تو وہ ضرور ہی لکھتے - لہٰذا معلوم ہوا کہ اُن فقرات کی شرح کسی طرح عقیدہ اہلِ سُنّت وجماعت کے موافق ہو ہی نہ سکتی تھی بلکہ مخالفت ہی ہوسکتی

تھی جب ہی تو اِس کا تذکرہ تک نہ کیا اور بالکل ترک کر دیا اور اُس سزا سے خوف نہ کیا جو خدا نے قرآن مجید میں حق کے چھپانے والوں کے لیے تجویز فرمائی ہے یلعنھم اللہ (خدا اُن پر لعنت کرتا ہے) دیکھو سیپارہ ۲ رکوع ۳

اِس زبور کی شرح کرنے والے ایک تو مولوی سلیمان اشرف صاحب ہیں جو مدرسۃ العلوم علیگڑھ میں ملازم ہیں جنہوں نے مدرسۃ العلوم مذکور کے جلسۂ سالانہ ۱۹۱۲ء میں زبور نمبر ۴۵ کو جناب رسول اللہ پر صادق کر کے دکھایا مگر اولاد کی امامت کا ذکر جو اسی زبور میں موجود ہے ترک کر دیا کیونکہ زبور کے اِس فقرہ سے تو علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ اپنی اولاد کو اپنا جانشین مقرر کریں گے (اور یقیناً مقرر کیا تھی) جس سے ثابت ہوا کہ اہل تشیع کا مذہب حق ہے اور اہل سنت وجماعت کا مذہب غلط ہے اس لیے کہ وہ (اہل سُنّت) حضرت ابوبکر کے خلیفہ رسول مقرر ہونے کے بذریعہ اجماع قائل ہیں پس فقرات آخری زبور نمبر ۴۵ کا ذکر کرنا مذہب سُنّت وجماعت کی جڑ اُکھاڑ کر پھینک دینا ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ کیونکر بیان کر سکتے تھے؟

دوسرے حکیم مولوی نور الدین صاحب ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مہدویت و نبوت کے خلیفۂ اوّل تھے جن کے تفسیری نوٹوں سے قرآن کی تفسیر یعقوب علی تراب احمدی نے جمع کی ہے یعنی اصل میں تفسیر نور الدین مذکور کی ہے۔ اُس کے پارہ ۱۵ کی تفسیر میں بہ صفحہ ۳۶ و ۳۷ زبور ۴۵ کے مضمون کو جناب رسول خدا پر صادق آنا خوب ثابت کیا ہے مگر افسوس کیا عداوت اہل بیت رسول سے ہے کہ باوجود موجودگی زبور مذکور کے فقرات آخری کی طرف توجہ ندارد۔ اِن فقرات پر یہ احتمال بھی تو نہیں ہو سکتا کہ شیعہ لوگوں نے اضافہ کر دیا ہوگا کیونکہ یہ کتاب تو مسلمانوں کے وجود سے بہت پہلے کی بلکہ انجیل مقدس کے نزول سے بھی پہلے کی ہے۔ اِس جگہ اہلبیت سے عداوت ہونے کی وجہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے۔ اُس عداوت کی وجہ حضرت ابوبکر وغیرہ کا خلیفہ رسول ماننا ہے۔ کیونکہ جب ابوبکر وغیرہ کو خلیفہ و

مان رکھا ہے تو جن کی امامت (بارہ امام اہلبیت) آیاتِ قرآنی و احادیث رسول اللہ اور
پیشین گوئی ہائے کتب سابق سے ظاہر ہوتی ہے اہل سنت کو لازم و واجب ہے کہ اُن
کی غلط تاویل کریں اور اگر غلط تاویل ہونا غیر ممکن ہو (جیسا کہ ابھی زبور ۵ ہم کے فقرات آخری)
تو اُس کا ذکر ہی ترک کر دیں۔ یہ وجہ ہے عداوت اہل بیت کی جس کی بنیاد حضرت ابوبکر کی
خلافت کا ماننا ہے اور دونوں فریق (اہل بیت اور خلفائے ثلثہ) کا ماننا اجتماع ضدین ہے
اگر خلفائے ثلثہ کو حق مانا تو لازم ہوا کہ اہل بیت کے فضائل و مراتب گھٹائے جائیں اور
اِسی کا نام عداوت ہے۔ بھلا کوئی شخص بھی اپنے پیشوا کے فضائلِ واقعی گھٹایا کرتا ہے؟
چنانچہ دیکھ لیجیے شیعہ لوگ چونکہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے قائل نہیں لہٰذا اُن کو اہلبیتِ
رسول کے فضائل و مراتب گھٹانے کی ضرورت بھی نہیں پس دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو
اہل بیتِ رسول کی امامت کے قائل ہو یا خلفائے ثلثہ کی خلافت کے قائل ہو جس کی وجہ
سے تمہارے اوپر فرض ہوگا کہ فضائل و مناقب اہل بیت کی جتنی آیات قرآنی و احادیث نبوی
اور پیشین گوئی ہائے کتبِ سابقہ ہوں اُن سب کی تاویل غلط کی جائے اور یہ مدِ نظر رکھا جائے
کہ کہیں اہل بیت رسول کی کوئی ایسی فضیلت ثابت نہ ہونے پائے جس سے یہ حضرات
اہلبیت خلفائے ثلثہ سے افضل ثابت ہو جائیں اور یہ وہ امر ہے جس کے اوپر تمام علمائے
اہلسنت نے مضبوط کس کر کمر باندھ لی۔ کیا یہ عداوت نہیں ہے؟ ضرور ہے جس کی
بنیاد خلفائے ثلثہ کی خلافت کا حق ماننا ہے۔ اگر خلفائے ثلثہ کی خلافت نہ مانی جائے تو پھر
اِس عداوت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ کم علم لوگوں کو اور طالبعلموں کو کوئی حدیثِ فضیلت
اہلبیت اپنے علما کے سامنے پیش کر کے تجربہ کے طور پر دیکھ لینا چاہیے کہ وہ عالم صاحب
اُس حدیث کا کیا منشا ظاہر فرماتے ہیں جس سے یقین ہو جائیگا کہ دشمنیِ اہلبیت پر کس کر کمر
باندھ لی ہے۔ کیونکہ وہ عالم صاحب ایسی حدیث کو (جس میں اہلبیت کی فضیلت پائی جاتی ہو)
سُنتے ہی یا تو یہ فرما دینگے کہ اِن معاملات میں نہ پڑو یا یہ کہہ دینگے کہ تم رافضی ہو گئے یا ہو جاؤ گے

بیان مندرجہ بالا کہ درود شریف میں جو لفظ "آلِ محمد" ہے اُس سے حسب فقرات آخری زبور ۷۲ کے رسول اللہ کی وہ اولاد مُراد ہے جس کو رسول اللہ نے اپنا نائب اور تمام زمین کا سردار مقرر کیا ہے +

اب لفظ "آلِ محمدؐ" سے مُراد ائمۂ اہلبیت ہونا ایک اور پیشین گوئی سے دکھایا جاتا ہے جس پیشین گوئی کی تائید آیت قرآنی اور حدیث رسول اللہ سے بھی کی جائیگی - وہ پیشینگوئی کتاب یسعیا پیغمبر کے باب ۵۹ کی آیت ۲۱ میں ہے - جس کی عبارت یہ ہے :-

"خداوند فرماتا ہے کہ میری روح جو تجھ پر ہے اور میری باتیں جو میں نے تیرے مُنھ میں ڈالی ہیں تیرے مُنھ سے اور تیری نسل کے مُنھ سے اور تیری نسل کی نسل کے مُنھ سے اب سے لیکے ابد تک جاتی نہ رہیں گی خداوند کا یہی ارشاد ہے"

اس آیت میں جو یہ لفظ "تجھ" اور "تیرے مُنھ میں اپنی باتیں ڈالی ہیں" واقع ہیں اُس کے مخاطب تمام اہل اسلام کے نزدیک یقیناً جناب رسالتمآبؐ ہیں کیونکہ توریت کی کتاب استثنا کے باب ۱۸ کی آیت ۱۸ میں خدا نے جو حضرت موسےؑ کو خبر دی ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے تجھ (موسےٰ) سا ایک نبی برپا کرونگا اس پیشین گوئی کو تمام اہل اسلام[ف] رسول خدا کی اوپر صادق آنا یقین کیے ہوے ہیں اور اُن کا خیال یقیناً بالکل صحیح ہے چنانچہ اعمال حواریان کے باب ۳ آیت ۲۱ و ۲۲ سے ثابت ہے کہ وہ نبی جو موسےٰ کی مثل ہوگا اور خدا اپنا کلام اُس کے منھ میں ڈالے گا حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے کے بعد اور اُن کے آسمان سے اُترنے سے پہلے ظاہر ہوگا تو یقیناً

[ف] اے حضرات اہلِ سُنّت جیسا کہ آپ اور تمام اہل اسلام آجتک حضرت موسےؑ کی اس پیشین گوئی کا مصداق جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھیراتے آئے ہیں اور کسی فرقۂ اہلِ اسلام نے اس میں کبھی اختلاف نہیں کیا تو اب یسعیا پیغمبر کی پیشین گوئی مذکورہ بالا میں رسول کے ساتھ اُن کی نسل کو کلام خدا (قرآن مجید) کے وارث ہونے کو علما اور مخالف مذہب سُنّت جماعت پاکر کہیں یہ نہ کہہ بیٹھنا کہ موسےؑ کی پیشین گوئی کے مصداق جناب

خاکم الاعبید [illegible]

ثابت ہوا کہ اس سے مراد جناب رسولِ خدا ہیں اس لیئے کہ وہ جناب حضرت عیسٰےؑ کے آسمان پر جانے کے بعد ساتویں صدی عیسوی میں مبعوث بہ رسالت ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اُس وقت تک حضرت عیسٰےؑ آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے - اور اُن حضرتؐ پر جو کتاب نازل ہوئی وہ کلام خدا ہے - جیسی کہ حضرت موسٰےؑ نے خبر دی تھی پس ثابت ہوا کہ اِس لفظ "تجھ" اور "تیرے منھ میں اپنی باتیں ڈالی ہیں" کے مخاطب یقیناً محمدؐ رسول اللہ ہیں اور یسیعیاہ پیغمبر کی کتاب کی آیت مذکور میں جو الفاظ "اب سے لیکے ابد تک" واقع ہیں ان سے ثابت ہے کہ وہ جناب خاتم النبیّین بھی ہیں کہ اُنہی کی کتاب کے احکام ابد تک قائم رہیں گے ✤

پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ اس خطاب "تجھ" کے مخاطب رسولؐ اللہ ہیں تو اب اس آیت کے فقراتِ ذیل پر غور کرو :-

"میری باتیں جو میں نے تیرے مُنھ میں ڈالی ہیں وہ تیرے مُنھ سے اور تیری نسل کے مُنھ سے اور تیری نسل کی نسل کے مُنھ سے اب سے لیکے ابد تک جاتی نہ رہیں گی"

کیا اِن فقرات سے روز روشن کی طرح یہ امر عیاں نہیں کہ قرآن جو کلام خدا ہے رسولؐ اللہ کے بعد اُن کی نسل میں رہیگا اور جس کے مُنھ میں کلام خدا وارثِ نبیؐ ہونے کی حیثیت سے رہیگا وہی نائبانِ رسولؐ اور آل محمد ہیں جو رسولؐ کی نسل سے ہونگے اور جو قرآن کے ساتھ ابد تک موجود رہیں گے اِس کی تائید حدیث ثقلین کے اس فقرہ سے ہوتی ہے کہ "ولن یّفترقا حتی یرد علیّ الحوض" یعنی قرآن و اہلبیتؑ رسولؐ حوض کوثر پر پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یعنی یہ کلام خدا ہمیشہ اُن کے مُنھ میں رہیگا اور وہی اہلبیتؑ رسول اِس کلامِ خدا کے وارث ہونگے ✤

اب اگر اِس پر بھی اطمینان نہ ہو تو شاید آیات قرآنی مندرجۂ ذیل پر ایمان لے آؤ

جو سیپارہ ۲۲ رکوع ۱۶ میں ہیں "وَالَّذِیْ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ۝ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ" ترجمہ اے رسول جو کتاب ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے وہ حق ہے اور اُن مضامین حقہ کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں میں درج ہیں بیشک اللہ اپنے بندوں کے حال سے خوب خبردار اور دیکھنے والا ہے پھر (تمہارے بعد) اِس کتاب کا وارث ہم نے اُن کو قرار دیا جن کو ہمنے اپنے بندوں (مسلمانوں) میں سے (اس کتاب کے وارث ہونے کے لایق سمجھکر) منتخب کرلیا ہے ؞

اِس آیت سے امور ذیل ظاہر ہوتے ہیں :۔

نمبر ۱۔ جو کتاب (کلام اللہ) نازل ہوئی ہے وہ کتب سابقہ کے مضامین حقہ کی تصدیق کرتی ہے۔ اِس آیت میں جو یہ ذکر ہے کہ بعد رسول کے یہ کتاب اُن کو ورثہ میں دی گئی جن کو خدا نے اِس کام کے لیے منتخب کرلیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان منتخب شدہ وارثانِ کتاب کا ذکر کتب سابق میں ہوچکا ہے جس کی قرآن تصدیق کرتا ہے اور وہ مضمون کتب سابق میں یہ ہے کہ وہ کلام جو خدا رسول اللہ کے مُنھ میں ڈالے گا رسول اللہ کے بعد اُن کی نسل کے مُنھ میں پڑیگا اور وہی وارثان و نائبانِ رسول ہیں جن کے منھ میں قرآن پڑیگا اور جنکے منھ سے ابد تک جدا نہوگا ؞

نمبر ۲۔ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ؕ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ ؕ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۰) ترجمہ (اے رسول) تمہارا پروردگار جو کچھ مناسب جانتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی اُن بندوں میں سے (نبوت و امامت[1] کیلیے) انتخاب کرتا ہی اِس انتخاب کا اختیار آدمیوں کو نہیں ؞

اِس آیت سے واضح طور پر عیاں ہوا کہ نبوت اور امامت کا انتخاب خدا کے اختیار

[1] امامت کا لفظ اسلیے زیادہ کیا ہی کہ نبی کا انتخاب تو ظاہر ہی اب یہ بات دیکھنی باقی ہے کہ آیا کسی آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ رسول

نیں ہے بندوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ آیتِ ثم اورثنا سے ظاہر کر دیا جن کو
کتاب خدا ورثہ میں ملی ہے وہی امامت کیلئے منتخب ہوئے ہیں کیونکہ جس کو خدا نے
منتخب کر کے بعد رسول کے کتاب ورثہ میں دی ہو وہی نائب رسول اور امام ہے۔
اور یہی مضمون یسعیاہ پیغمبر کی پیشینگوئی سے ظاہر ہے کہ کتاب رسول اللہ کی نسل میں رہیگی
اور اُن سے جُدا نہ ہوگی ❊

نتیجہ یہ ہوا کہ آلِ محمدؐ جن پر رسولؐ کے ساتھ درود پڑھا جاتا ہے اور جو نائبانِ
رسولؐ ہیں وہ رسولؐ کی نسل سے ہونگے اور چونکہ رسول کی نسل بیٹی سے جاری ہوئی ہے
اور وہ نسلِ رسولؐ علیؑ کے صلب سے جاری ہوئی ہے لہٰذا علیؑ امام اوّل ہیں جیسا کہ
مطابق پیشین گوئی کے رسول اللہ نے علیؑ کی نسبت فرمایا ہے کہ قرآن اِن سے کبھی
جُدا نہ ہوگا ❊

عورت کی باقی اولاد کی شرح ختم ہوئی جس میں ثابت کر دیا گیا کہ نبوت آخری کی بقیہ
اولاد بارہ امام اور جناب سیدہ ہیں ❊

اِس مقام پر علمائے اہلِ سُنت وجماعت کی خدمت میں نہایت التجا کے ساتھ
یہ عرض کرتا ہوں کہ برائے خدا غور کریں کہ اُن کے قلب کی یہ حالت ہے یا نہیں اور اگر
ہے تو کیوں ہے کہ جس وقت کوئی شیعہ زبانی یا تحریری اہلبیتِ رسولؐ کی کوئی ایسی
فضیلت پیش کرتا ہے جو فضیلت اہلبیتؑ میں ثابت ہو جانے سے خلفائے ثلثہ
کی خلافت ناحق قرار پائے یا کوئی حدیث فضیلت اہلبیتؑ کی اپنی ہی کتاب میں نظر
آئے یا وقتِ درسِ کتبِ احادیث ایسی حدیثِ فضیلتِ اہلِ بیت طالب علم پڑھے
جس سے اہلبیتؑ خلفائے ثلثہ سے افضل ثابت ہو کر خلفائے ثلثہ کی خلافت کا ناجائز

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۱) کے بعد خدا نے امامت کیلیے بھی انتخاب کرنا ظاہر کیا ہو یا نہیں - وہ آیتِ ثم اور ثنا متذکرہ
بالا سے ظاہر ہے کہ رسول کے بعد بھی انتخاب ہوا ہے اور وہ امامت ہی کے لیے ہو سکتا ہے ۱۲ مصنف

ہونا ظاہر ہوتا ہو تو اُن کا یہ ارادہ بلکہ عمل ہوتا ہے، یا نہیں کہ جس طرح ہو سکے اس فضیلت کی تردید کی جائے چاہے غلط تاویل کے ساتھ ہو یا غلط معنی بیان کرکے ہو یا جس طرح ہو سکے یہ مصمم ارادہ ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ کو فضیلت حاصل نہ ہو سکے اور یہی اُن کا عمل ہے۔ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے خلیفۂ رسولؐ قبول کرنے نے اُنکو اس عمل پر مجبور کر رکھا ہے۔ پس اپنے دل میں غور کرکے انصاف کریں کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت نے تمکو اہلبیتؑ کا دشمن بنا دیا یا نہیں؟

پھر خلافت خلفائے ثلاثہ سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلا کہ حامیان خلفائے مذکور اس بات پر کمربستہ ہو گئے ہیں کہ اہلبیتؑ کے فضائل کو جو آیاتِ قرآنی واحادیث نبوی وپیشین گوئی ہائے کتبِ سابقہ سے ظاہر ہوتے ہیں اوّل ذکر ہی نہ کریں یا مجبوراً کسی موقع پر ذکر کرنا پڑے تو اُس کی ایسی تاویل یا مطلب ظاہر کریں کہ اہلبیتِ رسولؐ کی کچھ بھی فضیلت مسلمانوں کے دل میں قائم نہ ہو سکے جس سے اہلِ سنّت کو اہلبیتؑ کا تذکرہ سُننا ناگوار ہو گیا ہے بلکہ یہ نوبت پہنچی ہے کہ جو شخص منجملہ اہلِ سنّت اہلبیتؑ کے فضائل کا ذکر کرنے لگے تو اُس پر رافضی ہو جانے کا شک ہونے لگتا ہے۔

خلافت ہائے مذکورہ سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلا جو اوپر مذکور ہوا بلکہ اُس سے بڑے بڑے فسادات ظاہر ہوئے جن کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے مگر مختصر طور پر بطور فہرست کے فسادات عرض کیے جاتے ہیں:-

(۱) فاطمہؑ کے گھر کو آگ لگانے کی دھمکی دینا۔

(۲) مالک بن نویرہ اور اُسکی قوم کو جو ابوبکر کو خلیفۂ ناجائز خیال کرتے تھے ابوبکر کو زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے مرتد ہو جانے کا جرم قائم کرکے قتل کرنا اور اُن کی مسلمان عورتوں کو مثل کفار کے قید کرنا۔

(۳) جناب امیر علیہ السّلام سے بوقت خلافت چہارم بوجہ اسکے کہ حضرتؑ کے کلمات

ظاہر ہوتا تھا کہ وہ خلفائے ثلاثہ کو غاصب اور کاذب اور خائن خیال کرتے ہیں۔ عائشہ
وطلحہ وزبیر ومعاویہ کا برسر جنگ ہونا اور انجام کار حضرت علیؑ کا شہید ہونا۔
(۴) امام حسنؑ محبوب رسول اللہ کو (جن کی بابت کتب اہلسنت میں بکثرت احادیث
موجود ہیں) جب امام حسنؑ نے صرف بغرض عدم خونریزی وبقائے محبانِ اہلبیت خلافت
سے دست برداری اختیار کی مگر اپنا حق ظاہر کرتے رہے جس سے خلفائے ثلاثہ کا ناحق ہونا
نکلتا تھا لہٰذا باوجود دست برداری سلطنت اور گوشہ نشینی کے زہر دیا جانا۔
(۵) امام حسین علیہ السلام کو (جنکی نسبت کتب سُنت جماعت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ
ان کو نہایت پیار کرتے تھے اگر نماز میں آنحضرت کی پشتِ مبارک پر سوار ہو جاتے تو سجدہ
کو طول دیا جاتا تھا۔ اگر وقتِ وعظ تشریف لاتے تو رسولؐ منبر سے اُتر کر گود میں لے لیتے
ہرنی کے بچہ کی خواہش ہوتی تو منگا دیتے۔ عید کے دن حسین کا اونٹ بن جاتے اور
اپنی زلفِ مبارک بجائے مہار کے حسینؑ کے ہاتھ میں دیتے یہاں تک کہ مثل اونٹ
کے دو مرتبہ عف، عف، بھی فرمایا۔ حضرت عمر کا حسینؑ کے غلام ہونیکا ظاہری فخر کرنا
(اگر غلام ہوتے تو حسینؑ پر حاکم نہ بنتے) اس حسینؑ محبوبِ رسولؐ کو اسی خلافت خلفائے مذکور
نے اس ظلم شدید کے ساتھ قتل کرایا جس کی نظیر مل ہی نہیں سکتی ہائے وہ تین دن کی پیاس
بچوں کی اور جوان فرزند کی اور بچوں کا رات دن پیاس اور بھوک سے فریاد کرنا، اور
سب مردوں کا پیاسا قتل ہونا اور پھر ان سب بے وارث اور بھوکی پیاسی عورتوں اور
بچوں کا اُسی حالت میں قید ہونا اور خیموں کو آگ لگانا (جیسے کہ ابتداءً حضرت عمر نے
جناب سیدہ کے گھر کو آگ لگانے کی دھمکی دی تھی) اور پھر قید کر کے کوفہ وشام کو لیجا کر
قید رکھنا حسینؑ اور اُس کے عزیز واصحاب کے سروں کو نیزوں پر تشہیر کرنا، حسینؑ کی
لاش کو بلا دفن چھوڑ دینا، دربار یزید میں عورات کا بے پردہ پیش ہونا۔ کیا جس کو رسولؐ
محبوب قرار دیں مسلمانوں کے نزدیک اُس کی یہی قدر ہونی چاہیے تھی؟ اسکی وجہ یہی ہوئی

کہ خلفائے ثلثہ کے ماننے والے یا جن کو اُن کے سلسلہ میں خلافت ملی تھی حسینؑ کے دشمن ہو گئے تھے کیونکہ حسینؑ بھی مثل اپنے باپ اور بھائی اور ماں کے خلفائے مذکور کو غاصب جانتے تھے لہٰذا خلفائے مذکور کے ماننے والے حسینؑ کے جانی دشمن ہو گئے۔ اور ہرگز اس کا خیال نہ کیا کہ یہ رسولؐ کا نواسہ ہے یا رسولؐ اُسکو ایسا پیار کرتے تھے جیسا کہ اوپر مختصراً عرض کیا گیا

نمبر ٦۔ پھر تمام بقیہ ائمہ اہلِ بیتؑ اپنے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے ہاتھوں جو خلفائے ثلثہ کو برحق جانتے تھے ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہکر زہر دیے گئے اور اولادِ رسولؐ[ط] اس قدر قتل ہوئی کہ زندہ دیواروں میں چنوا دی گئی۔ چنانچہ

ط اُن ناظرین کو جو تاریخ اسلام سے واقف ہیں خوب معلوم ہے کہ دنیائے اسلام میں جس قدر اولادِ رسولؐ و علیؑ یعنی سادات قتل ہوئے ہیں اُس قدر کوئی مسلمان قوم قتل نہیں ہوئی (مسلمانوں کو شرم تو نہ آتی ہوگی کہ باوجودیکہ رسول پر ایمان لانے کا بلکہ عاشق ہونے کا دعوے ہے اور پھر اس قدر قتلِ اولادِ رسول بلا جرم بدافعالی کے) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ سب بحکم بادشاہانِ اسلام قتل کیے گئے ہیں کسی غیر مسلم بادشاہ نے قتل نہیں کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بادشاہانِ اسلام نے سادات ہی کے قتل پر ایسی کمر کیوں باندھی تھی جس کی وجہ سے چاہتے تھے کہ سادات میں سے کوئی شخص زندہ باقی نہ رہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی دوسرے کی سلطنت پر قابض ہو جاتا ہے تو اُس کو یہی اہتمام ہوتا ہے کہ بادشاہِ سابق حق دار کے کل خاندان کو نیست و نابود کر دے تاکہ کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہے پس معلوم ہوا کہ بادشاہانِ اسلام نے جو سادات کے قتل پر کمر باندھ رکھی تھی اُس کی وجہ یہی تھی کہ اُن بادشاہوں کے قلب یہ گواہی دیتے تھے کہ حقدارِ سلطنت بحکم رسول اللہ اولادِ رسول ہی ہے لہٰذا اُنہی کے قتل پر کمربستہ رہتے تھے یہ بھی خیال رہے کہ یہ سادات سب پابندِ احکام اسلام تھے کوئی بدافعالی اُن سے سرزد نہوتی تھی صرف حقدارِ سلطنت ہونے کی وجہ سے قتل کیے جاتے تھے۔

پس سادات کا قتل کیا جانا ثبوت قطعی اس کا ہے کہ حقدارِ سلطنت بحکم رسولؐ سادات ہی میں سے تھے تو غاصبانِ سلطنت اِن کو قتل کرتے تھے کیونکہ دل میں انہی کو حقدارِ سلطنت جانتے تھے جس کی وجہ سے انہی کے قتل

تاریخ طبری میں واقعات ۱۵۸ھ ہجری میں لکھا ہے کہ ابو جعفر منصور خلیفۂ عباسی نے اپنے بیٹے مہدی کو وصیت کی تھی کہ ایک خاص کوٹھری کو بعد میری وفات کی صحیح خبر معلوم ہونے کے کھولنا

تھے اور یہ سب بادشاہ سنت جماعت تھے جو بوجہ غصب خلافت (الٰہیہ) (دیکھو صفحہ ۶۵) پر آمادہ رہتے تھے اور قتل کرتے تھے خلفائے ثلاثہ کے بادشاہ ہوئے تھے اور یہ سلسلہ حضرت ابوبکر و عمر سے شروع ہوا کہ وہ بھی ہمیشہ درپے تذلیل و ایذائے اہلبیت رسول رہے اور ایسی تدبیریں کیں کہ سلطنت اولادِ رسول میں نہ جانے پائے بلکہ ان کے دشمنوں کے قبضہ میں جائے چنانچہ دیکھیے کہ حضرت عمر نے جو اپنے بعد کے خلیفہ کے تقرر کیلیے شوریٰ قرار دیا کہ چھ شخص شوریٰ کرکے انہی میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرلیں مگر عبدالرحمٰن بن عوف (بنی امیہ) کی رائے کو دو راؤں کی برابر قرار دیا بلکہ اُس کو خلیفہ منتخب کرنے والا قرار دیا۔ اس جگہ کوئی منصف بتا سکتا ہے کہ عبدالرحمٰن مذکور میں وہ کیا خوبی تھی اور کونسی کار گزاری حیاتِ رسول میں کرچکے تھے یا کوئی حدیث رسولؐ اُس کی تعریف میں ایسی یاد تھی جس سے عبدالرحمٰن مذکور کی رائے دو راؤں کے برابر قرار دی تھی اور خلیفہ منتخب کرنے والا مقرر کیا تھا اور علی کی جن کی کارگزاریاں تمام اہلِ اسلام کے قلب پر نقش ہیں اُس کی رائے ایک رائے کی برابر (خدا جزا دے) اس عمل سے حضرت عمر کا منشا خوب ظاہر ہے وہ یہی چاہتے تھے اور ویسی ہی تدبیر کی کہ سلطنت بنی اُمیّہ کے قبضہ میں جائے کیونکہ بنی اُمیہ دشمنِ قدیم بنی ہاشم کی تھی جب بنی اُمیّہ کے قبضہ میں سلطنت جائیگی تو بنی ہاشم کا قلع قمع کافی طور سے کردیں گے اور اِس تدبیر کی وجہ یہ تھی کہ بنی عدی (خاندان عمر) اور بنی ہاشم میں بھی عداوت چلی آتی تھی (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۰۹ سطر ۱۴ و ۱۵ جس کی عبارت رسالہ "حق کی کسوٹی" میں پوری لکھدی گئی ہے) چنانچہ ظاہر ہے کہ معاویہ نے امام حسنؑ کو زہر دیا اور یزید بن معاویہ نے جو امام حسینؑ کے ساتھ کیا اُس سے دنیا واقف ہے۔ یہی خواہش تھی کہ اولادِ رسول اللہ میں سے کوئی زندہ نہ رہنے پائے۔ پھر جب عباسی بادشاہ ہوئے تو اول بنی اُمیہ کو قتل کیا جو سلطنت پر قابض ہوگئے تھے پھر وہی بُرا عمل سادات کا قتل شروع کیا جن کو حقدار سلطنت جانتے تھے۔

خیر! بادشاہان اسلام کے ہاتھ سے سادات کے قتل کیے جانے نے یہ تو قطعی ثابت کردیا کہ واقعی حقدار سلطنت اہلبیتؑ ہی تھے اور بادشاہِ اسلام اور اُن کے مشیر اور مصلاح کار اور رعایا سب لوگ اِس حق سے واقف تھے مگر بوجہ مانع سلطنت ماں بوجھکر انکار کرتے تھے مگر دل کہتا تھا کہ حقدار سلطنت یہی ہیں جس کی وجہ سے

جب اُس کوٹھری کو کھولا تو اُس میں زمین سے چھت تک سادات کی لاشیں بھری پائیں
جن میں سے ہر ایک کی گردن میں ہر ایک کا نام و نسب سیادت تحریر تھا اور یہ لوگ وہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۶) اُن کو قتل کرنا اپنی اغراضِ فاسدہ کی وجہ سے ضروری جانتے اور قتل کرتے رہے۔

اب رہی یہ بات کہ باوجود اس قدر قتل ہونے کے یہ سادات دنیا میں باقی کیسے رہ گئے اور پھر اس قدر کثرت سے کہ مسلمانوں کا شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جہاں سادات یعنی اولادِ رسول اللہ صلعم موجود نہ ہو۔

اِسکی وجہ وہ وعدہ خداوندی ہے جو اُس نے اپنے محبوب رسول سے کیا تھا اور جو سورہ کوثر میں ہے وہ وعدہ یہ ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی ہم نے تمکو کوثر عطا کیا یعنی کثرت اس کثرت کے نازل ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ عاص بن وائل نے حضرت کو بے اولاد اور قطع نسل والا کہا تھا اس سے حضرت کو ملال ہوا تھا تو خداوند تعالےٰ نے اپنے محبوب کی تسکین خاطر کے لیے فرمایا کہ تمہاری اولاد بہ کثرت ہوگی اور ان معنی کی تائید اس سورہ کے آخری فقرے سے ہوتی ہے وہ یہ ہے اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ جس کے معنی یہ ہیں کہ عاص بن وائل ہی بے نسل ہو جائیگا یعنی چونکہ بے اولاد کہتا ہے اُسی کی نسل قطع ہو جائیگی اور تمہاری نسل نہایت کثرت سے ہوگی جو شمار نہ ہو سکے اور یقیناً یہ ای وعدہ کا پورا کرنا ہے جو خدا نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے کہا تھا کہ تمہاری نسل کثرت کی وجہ سے مثل ستاروں کے گنی نہ جا سکے گی چنانچہ عیاں ہے کہ وہ وعدہ رسول اللہ کی نسل ابراہیمی سے ہیں انکی اولاد میں پورا ہوا کیونکہ بنی اسرائیل اس کثرت سے دنیا میں نہیں ہوئے جیسی کہ اولادِ رسول اللہ کثرت سے موجود ہے کثرتِ اولادِ ابراہیمی کا وعدہ توریت کتاب پیدائش باب ۱۵ آیت ۵ و ۶ میں دیکھو۔

اِس سے ظاہر ہے کہ کوثر سے مراد کثرت اولاد ہے جس وعدہ کا پورا ہونا یعنی اولادِ رسول کا کثرت سے ہونا دنیا کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور وعدۂ خداوندی پورا ہو رہا ہے جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ کلام قادرِ مطلق کا نازل کیا ہوا ہے کیونکہ جس وقت یہ سورہ نازل ہوا تھا اُس وقت حضرت کی اولاد میں صرف جناب فاطمہ موجود تھیں غیر مسلم قومیں بھی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے پر غور کریں کیونکہ پیشین گوئی کے وقت یعنی نزول سورہ کے وقت کوئی قرینہ بھی موجود نہ تھا نہ رسول اللہ (اگر یہ وعدہ جناب اللہ نہ مانا جاوے) کو کثرت سے اولاد پیدا کر لینے کی قدرت تھی خصوصاً زمانہ آئندہ میں جبکہ بعد اپنی وفات کے۔ نہ یہ قدرت تھی کہ

سادات تھے جو خفیہ گرفتار ہو کر قتل کیے گیے علاوہ اُن کے جو علانیہ قتل کیے گیے تھے +

نمبر ۷ - ابھی یہ مصائب امور مذکورہ پر ختم نہیں ہوئے جتنے محبانِ اہلبیت ہاتھ آسکے اُن کو قتل کیا، جو عالم طرفدارِ اہلبیت ہوا قتل کیا گیا، جو سنت جماعت حق کو پاکر شیعہ ہوا زہر دیا گیا +

نمبر ۸ - اب تک جو شخص شیعہ ہوتا ہے اور سرکار کا ملازم ہوتا ہے تو اُس کا سُنّت جماعت افسر اُس کی ایذادہی اور سخت گیری اور انجام کار موقوفی کی ہی فکر میں رہتا ہے اور یہ ظلم برابر جاری ہے +

کہاں تک کوئی اِن مظالم کا شمار کرے جس کا احاطہ کرنا قریب محال کے ہے - یہ سب وہی فسادات اور قطع رحم ہیں جن کا ذکر خداوندِ تعالےٰ نے خلفائے ثلٰثہ کی خلافت کے نتیجہ میں سورہ محمدؐ کے رکوع ۳ کی آیت فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ میں کیا ہے جس کو شاہ ولی اللہ نے منافقین کے خلاف کہا ہے دیکھو ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۲۳۵ سطر ۸ و ۹ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ منافقو اگر تم حاکم ہو گئے تو زمین میں فساد کرو گے اور قطع رحم کرو گے چنانچہ ویسا ہی ظہور میں آیا - اور انہی فسادات کا تذکرہ جناب باری نے آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ کے ٹکڑے اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (پارہ ۲ - رکوع ۹) میں کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس وقت وہ حاکم ہو گا تو اُس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ زمین میں فساد کرے اور رسول کی کھیتی (اُمت) کو ہلاک کرے (گمراہ کرے یا بجرم محبت اہلبیت قتل کرے) اور رسولؐ کی نسل کو ہلاک کرے - جس ہلاکتِ کامل کا تذکرہ اوپر ہو چکا اور اِن دونوں آیتوں کا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۷) یعنی اُن کی نسل کو تو قطع کردیں اور اپنی نسل کی کثرت کرلیں بلکہ اس کے خلاف آئندہ زمانہ میں ایسے اسباب کثرت کے پیش آئے جن سے یہ پیشین گوئی پوری نہ ہو سکتی تھی اولادِ رسولؐ کثرت سے قتل کیگئی اور ظالم بادشاہوں کا یہی ارادہ رہا کہ اولادِ رسولؐ زندہ نہ رہنے پائے مگر چونکہ وہ وعدہ قادرِ مطلق کا تھا پورا ہو کر رہا - ۱۲ مصنف

خلفائے ثلثہ پر صادق آنا راقم الحروف نے اپنے رسالہ مسمی بہ حق کی کسوٹی میں کافی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ جس میں مجالِ انکار باقی ہی نہیں رہی اور یہی وہ فسادات اور ہلاکت اور قطع رحم ہیں جو نتیجہ خلفائے ثلثہ کی خلافتوں کے ہیں۔ جن واقعات کو خداوند تعالےٰ نے رسول اللہ کو خواب میں دکھایا تھا جس خواب کے بعد کسی نے آنحضرت کو ہنستے نہ دیکھا جس خواب کا ذکر آیتِ ذیل میں ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ (پارہ ۱۵ رکوع ۶) یعنی اے نبی جو خواب ہم نے تم کو ان واقعات کی بابت دکھایا ہے جو شجرۂ ملعونہ (خلفائے جور و بادشاہانِ ظالم) کے ہاتھوں تمہارے اہلبیت اور ان کے دوستوں پر تا ظہور مہدی آخر الزمان ہونگے وہ ہم نے آدمیوں یعنی مسلمانوں کے ایمان بالرسول کی آزمایش کے لیے قرار دیا ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ یہ مسلمان رسول اللہ پر کس طرح کا ایمان لائے ہیں کہ جو اولادِ رسول کے اور محبانِ اہلبیتِ رسول کے صرف اس جرم کی وجہ سے دشمنِ جانی و مالی ہو گئے ہیں اور قتل کرتے ہیں کہ وہ خلفائے ثلثہ کو خلفائے برحق نہیں جانتے تو کیا اسلام صرف خلفائے ثلثہ کے ماننے کا نام ہے کہ جو ان کو یا مثل ان کے بعد کے اجماعی خلیفوں مثل معاویہ و یزید بن معاویہ کو نہ مانے وہ کافر و باغی ہے چاہے رسول کا نواسہ حسینؑ ہی کیوں نہو۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ حسین علیہ السلام بجرم بغاوت بمقابلۂ یزید پلید قتل کیے گئے جسکو خلفائے ثلثہ کے قاعدہ سے اور انکی ذیل میں خلافت ملی تھی +

کیا اب بھی نہیں ثابت ہوا کہ یہ سب فسادات خلفائے ثلثہ کے خلیفہ ہو جانے نے کیے جیسا کہ خداوندِ تعالیٰ نے دونوں آیات مذکورۂ بالا میں فرمایا ہے +

سوائے ان ظلموں کے جو اوپر مذکور ہو چکے خلفائے ثلثہ کی خلافتوں کے نتیجے اور بھی ہیں جو عقیدہ ہائے صحیح تعلیم کردہ رسول کو فاسد کرتے ہیں جن کا تذکرہ اسی مکاشفات کے باب ۱۳ کی آیت ایک کے آخری فقرہ "اس کے سروں پر کفر کے نام تھے" کی شرح ہیں

آیندہ لکھا جائیگا جس سے اسلام اسلام نہیں ہا بلکہ کفر کا ہم پلہ ہو گیا ہے اور یقیناً اُنہی عقائدِ باطلہ کی وجہ سے رسول اللہ نے اپنی اُمت کے ۷۲ فرقوں کو گمراہ ہو جانا قرار فرمایا ہے۔

فقرہ نمبر ۷ - "وہ اولاد خدا کا حکم[1] ماننے والی ہے"۔

اِس کا مطلب معلوم کرنے کے لیے یہ غور کرنا چاہیے کہ جو شخص گناہ کرتا ہی کیا اُس کی نسبت آپ (بلا قید وقت وصغیرہ وکبیرہ گناہ) یہ الفاظ بول سکتے ہیں کہ وہ خدا کا حکم ماننا ہے ہرگز نہیں بول سکتے بلکہ جب وہ گناہ کریگا تو اُس کی نسبت فوراً کہا جائیگا کہ یہ کام اُس نے حکمِ خدا کے خلاف کیا یعنی خدا کا حکم نہ مانا ۔

پس جنکی نسبت بلا کسی شرط کے یہ کہا گیا ہے کہ وہ خدا کا حکم مانتے ہیں تو وہ ضرور کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے یعنی معصوم ہیں اور جبکہ ثابت ہو گیا کہ اُس عورت (نبوت آخری) کی بقیہ اولاد خدا کا حکم ماننے والی ہے تو اولادِ اوّل واکبر (رسول اللہ) تو ضرور معصوم ہو گی پس اِس نبوت آخری کا مجموعہ جو ۱۴ معصوم ہیں ایک نبی، بارہ ۱۲ نائب نبی ایک معصومہ طاہرہ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہم اجمعین ۔

یہاں حضرات عیسائی صاحبان اور حضرات آریہ کو غور کرنا چاہیے کہ وہ رسول اللہ کے عیب اپنے تعصب کی وجہ سے واقعات کی غلط تاویل کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ عیسائی حضرات اصل میں اپنی ہی کتاب مکاشفات کے خلاف کوشش کرتے ہیں جو خلاف عقل وانصاف ہے کیونکہ مکاشفات سے تو ظاہر ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں ایک سورج اور بارہ ستارے اور چاند والی عورت کی اولاد خدا کا حکم مانتی ہے اور رسول اللہ اور بارہ ۱۲ امام اسی صدی میں ہوئے ہیں اور اُس عورت کے پورے مصداق ہیں تو پھر باوجود گواہی مکاشفات کے کہ وہ معصوم ہیں آپ کیوں گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا کی الہامی کتاب مکاشفات اُنکے معصوم ہونیکی گواہی دیتی

[1] عربی نسخہ میں "الذین یحفظون وصایا اللہ" لکھا ہے اور انگریزی میں "Which keep commandments of God"

ہے اور آپ گُناہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر آپ کے نزدیک محمدؐ و آلِ محمدؐ وہ نہیں ہیں جن کا ذکر مکاشفات میں ہے جنکو خدا کا حکم ماننے والا یعنی معصوم لکھا ہے تو آپ کو چاہیے کہ ساتویں صدی عیسوی (ساتویں فرشتہ کی آواز کا زمانہ) میں ایسے تیرہ ۱۳ شخص اِن کے سوا دکھلا دیں جو محمدؐ رسول اللہ اور اُن کے بارہ نائبوں کے رُتبہ کے ہوں اور وہ معصوم بھی ہوں جنہوں نے توحیدِ خدا کا ڈنکا بجایا ہو۔ جو ہرگز آپ سے ممکن نہیں کیونکہ ساتویں صدی میں سوائے ان حضرات کے اور کوئی اِن اوصاف کا پیدا ہی نہیں ہوا +

صفت فقرہ نمبر ۱۳ "بقیہ اولاد یسوع مسیح کی گواہی رکھتی ہے"

حضرت مسیحؑ کی گواہی سے صرف لفظوں پر غور کرنے سے دو ۲ مطلب ظاہر ہوتے ہیں اور ایک مطلب خود اس مکاشفات میں بیان ہوا ہے اور تینوں صحیح نکلتے ہیں۔ دو ۲ مطلب جو صرف الفاظ پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہیں یہ ہیں:۔

۱۔ جو معجزات حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی نبوّت کے گواہ تھے وہ معجزات یہ (بقیہ اولاد عورت) بھی رکھتے ہیں۔ یعنی یہ بقیہ اولاد بھی مثل حضرت عیسےٰؑ کے معجزہ دکھا سکتی ہے چنانچہ اُن سے بکثرت معجزات ظہور میں آئے اور آرہے ہیں جو اُن کی امامت کے گواہ ہیں جیساکہ روز عاشورہ تسبیح خاکِ کربلا کا سُرخ ہوجانا حیدرآباد سندھ کی سُناری کا واقعہ جس کا شوہر قتل ہونے کے بعد زندہ کیا گیا، ریاست جاوٗرہ میں قدرتی تعزیہ نمودار ہونا اور امام حسینؑ کی دعا سے اہلِ ہنود کے بہت سے اشخاص کے اولاد ہونا جنہوں نے مجھ سے خود بیان کیا ہے جبکہ میں نے اُن سے تعزیہ بنانے اور نیازِ امام حسینؑ کرنے کی وجہ دریافت کی تھی +

دوسرا مطلب اِس کا یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کی نسبت حضرت عیسےٰؑ گواہی دے چکے ہیں یعنی یہ لوگ موافق گواہی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے نبی اور امام برحق ہیں +

اُن گواہیوں کا ذکر جو حضرت عیسےٰؑ نے دیں

انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵ و ۲۶ - آیت ۲۵ "میں نے یہ باتیں تمھارے ساتھ ہوتے ہوئے تم سے کہیں" آیت ۲۶ "لیکن وہ تسلی دینے والا جو روح قدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ ہی تمہیں سب چیزیں سکھائیگا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں یاد دلائیگا"

کیا ان آیتوں میں حضرت عیسےٰؑ نے گواہی نہیں دی کہ حضرت عیسےٰ کے بعد خدا کا بھیجا ہوا ایک نبی آئیگا جو تمہیں سب چیزیں سکھلائیگا (سب چیزوں کا مطلب انجیل یوحنا باب ۱۶ کی آیت ۱۲ و ۱۳ میں دیکھو جس کا ذکر آیندہ آئیگا) اور جو باتیں میں نے تمہیں کہی ہیں (یعنی خدا کی راہ دکھلائی ہے اور اُس کی توحید تعلیم کی ہے اور دیگر احکام پہنچائے ہیں) وہ آنے والا تمہیں یاد دلائیگا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو احکام میں نے تمکو پہنچائے ہیں وہ تم بھول جاؤ گے اور وہ آنے والا تمہیں وہ باتیں یاد دلائیگا۔

اگر کسی عیسائی صاحب کو یہ دیکھنا ہو کہ حضرت عیسےٰؑ کی وہ تعلیم کیا تھی جس کو لوگ بھول گئے تھے اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین نے آکر یاد دلایا - وہ تعلیم یہ ہے کہ جب حضرت عیسےٰؑ کے آسمان پر جانے کا وقت قریب آگیا تو خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ۔۔ "تو اُنہیں ہمیشہ کی زندگی دیوے جنہیں تو نے مجھے بخشا ہے" (جو حضرت عیسےٰؑ پر ایمان لائے تھے) (آیت ۲- انجیل یوحنا باب ۱۷)

(انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۳) "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وے تجکو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے (رسول بنایا ہے) جانیں" جسکا صریح مطلب یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور عیسےٰؑ اُس (خدا) کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

عیسائیو! خدا کا خوف کھاکر ذرا سچ کہنا کہ محمد رسول اللہ نے آکر خدا کے ایک ہونے کو اور عیسےٰؑ کی

حضرت عیسیٰؑ کی نبی ہونیکا ذکر انجیل میں باب ۱۴ آیت ۱۱ اور ۲۶ میں ہے [illegible]
[illegible]

رسول ہونے کو یاد دلایا یا نہیں؟ یقیناً یاد دلایا ورنہ عیسٰےؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیکر خدا کا شریک کرلیا تھا اور وہ اکیلا خدا نہ رہا تھا۔

اب صاحبانِ انصاف غور کریں کہ جب یہ آنے والا اُن باتوں کو یاد دلائیگا بلکہ یاد دلایا ہے جو حضرت عیسٰےؑ نے بحیثیت نبوت منجانب اللہ لوگوں کو تعلیم دی تھیں اور وہ بھی بھول جانے کے بعد۔ تو کچھ شک ہوسکتا ہے کہ یہ آنے والا نبی نہو کیونکہ یہ آنیوالا وہی کام کریگا جو حضرت عیسٰےؑ کرتے تھے اِس لیے کہ خداوندِ تعالیٰ کا یہی عمل ہے کہ جب ایک نبی کی تعلیم کو لوگ بھول جاتے ہیں اور غلط عقائد اُسکے بدلے قائم کرلیتے ہیں تو پھر خداوند تعالےٰ دوسرے نبی کو بھیجکر اُن غلط عقائد کی اصلاح کردیتا ہے اور اسی خرابیِ عقائد اور پھر اصلاح کی طرف آیتِ ذیل میں ذکر ہے وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (پارہ ۸ رکوع ۱۴ و ۱۸) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ زمین کے رہنے والوں کی غلط عقیدوں کی جو اصلاح اِس نبی آخری کے ذریعہ سے ہوچکی ہے اُسکی اصلاح ہوجانے کے بعد پھر غلط عقیدہ نہ قایم کردینا۔ اس آیت سے خوب واضح ہے کہ عقائد و اعمال فاسد ہوگئے تھے اب اُن کی اصلاح ہوگئی ہے اب ایسا نہو کہ اس اصلاح کے بعد پھر فاسد کرنے لگو۔ اسی فساد فی الارض کو خداوند تعالےٰ نے آیت فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ سورہ محمد رکوع ۳ میں اور آیت مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ کے ٹکڑے وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ پ ۲ رکوع ۹ میں ظاہر فرمایا ہے کہ بعض منافقین جب حاکم ہوجائیں گے تو فساد فی الارض ہوجائیگا اور اُسی فساد فی الارض میں دیگر جملہ ظلم بھی شامل ہیں جن کا ذکر راقم اوپر قتلِ سادات کے موقع پر کرچکا ہے۔ اور عقائد کے فاسد ہونے کا ذکر آیندہ کریگا۔

دونوں آیات مذکورۂ بالا کے جو حاکم مصداق ہیں اُن کا ذکر رسالہ "حق کی کسوٹی"

میں خوب مشرح کردیا گیا ہے جن کے سوا کوئی اور شخص اُن کا مصداق نہیں ہوسکتا +

لفظ یاد دلانے میں یہ پیشین گوئی بھی ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی تعلیم توحید کو لوگ بھول جائیں گے جبھی تو وہ آنے والا اُن کو یاد دلائیگا ورنہ اگر بھول نہ جاتے تو یاد کیا دلایا جائیگا اُنہیں تو خود ہی یاد ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس آنے والے کے آنے سے پہلے لوگ تعلیم حضرت عیسےٰؑ یعنی توحید باری تعالےٰ کو بھول جائینگے اور اُس کے بدلے تثلیث (یعنی خدا، عیسےٰؑ، روح القدس) قایم کرلیں گے +

چنانچہ محمدؐ رسول اللہ کے آنے سے پہلے تثلیث (تین خدائے قدیم ماننا جو موجودہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے) قائم ہوگئی تھی اور حضرتؐ نے آنکر توحید تعلیم کردہ حضرت عیسےٰؑ و دیگر انبیا کو یاد دلایا +

اسی "یاد دلانے" کے منصب کی بنا پر خداوند تعالےٰ نے جناب رسول خدا کا ایک نام قرآن مجید میں "ذِکر" بھی رکھا ہے اور وہ آیت یہ ہے قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۸) ترجمہ۔ اللہ (ہم) نے تمہاری طرف یاد دلانے والا رسول بھیجا ہے جو تمہارے اوپر اللہ کی (ہماری) آیتیں پڑھتا ہے یعنی تم کو ہماری آیتیں سُناتا ہے +

اس آیت میں لفظ ذکر (یاد دلانا) مصدر ہے مگر جس جگہ یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی فعل کے فاعل کی اوّل درجہ تعریف کی جائے تو اُس فاعل کا نام اُس فعل کا مصدر رکھ دیا جاتا ہے جیسے کہ جب شاہجہاں بادشاہِ دہلی کا انتقال ہوا جو عادل مشہور تھا تو لوگوں نے کہا کہ آج عدل (یعنی عادل کامل) کو زمین میں دفن کردیا دیکھو اس جگہ عادل کامل کو لفظ عدل (جو مصدر ہے) مذکور کیا گیا۔ یا بہت رحیم شخص کو رحم (مصدر) مجسم کہتے ہیں اور زبان ہندی میں بھی بڑے دھرم والے شخص کو دھرم مورت (رحم کی مجسم صورت) کہتے ہیں اس وجہ سے خداوند تعالےٰ نے بڑے یاد دلانے والے کا نام بجائے مذکر ذِکر رکھا

دلانے والا) ذِکر رکھدیا یعنی بڑا یاد دلانے والا۔

اِس جگہ ایک اور آیت کا تذکرہ کر دینا مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ آیت یہ ہے فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پارہ ۱۴ ار کوع ۱۲)

ترجمہ۔ اگر تم کو کوئی بات معلوم نہیں تو اہل ذکر (ذکر (رسول اللہ) کے اہلبیت) سے دریافت کر لو۔

اِس جگہ اہلبیت نبوت کو اَھْلَ الذِّکْرِ کے نام سے یاد فرمایا۔ جیساکہ رسول اللہ کا نام بحیثیت منصب یاد دہانی کی ذِکر رکھا تھا تو اہلبیتِ رسالت کا نام اُسی یاددہانی کے منصب کے لحاظ سے اہل الذکر (یاد دلانے والے کے اہلبیت) رکھا گیا۔

اِس نام (اہل الذکر) رکھنے میں ایک پیشین گوئی ہے وہ یہ ہے کہ جیساکہ رسول اللہ کا نام ذِکر (یاد دلانے والا) رکھتے ہیں یہ بات نکلتی ہے کہ جیسے حضرت کے آنے سے پہلے لوگ تعلیم حضرتِ عیسےٰؑ کو بھول جائیں گے اِسی طرح اہلبیت رسول کا نام اہل الذکر رکھتے ہیں یہ پیشین گوئی ہے کہ لوگ تعلیم رسول اللہ کو بھول جائیں گے اور یہ حضرات (اہلبیت رسالت) اُسکو یاد دلائیں گے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے جیساکہ جناب رسول اللہ کے یاد دلانے کو صرف مسلمانوں نے مانا اور بکثرت عیسائیوں نے نہ مانا اِسی طرح رسول اللہ کی یہ تعلیم کو جب اہلبیتِ رسالت بلحاظ اپنے منصب کے یاد دلائیں گے تو کچھ لوگ (بتعمیل حکم رسولؐ مندرجہ حدیث ثقلین مُشعر اتباع اہلبیت) قبول کرینگے جیساکہ شیعہ اور بہت لوگ حدیثِ ثقلین کے حکم سے بے پروائی کر کے اہلبیت کی تعلیم کو قبول نہ کرینگے چنانچہ اہل سُنّت قبول نہیں کرتے۔

اب یسوع مسیح کی گواہی کا تیسرا مطلب جو خود مکاشفات میں درج ہے عرض کرتا ہوں دیکھو مکاشفات کے باب ۱۹ کی آیت ۱۰ جس میں یسوع مسیح کی گواہی کے معنی بیان ہوئے اور وہ آیت یہ ہے ”اور میں اُس (فرشتہ کے جو حضرت یوحنّا کو آیندہ واقعات کا خواب

دکھا رہا ہے) کے پاؤں پر اُسے سجدہ کرنے کو گرا اور اُس نے مجھے کہا خبردار ایسا نہ کر کہ میں تیرا اور تیرے بھائیوں کا جن کے پاس یسوع مسیح کی گواہی ہے (سورج والی عورت کی باقی اولاد) ہم خدمت ہوں"

یہاں فرشتہ نے یہ ظاہر کیا کہ جو کام ہدایت کا تو (یوحنا) کرتا ہے وہ ہی تیرے بھائی کرینگے جن کے پاس یسوع مسیح کی گواہی ہے (سورج والی عورت کی باقی اولاد) "خدا کو سجدہ کر" (جو اسلام کا حکم ہے کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہیے وہ ہی یہ فرشتہ کہہ رہا ہے) "کیونکہ گواہی جو یسوع مسیح پر ہے وہ نبوت کی روح ہے"

اِس آیت کے فقرۂ آخر سے معلوم ہوا کہ یسوع مسیح کی گواہی سے مُراد نبوت کی روح ہی نہ کہ اصل نبوت اور وہ روحِ نبوت کیا شے ہی؟ وہ کل علم ہے جو نبی کے ذریعہ سے عطا ہوا ہے اس لیئے کہ جب اصل نبوت نہیں ہے تو روحِ نبوت سے سوائے علم اور معجزات کے اور کچھ مُراد نہیں ہوسکتی۔ پس معلوم ہوا کہ اُس سورج والی عورت (نبوت) کی باقی اولاد میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں یعنی روحِ نبوت اُن میں موجود ہی یعنی وہ کل علمِ نبوت جو خدا نے نبی کو دیا تھا وہ سب اُنکو پہنچا ہے جیسا کہ رسولِ خدا صلعم نے خود فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔ ترجمہ میں علم (عطا کردہ خداوند تعالیٰ) کا شہر ہوں اور علیؑ اُسکا (پہلا)[۱] دروازہ ہے جس کو اُس علم کی خواہش ہو اُسکو دروازہ پر آنا چاہیے +

حدیث مندرجہ بالا ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۲۶۲ سطر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ میں حضرت عبداللہ ابن عباس و جابر بن عبداللہ سے یعنی دو راویوں سے روایت کی گئی ہے +

کیا اس حدیث سے یہ حکم نہیں نکلتا کہ احکام و علم عطا کردہ خداوندی جس کی تمہیں ضرورت

---

[۱] ترجمہ حدیث میں لفظ (پہلا) اِس وجہ سے اضافہ کیا گیا ہے کہ بقیہ اولاد نبوت بارہ ہیں اُن بارہ کا پہلا حضرت علی علیہ السلام ہیں ۱۲ مصنف

ہو حضرت علیؑ سے دریافت کرنا اور کیا یہ پیشوا بنانا اور ہادی بنانا نہیں ہوا؟
تعجب ہے اُن حضرات سے جنکو معلوم ہو چکا ہے کہ کسی مسئلۂ دینی میں جناب امیرؑ کا حکم کچھ ہے اور دیگر مجتہدین کا حکم اُس کے خلاف ہے مگر حضرت علیؑ کے حکم کو نہ ماننے کی یہ وجہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُن کے احکام اہل اسلام (ھر مت مخالفان اہلبیت) میں رائج اور نافذ نہیں ہوئے اور رسول اللہ کی ہدایت (میرا علم دریافت کرنا ہو تو علیؑ سے دریافت کرو) کو پس پشت ڈالتے ہیں جیساکہ امام شافعی کا قول شاہ ولی اللہ صاحب نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ احکام علیؑ کے مجکو زیادہ محبوب ہیں مگر چونکہ اُن کے احکام کا نفاذ اہلِ اسلام (اہل سنت وجماعت) میں نہیں ہوا لہذا اُن کے موافق فتوے نہیں دیا جاسکتا۔ دیکھو ازالۃ الخفا فارسی مقصدِ اول صفحہ ۱۱۹ سطر ۱۷ و ۱۸۔ امام شافعی کے اِس قول سے جسکو شاہ ولی اللہ نے نقل کیا ہے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل سُنّت وجماعت میں جو احکام خلاف احکام علیؑ رائج ہیں وہ نہ احکام رسولؐ ہیں نہ سُنّتِ رسولؐ کیونکہ حدیث کے موافق تو وہی احکام رسولؐ ہیں جو حضرت علیؑ نے فرمائے اور وہ اہل سُنّت میں رائج و نافذ نہیں ہوئے تو جو احکام اہلِ سُنّت میں نافذ ہیں وہ احکام رسول نہیں ہیں بلکہ کسی اور کے احکام ہیں جو خلاف حکمِ جناب امیرؑ ہیں جو بالضرور حسبِ حدیثِ مذکور خلافِ حکم رسولؐ اللہ ہیں اور اگر کہا جائے کہ حدیثِ مذکور کا حکم قابل اتباع نہیں تو ہم کو خیال کرنا چاہیے کہ رسولؐ اللہ بعض کلام بطور مخبول (فضول و بے معنی) بھی فرماتے تھے جس پر اُمّت کو توجہ اور غور کرنا کچھ لازم نہیں جیساکہ حدیث مدینۃ العلم مگر جو صاحب یہ خیال کریں تو اُن کو یہ بھی خیال کرلینا چاہیے کہ رسولؐ کے قول کو مخبول خیال کرنے والا مسلمان نہیں رہ سکتا اور اِس تنہا میری دانست میں کسی مسلمان کو عذر نہ ہوگا کہ رسولؐ کے قول یعنی حدیث کو مخبول سمجھنے والا مسلمان نہیں رہ سکتا تو بھلا جس نے وصیت نامۂ رسولؐ کی تحریر کے ارادہ پر رسولؐ کو ہذیان

بتایا ہو وہ مسلمان کیونکر رہگیا ؟

اب مولف حضرات عیسائی صاحبان سے عرض کرتا ہے کہ روزِ قیامت کا خوف کر کے انصاف کریں کہ جب آپ کی الہامی کتاب ظاہر کرتی ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں ایک عورت کا ظہور ہوگا (جو نبوت ہے) جس کی اولاد یسوع مسیح کی گواہی رکھتی ہے اور یسوع مسیح کی گواہی سے مراد روحِ نبوت ہے تو فرمادیں کہ یہ پیشین گوئی ساتویں صدی میں کسی نبی کے آنے کی خبر نہیں تو کیا ہے کیونکہ نبوت کی روح خود نبی میں ہو سکتی ہے یا اُس کے اوصیا اور نائبوں میں سے بھی ہے اور جبکہ ساتویں صدی میں ایک نبی اور بارہ اُس کے نائب ہوچکے یعنی او رسول اللہ اور بارہ ائمہ اہلبیت تو پھر اُن کی نبوت پر (جو تمہاری الہامی کتاب سے ثابت ہے) ایمان لاکر کیوں ذریعۂ نجات نہیں بناتے کیونکہ سابق میں اعمال باب ۳ کے حوالہ میں ذکر ہوچکا ہے کہ جس کی خبر موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ظاہر ہونے کی دی تھی اور جس کی خبر سموئیل سے لیکر پچھلوں تک نے دی ہے اور وہ بعد حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے کے اور قبلِ نزولِ حضرتِ عیسیٰ ظاہر ہوگا۔ جو کچھ وہ کہے اُس کی سب سنو اُسکی بات نہ سُننے والا قوم سے نیست کیا جائیگا اور حضرت عیسیٰ نے بھی خبر دی کہ میرے بعد ایک تسلی دینے والا آویگا جو سب باتیں سکھلائیگا اور آیندہ کی خبریں دیگا اور جو تعلیم میں دیتا تھا وہ تمہیں یاد دلائیگا تو ان پیشین گوئیوں پر غور سے نظر ڈالنے کے بعد کیا محمد رسول اللہ کی نبوت میں کچھ گنجایش شک کرنے کی باقی رہ سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں، کیونکہ حضرت کا ظہور ساتویں صدی میں ہوا جو حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے کے بعد اور حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے سے قبل ہے اور روحِ نبوت[۱] اُن میں موجود اور بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں

---

[۱] جو اوصاف اُس عورت کی باقی اولاد کے مکاشفات میں درج ہیں یعنی خدا کا حکم ماننے والی (معصوم ہونا) اور روحِ نبوت رکھنے والی (یعنی کل علمِ نبوت رکھنے والی) ان میں دونوں اوصاف کو رسول اللہ نے اپنے وصیت نامہ

سے ہیں۔ اور اگر اُن کے نزدیک اِن آیات۱ کے مصداق محمد اور ائمہ اثنا عشر نہیں ہیں تو ساتویں صدی عیسوی میں اور اشخاص اِن اوصاف کے دکھلاویں جو غیر ممکن ہے۔

اب آیت ۱۷ باب بارہ۱۲ کا چوتھا فقرہ "اژدہا اُس عورت کی باقی اولاد سے لڑنے گیا" کی شرح کی جاتی ہے۔

لفظ "لڑنے گیا" کا مطلب یہ ہے کہ جیساکہ شیطان اُس عورت (نبوت) کے فرزند اوّل واکبر کے فنا کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا اور اُس کے فنا کر دینے کی یہ تدبیر کی تھی کہ اپنے مُنھ سے پانی مثل ندی کے اُس کے پیچھے بہایا تھا (یعنی گروہِ کفار کو بکثرت اُس کی مخالفت میں اور قتل کرنے کو کھڑا کر دیا تھا) جس ندی (گروہ کفار) کو زمین (ابو تراب) نے قتل کرکے زیر زمین پہنچا دیا اور شیطان اُس نبی کے فنا کر دینے میں بوجہ امداد ابو تراب کامیاب نہو سکا اب اُس نے ارادہ کیا کہ اُس عورت (نبوت) کی باقی اولاد (چاند و بارہ۱۲ ستاروں) کو فنا کرے اِس لیے کہ جس نبوت کو وہ (شیطان) فنا کرنا چاہتا تھا اُسی نبوت کی محافظ اُنکی بقیہ اولاد موجود ہے جن کی صفت یہ ہے کہ خدا کا حکم مانتے ہیں (معصوم ہیں) اور کل علم نبوت رکھتے ہیں اُن کے فنا کرنے کے واسطے اِس لیے آمادہ ہوا کہ اگر ان کو ہی فنا کر لیا تو بھی اُس کا مطلب پورا ہو جائیگا لہذا وہ ان (بقیہ اولاد نبوت یعنی آل بیت نبوت) سے لڑنے پر آمادہ ہوا جسکی صورت اور واقعات باب آیندہ یعنی باب ۱۳ میں درج ہیں +

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷۸) یعنی حدیث ثقلین میں بیان فرمایا ہے کہ قرآن اور اہلبیت ہرگز جدا نہونگے جس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مرتکب نہونگے کیونکہ گُناہ کی وجہ سے قرآن سے جُدائی لازم آتی ہے جیسا گناہ ویسی جُدائی لازم آتی ہے اور اہلبیت ہرگز قرآن سے جُدا نہونگے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اہلبیت ہرگز مرتکب گناہ نہ ہونگے یعنی معصوم ہیں اور کل علم رکھنا اس سے ظاہر ہے کہ قرآن پر پورے عامل ہونے کو لازم ہے کہ اُس کا پورا علم رکھتے ہوں کیونکہ بغیر پورے علم کے پورا عمل ممکن نہیں اسی لیے رسول خدا نے فرمایا کہ جو کوئی اُن کی پیروی کرے گا کبھی گمراہ نہ ہوگا کیونکہ وہ قرآن کے پورے عامل ہیں اور پورا علم رکھتے ہیں ۱۲ مصنف

بقیہ اولادِ نبوّت سے شیطان کا سامانِ جنگ

باب ۱۳ (۱) اور میں سمندر کی ریتی پہ کھڑا تھا اور دیکھا کہ ایک درندہ جانور سمندر سے
نکلا جس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اُس کے سینگوں پہ دس تاج
اور اُس کے سروں پہ کُفر کے نام (۲) اور وہ درندہ جانور جو میں نے تیندوا کی
شکل تھا اور اُسکے پاؤں بھالو کے سے اور مُنہ اُس کا ببر کا سا اُس اژدہے نے اپنا
اقتدار اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اُسے دیا (۳) اور میں نے دیکھا کہ اُس کے
سروں میں سے ایک پہ گویا ایک زخم کاری لگا ہے پر اُس کا کاری زخم چنگا کیا گیا
تھا اور ساری زمین اُس جانور کے پیچھے تعجب کرتی چلی (۴) اور اُنہوں نے اُس
اژدہے کی جس نے اُس جانور کے تئیں اختیار دیا پرستش کی اور اُس جانور کی
بھی پرستش کی اور وے بولے کون اُس جانور کے مانند ہے کون اُس سے لڑ سکتا
ہے (۵) اور ایک مُنہ بڑا بول بولنے والا اور کفر بکنے والا اُسے دیا گیا اور بیالیس[۴۲]
مہینوں تک لڑائی کرنے کو اُسے اختیار بخشا گیا (۶) اور اُس نے خدا کی بابت
کفر کہنے میں اپنا مُنہ کھولا کہ اُسکے نام اور اُس کے خیمے اور اُن کے حق میں جو
آسمان پر رہتے ہیں کُفر بکے (۷) اور اُسے یہ دیا گیا کہ مقدس لوگوں سے مقابلہ
کرے اور اُن پر غالب ہووے اور سب فرقوں اور اہلِ زبان اور قوموں پر
اُسے اختیار عنایت ہوا (۸) اور زمین کے وے سب رہنے والے جنکے
نام اُس برّے کے دفترِ حیات میں جو بنائے عالم سے قتل ہوا لکھے نہیں گئے
اُس کی پوجا کرینگے (۹) اگر کسی کا کان ہو تو سُنے (۱۰) اگر کوئی قیدیوں کا غول
اکٹھا کرتا ہے سو قید میں پڑیگا اگر کوئی تلوار سے قتل کرتا ہے سو تلوار ہی سے
قتل ہوگا مقدس لوگوں کا صبر اور ایمان اسی میں ہے (۱۱) پھر میں نے دیکھا کہ

اور درندہ جانور زمین میں سے اُٹھا برہ کی مانند اُس کے دو سینگ تھے پر اژدہے کی طرح بولتا تھا (۱۲) یہ پہلے جانور کا سارا اختیار رکھ کے اُسکے آگے عمل کرتا ہے اور زمین اور اُسکے رہنے والوں سے پہلے جانور کو جسکا زخم کاری چنگا کیا گیا تھا پجواتا ہے (۱۳) اور وہ بڑی کرامات کرتا ہے یہانتک کہ لوگوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ نازل کرتا ہے (۱۴) اور اُن کرامات (کے ذریعہ) سے جنہیں اُس درندہ جانور کے سامنے اُس کو کرنے کو دیا گیا زمین کے رہنے والوں کو دغا دیتا ہے کہ زمین کے رہنے والوںسے کہتا ہے کہ تم اُس جانور کی جس میں تلوار کا گھاؤ تھا اور وہ تو بھی جیا ایک مورت بناؤ (۱۵) اور اُسے یہ دیا گیا کہ اُس جانور کی مورت کو جان بخشے کہ اُس جانور کی وہ مورت باتیں بھی کرے اور اُن سب کو جو اُس جانور کی مورت کو نہ پوجیں قتل کروائے (۱۶) اور وہ سب چھوٹے بڑے دولتمند اور غریب آزاد اور غلام سبھوں کے دہنے ہاتھ یا ماتھے پر ایک نشان کروا دیتا (۱۷) تاکہ کوئی خرید فروخت نہ کرسکے مگر وہی جس میں وہ نشان یا اُس جانور کا نام یا اُسکے نام کا شمار ہو (۱۸) حکمت اِس میں ہے وہ جو سمجھ رکھتا ہے اُس جانور کا عدد گِن جائے کیونکہ وہ انسان کا عدد ہے اور اُس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ ہے ۶۶۶"

یہ پوری نقل باب ۱۳ کی ہے جس میں حالات و علامات درندہ جانور کے اور اُس کے نام کے عدد مذکور ہیں ÷

چونکہ اِس باب میں علامات و حالات درندہ جانور کے مذکور ہیں لہٰذا ضرور ہے کہ اول اُس درندہ جانور کی شرح بیان کردی جائے تاکہ جب درندہ جانور کا مطلب معلوم ہوجائیگا تو علامات جو اِس باب ۱۳ میں درندہ جانور کی درج ہیں اُن کی مطابقت کا یقین ہوتا چلا جائیگا اور وہ شرح جانور مذکور کی اِسی مکاشفات یوحنا کے باب ۱۲ کی

آیات ۷، ۹ لغایت ۱۳ میں درج ہے ✤
باب ۱۷ کی آیت ۷ "تب اُس فرشتہ نے مجھ سے کہا تو کیوں دنگ ہے میں اُس عورت اور اُس درندہ جانور کا راز جس پر وہ سوار ہے اور جس کے سات سر اور دس سینگ ہیں تجھ سے کہوں گا" ✤
اِس آیت کا مطلب صاف ہے کہ فرشتہ یوحنا کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ درندہ جانور سے مُراد کیا ہے ✤
آیت ۹ "اِس کی وہ سمجھ یہاں ہے جس میں دانائی ہے" وہ سات سر سات پہاڑ (یعنی سات بادشاہ) ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دانا ہیں اُن کی عقلمندی اس میں ہے کہ درندہ جانور سے جو مُراد ہے وہ سمجھ لیں اِس لیے کہ اُس کے سمجھنے ہی پر تحقیق حق کا دارومدار ہے
آیت ۱۰ "اور سات بادشاہ ہیں پانچ تو گر گئے (یعنی گزر گئے) ایک ہے دوسرا (ساتواں) ابھی نہیں آیا اور جب آویگا تھوڑی مدت اُس کا رہنا ہوگا اور وہ درندہ جانور جو تھا اور نہیں ہے۔ اگرچہ ہے (یعنی اُس کا اثر باقی ہے) آٹھواں بھی ہے اور اُن ساتوں میں سے ہے اور ہلاکت میں جاتا ہے اور دس سینگ جو تو نے دیکھے دس بادشاہ ہیں جنہوں نے اب تک بادشاہی نہیں پائی لیکن اُس درندہ کے ساتھ ایک ساعت تک بادشاہوں کا اختیار پاوینگے اُن سب کی ایک ہی راے ہے"
درندہ جانور کی شرح جو اِس فرشتہ نے بتلائی اُس سے واضح ہوا کہ درندہ جانور کے سات سروں سے وہ سات بادشاہ مُراد ہیں جو اُس سے پہلے ہونگے جن میں سے پانچ گزر گئے چھٹا موجود ہے، ساتواں جب آویگا تو تھوڑی مدت تک بادشاہت کریگا اور آٹھواں وہ خود ہے۔ اور دس سینگ سے مُراد وہ دس بادشاہ ہیں جو اُس کے بعد ہونگے۔ غرضکہ اِس درندہ جانور سے مُراد اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ ہے جن سب کی ایک ہی راے ہے اور ہلاکت میں جاتے ہیں یعنی انجام اُن کا بُرا ہوگا ✤

پس جبکہ اس بیان سے واضح ہوگیا کہ درندہ جانور سے مُراد اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ ہے تو اب اُن کے حالات و علامات متذکرہ پیشین گوئی بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اُن علامات سے معلوم ہو جاوے کہ یہ کونسے بادشاہ ہیں جن پر یہ پیشین گوئی صادق آتی ہی +

مگر اس سے پہلے دو شخصوں کی غلط فہمی جو اُنہوں نے سات سروں کی شرح کرتے ہوے کی ہی بیان کر دینا ضرور ہے +

ایک مولوی صاحب ساکن جموں ہیں۔ جنہوں نے اِس عورت (سورج اور بارہ ستارہ کی تاج والی) کی شرح کی ہے اور سورج سے مُراد رسولِ خدا کو قرار دیا ہے جو بالکل صحیح ہی مگر بارہ ۱۲ ستاروں کی شرح ترک کر دی خیر یہ تو اس وجہ سے کیا کہ بارہ ۱۲ ستاروں کی شرح کرنے سے مذہب سُنّت و جماعت کی جڑ اُکھڑی جاتی تھی ہمیں کچھ شکایت نہیں مگر سات سروں کی جو شرح اُنہوں نے کی ہے وہ بھی صحیح نہیں کی اُنہوں نے سات سروں سے مُراد سات ہزار سال قرار دیے ہیں جو حضرت آدمؑ سے جناب رسولِ خدا تک سات ہزار برس گزُرے ہیں۔ مگر مولوی صاحب مذکور نے یہ خیال نہ کیا کہ ساتویں کی بابت یہ لکھا ہی کہ اُس کا رہنا تھوڑی مدّت ہوگا اگر ہر سر سے مُراد ایک ہزار برس ہوتی تو ایک سر دوسرے سر سے کم کیسے ہوتا جو کہا گیا ہے کہ تھوڑی مدّت اُس (ساتویں بادشاہ) کا رہنا ہوگا۔ کیونکہ ہزار تو سب برابر ہی ہوتے ہیں اور جب خود مکاشفات میں سات سروں سے سات بادشاہ مُراد ہیں تو سات ہزار برس مُراد لینا عجیب ہی +

دُوسرے ۲ پادری عماد الدین صاحب ہیں۔ جنہوں نے اِنہی سات سروں کی شرح کرتے ہوے غلطی کی ہے اور اُس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ وہ پیشین گوئی کو اُن واقعات پر (بوجہ لاعلمی) عائد نہ کر سکے جنکی بابت درحصل یہ پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اور بوجہ لاعلمی وہ معذور بھی ہیں +

پادری عماد الدین نے مکاشفاتِ یوحنا کی شرح لکھتے ہوے درندہ جانور کے سات

سروں سے وہ سات بادشاہتیں مُرادلی ہیں جو "پوپ روم" کے زیر حکومت تھیں جیسا
ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ساتوں بادشاہتیں ایک وقت میں تھیں حالانکہ مکاشفات باب ۱۷
آیت ۹ لغایتہ ۱۳ میں (جواوپر تحریر ہو چکیں) سات بادشاہوں کا حال اس طرح تحریر ہے
کہ پانچ تو گزر گئے (یعنی اُن کا زمانہ ختم ہو گیا) ایک ہے۔ دوسرا ابتک نہیں آیا (یعنی وہ
ابھی تک بادشاہ نہیں ہوا) جب آویگا تو تھوڑی مدت اُس کا رہنا ہوگا (یعنی اُس کی
بادشاہت کا زمانہ تھوڑا ہوگا) جس سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ یہ ایسے بادشاہوں
کا ذکر ہے جو یکے بعد دیگرے ہوں گے نہ کہ ساتوں بادشاہتیں مجموعی طور پر ایک وقت
میں پوپ روم کے ماتحت ہوں گی ✤

دوسرے پادری عمادالدین صاحب نے آٹھواں بادشاہ "پوپ روم" کو تجویز کیا
ہے حالانکہ (ابھی بیان ہو چکا ہے کہ) یہ سات بادشاہ یکے بعد دیگرے ہونگے اُن کے بعد
آٹھواں خود درندہ جانور ہوگا (یعنی وہ بادشاہ جسکے نام کے عدد (بحساب ابجد) چھ سو
چھیاسٹھ ہیں جو اِسی باب ۱۳ کی آخری آیت میں تحریر ہے) ✤

پھر پادری عمادالدین سات سروں میں سے ایک پر زخم کاری لگنے کا یہ مطلب
بیان کرتے ہیں کہ سات بادشاہتوں میں سے ایک بادشاہت انگلستان کی بھی تھی جو
پوپ روم کے زیر حکومت تھی مگر آخر کو محترم و معزز مسٹر لوتھر کی کوشش سے سلطنتِ
انگلستان پوپ روم کی ماتحتی سے الگ ہو گئی۔ یہ زخم کاری لگا تھا۔ مگر یہ شرح صحیح
نہیں۔ کیونکہ پادری صاحب نے یہ غور نہ کیا کہ یہ بھی تو لکھا ہے کہ وہ زخم کاری چنگا ہو گیا
تو زخم کاری لگنے سے اگر یہ مراد لی جاوے کہ پوپ کی ماتحتی سے انگلستان علیحدہ ہو گیا تو
زخم کے چنگا ہونے سے ضرور یہ مراد ہونی چاہیے کہ انگلستان پھر پوپ کے ماتحت ہو گیا۔
حالانکہ سنہ ۱۹۱۸ء تک تو ایسا ہوا نہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زخم جو پوپ کی حکومت
میں انگلستان کی علیحدگی سے لگا تھا وہ سنہ ۱۹۱۸ء تک تو چنگا ہوا نہیں یعنی زخم برقرار ہے

اور مکاشفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زخم چنگا ہو گیا۔ پس سات سروں کا مطلب جو پادری عماد الدین صاحب نے تحریر کیا وہ صحیح نہیں +

اب دکھلایا جاتا ہے کہ وہ اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ جن کو درندہ جانور کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے کونسے بادشاہ ہیں

اس کام کے لیے ضرور ہے کہ باب ۱۳ کی آخری آیت میں جو درندہ جانور کے نام کے عدد تحریر ہیں اُن اعداد سے ایسے آٹھویں بادشاہ کا نام نکالا جاے جس سے پہلے سات بادشاہ ہوں اور اُس کے بعد دس بادشاہ ہوں اور وہ مقدسوں سے مقابل بھی ہوے ہوں اور اُن مقدسوں پر غالب بھی آئے ہوں (کیونکہ درندہ جانور کی جو شرح مکاشفات کے باب ۱۷ کے موافق اوپر تحریر ہو چکی اُس سے وہ آٹھواں بادشاہ ہے) +

چونکہ باب ۱۲ کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ اژدہا (ابلیس) اُس عورت کے (نبوت آخری جس کا ظہور ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں میں یعنی ساتویں صدی عیسوی میں ہوا) فرزند اول (رسولِ خدا) کے نیست و نابود کرنے کے ارادہ میں بوجہ امداد زمین (ابو تراب) کامیاب نہ ہو سکا تو اُس عورت (نبوتِ آخری) کی بقیہ اولاد (آل بیتِ نبوت) سے لڑنے گیا پھر باب ۱۳ کی پہلی آیت میں لکھا ہے کہ ایک درندہ جانور نکلا جسکے سات سر اور دس سینگ تھے (مثل اژدہا کے) اور اُس اژدہے (ابلیس) نے اپنا اقتدار اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اُسے (درندہ جانور کو) دیا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ اژدہے یعنی ابلیس نے درندہ جانور کو اپنا اقتدار دیکر اپنا قایم مقام مقرر کیا اور کام یہ سپرد کیا کہ مقدسوں یعنی اُس عورت (نبوت) کی بقیہ اولاد (اہلبیت نبوی) سے مقابل ہو۔ جیسا کہ باب ۱۲ کے آخر میں لکھا ہے کہ شیطان اُس عورت کی بقیہ اولاد سے لڑنے گیا۔ پس درندہ جانور بہ قایم مقامی ابلیس اہلبیت نبوت سے مقابل ہوا +

چونکہ درندہ جانور سے مُراد ۱۸ بادشاہوں کا سلسلہ ہے تو ظاہر ہوا کہ آل محمدؐ سے یہ

بادشاہ مقابل ہونگے ÷

چونکہ واقعات سے بالیقین معلوم ہے کہ اہلِ بیتِ نبوّت کی مخالفت کسی غیر مسلم بادشاہ نے نہیں کی تو ضرور ہوا کہ یہ سلسلہ ۱۸ بادشاہوں کا مسلمان بادشاہوں کا ہے اور چونکہ باب ۱۳ کی آخری آیت میں تحریر ہے کہ "وہ انسان کا عدد ہے" جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں اُس کے نام کا عدد گن جائیں اور اُس کے نام کا عدد چھ سَو چھیاسٹھ ۶۶۶ ہے" پس مسلمان بادشاہوں کے سلسلے تلاش کیے جن کا آٹھواں بادشاہ وہ ہو جسکے نام کے عدد ۶۶۶ ہوں ÷

آخر بتوفیق ایزدی اُس شخص کا نام ذہن میں آگیا اور وہ **عبد الملک** بن مروان بن حکم ہے جس کے نام کے اعداد حروف اور الفاظ جدا جدا کر کے ذیل میں دکھلائے جاتے ہیں ÷

چونکہ اکثر عوام الناس حساب ابجد سے بالکل ناواقف ہیں جسکے ذریعہ سے نام وغیرہ کے عدد نکالے جاتے ہیں۔ اِس وجہ سے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نام کے عدد نکالنے سے پہلے قاعدہ حروف ابجد (یعنی الفاظ کے اعداد نکالنے کا طریقہ) مع نقشہ حروف و اعداد بیان کر دیا جاوے تاکہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکے اور کسی قسم کی غلط فہمی یا اُلجھن نہ ہو۔ وہوہذا

اَبجَد				ہَوَّز			حُطِّی			کَلِمَن			
ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰

سَعفَص				قُرِشَت				ثَخَذ			ضَظَغ		
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

حساب ابجد مندرجہ صفحہ ۸۶ سے عبدالملک بن مروان بن حکم کے نام کو عدد نکالکر ذیل کے نقشہ میں درج کیے جاتے ہیں جنکی میزان ۶۶۶ ہے ۔

لفظ	حروف جو اس لفظ میں ہیں	اعداد حروف		میزان اعداد الفاظ	
				لفظ	اعداد لفظ
عبد	ع	۷۰		عبد	۷۶
	ب	۲			
	د	۴	۷۶		
الملک	ا	۱		الملک	۱۲۱
	ل	۳۰			
	م	۴۰			
	ل	۳۰			
	ک	۲۰	۱۲۱		
بن	ب	۲		بن	۵۲
	ن	۵۰	۵۲		
مروان	م	۴۰		مروان	۲۹۷
	ر	۲۰۰			
	و	۶			
	ا	۱			
	ن	۵۰	۲۹۷		
بن	ب	۲		بن	۵۲
	ن	۵۰	۵۲		
حکم	ح	۸		حکم	۶۸
	ک	۲۰			
	م	۴۰	۶۸	میزان	۶۶۶

اِس نام کے نکالنے پر اگر کسی صاحب کے خیال میں یہ بات گزرے کہ ۶۶۶ کا عدد صرف اُس شخص کے نام کا ہونا چاہیے نہ یہ کہ ۶۶۶ کا عدد مع اُس کے باپ اور دادا کے پورا کیا جاوے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پیشین گوئی خداوند تعالیٰ کا منشا یہ ہوتا ہی کہ جو پیشین گوئی کی جاتی ہے وہ شخص مطلوب او معین کے سوا کسی اور پر صادق نہ آجاوے جس کی وجہ سے (شخص غیر مقصود پر صادق آنے کی وجہ سے) منشائے پیشین گوئی (ثبوت امر حق) میں خلل نہ پڑے کیونکہ اگر کسی شخص کے نام کے عدد بلا شمول باپ اور دادا کے لکھے جاتے تو یقیناً ممکن تھا کہ اُس نام کے اشخاص بہت سے ملتے اِس لیے پیشین گوئی میں اُس شخص کے نام کے عدد اُسی قدر قرار دیے گئے جو مع باپ اور دادا کے پورے ہوں تاکہ پھر کوئی غیر شخص اُس کا مصداق نہ ہو سکے اور پیشین گوئی کے منشا (ثبوت امر حق) میں خلل نہ پڑے ۞

اگر اِس بیان پر بھی کسی صاحب کے قلب کو تسکین نہ ہو تو براہ مہربانی کسی اور شخص کے نام کے عدد ۶۶۶ دکھلا دیں۔ مگر ہم اُس کو اِس شرط سے منظور کرینگے کہ وہ کسی سلسلہ سلاطین کا آٹھواں بادشاہ ہو یعنی سات بادشاہ اُس سے پہلے اُس کے ہمخیال وہم مذہب (ایک راے والے) گزرے ہوں اور دس بادشاہ (اُسکے ہمراے) اُسکے بعد گزریں اور یہ سب بادشاہ مقدسوں سے مقابل ہوے ہوں اور اُن پر غالب آئے ہوں اور اُس سے پہلے کے سات بادشاہوں میں سے ایک پر زخم کاری[1] لگا ہو جو چنگا[2] ہو گیا ہو اور ساتویں بادشاہ کی مدت

---

[1] ان سات بادشاہوں میں سے ایک پر زخم کاری لگنے سے مراد حضرت عثمان کا قتل ہونا اور حضرت علیؑ کا بادشاہ ہو جانا ہے یعنی مخالفین اہلبیتؑ کا خاتمہ ہو کر سلطنت اہل بیتؑ کو مل جانا جو مخالفین اہلبیت کیلیے زخم کاری تھا ۱۲ مصنف

[2] اور زخم کاری کے چنگا ہو جانے سے یہ مراد ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد پھر معاویہ کو سلطنت ملگئی یعنی مخالفین اہلبیت کو پھر سلطنت ملگئی یعنی وہ زخم کاری (جو عثمان کے قتل ہونے سے) لگا تھا پھر چنگا ہو گیا ۱۲ مصنف

حکومت بہت کم ہو جیسا کہ مروان ساتواں بادشاہ ۔ ۹ ماہ بادشاہ رہا . کیونکہ یہ سب شرطیں عبدالملک بن مروان بن حکم میں موجود ہیں +

دیکھیے ۔ اُس کے نام کے عدد بشمول باپ دادا (یعنی پورا پتہ) ۶۶۶ ہیں اور سات بادشاہ اُس سے پہلے اُسی کے ہمخیال و ہم مذہب گزرے ہیں (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ، امیر معاویہؓ ، یزیدؓ بن معاویہ ، معاویہ بن یزیدؓ اور مروان بن حکم) اور دس بادشاہ اُس کے ساتھ اور بعد ہوئے ہیں (ساتھ کا لفظ اس وجہ سے لکھا گیا ہے کہ پیشین گوئی کی شرح میں لکھا ہے کہ اُسکے ساتھ بادشاہوں کا سا اقتدار پائینگے) جن سب کی ایک ہی رائے ہے جیسا کہ باب ۱۷ کی آیت ۱۳ میں ذکر ہو چکا چنانچہ وہ سب یہ رائے رکھتے تھے کہ رسولؐ نے خلافت کے لیے کسی کو نامزد نہیں کیا اور مخالفت اہلبیتؑ میں سب متفق تھے اور سب کا ایک ہی مذہب تھا یعنی سُنت و جماعت جسمیں کسی شخص کو انکار ممکن نہیں ۔ اور وہ دس بادشاہ جو ساتھ اور بعد کو ہوئے یہ ہیں حجاج بن یوسف (یہ ساتھ تھا) ولید بن عبدالملک ، سلیمانؓ بن عبدالملک ، عمرؓ بن عبدالعزیز یزیدؓ بن عبدالملک ، ہشامؓ بن عبدالملک ، ولید بن یزید بن عبدالملک ، یزیدؓ بن ولید ابراہیمؓ بن ولید ، مروانؓ حمار آخری بادشاہ . مروانی شاخ بنی اُمیہ +

علاماتِ درندہ جانور کی مطابقت

اب اُس سلسلۂ بادشاہان پر (جنکا نام بطور تمثیل مکاشفات میں درندہ جانور لیا گیا ہے) اُن علامات کا صادق ہونا دکھلایا جاتا ہے جو باب ۱۳ میں درندہ جانور کی علامات لکھی ہیں تاکہ علامات صادق ہو کر وہ بادشاہ مشخص اور معین ہو جائیں ۔ ہر ہر آیت کے

ف ۱ شرح درندہ جانور مندرجہ باب ۱۷ مکاشفات " ساتویں بادشاہ کا رہنا یعنی سلطنت کرنا تھوڑا ہوگا " سو ظاہر ہے کہ مروان (ساتویں بادشاہ) کی حکومت صرف ۹ ماہ کی ہوئی ہے جو بہت قلیل مدت ہی ۱۲ مصنف

مضمون کو الگ الگ تحریر کیا جاویگا ۔

درندہ جانور کہاں سے پیدا ہوا

باب ۱۳ آیت ۱ "اور میں سمندر کی ریتی پر کھڑا تھا اور دیکھا کہ ایک درندہ جانور سمندر سے نکلا جسکے سات سر اور دس سینگ تھے اور اُس کے سینگوں پر دس تاج تھے اور اُس کے سروں پر کفر کے نام"

چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اژدہا (ابلیس) کے منہ کی ندی سے کفار قریش (بنی اُمیہ بحالت کفر) مُراد ہیں تو اُس جانور کے سمندر سے نکلنے کے یہ معنی ہوے کہ یہ درندہ جانور اُسی پانی (گروہ کفار) سے پیدا ہوا ہے جو پہلے کافر تھا اور اب اسلام کی ظاہری صورت میں آکر درندہ جانور نام ہو گیا یعنی جیسا کہ شیطان کا قائم مقام حالت کفر میں تھا اور نبوت کو فنا کرنا چاہتا تھا ویسا ہی درندہ جانور کی حالت میں بھی شیطان کا قائم مقام ہے چنانچہ اسی باب کی آیت نمبر ۲ میں لکھا ہے کہ "اژدہا (ابلیس) نے اپنا اقتدار اور بڑا اختیار سب درندہ جانور کو دیا" پس دونوں صورتوں میں وہ شیطان کا قائم مقام ہے یعنی جو کام (نبوت کو فنا کرنا) اژدہا پہلے بذریعہ اپنے منہ کے پانی کی ندی (گروہ کفار) کے کرتا تھا وہی کام (بقیہ اولاد نبوت کا فنا کرنا) اب بذریعہ درندہ جانور کے جسکو اقتدار اور اپنا سب اختیار دیا ہے کرتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ درندہ جانور اُسی سمندر (گروہ کفار) سے پیدا ہوا ہے یعنی جب کفر کی صورت میں تھے اُن کا نام شیطان کے منہ کی ندی تھا اب اُسی گروہ کفار نے صورت اسلام میں آکر درندہ جانور نام پاکر بذریعہ اقتدار و اختیار شیطانی کے بقیہ اولاد نبوت (اہلبیت نبوت) کو بہ قائم مقامی شیطان قتل و غارت کیا اور درندہ جانور سے مُراد اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ ہے جن کا آٹھواں عبد الملک بن مروان بن حکم ہے جس کے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں اور یہی بادشاہ ہے جسکے بعد بڑے زور سے بقیہ اولاد نبوت

(اہلبیت نبوت) پر غالب آئے اور ان پر ظلم کیے اور قتل کیا۔

اسی سلسلہ سلاطین کو (جس کا نام مکاشفات میں درندہ جانور ہے) قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ کہا گیا ہے اور وہ آیت یہ ہے (وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ سیپارہ ۱۵ رکوع ۶) اس آیت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ اے نبیؐ جو خواب ہم نے تم کو دکھایا ہے یعنی وہ واقعات ظلم وجور وقتل وغارت جو تمہارے بعد شجرہ ملعونہ (یعنی درندہ جانور کے ۱۰ بادشاہوں) کے ہاتھوں سے تمہارے اہلبیت اور اُن کے تابعین پر ہونگے وہ ہمنے اپنی مشیت ومصلحت کے موافق اس لیے ہونے قرار دیے ہیں کہ اہلبیت ومومنین کے ایمان وصبر اور منافقین کے کفر باطنی واسلام ظاہری کی جانچ اُن کے افعال اختیاری سے ہو جائے اسلیے کہ ہماری مشیت میں یہ مصلحت قرار پائی ہے کہ ہر شخص کے ایمان کی آزمائش بذریعہ اُسکے اعمال اختیاری کے کرینگے کیونکہ جب تک اختیار نہ دیا جائے آزمائش نہیں ہو سکتی اور شخص کے ایمان کی آزمائش ضروری ہے چنانچہ اس قاعدہ کو خداوند تعالیٰ نے آیت ذیل میں ذکر فرمایا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۳) ترجمہ کیا آدمیوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ صرف زبان سے آمنّا (ہم ایمان لائے) کہنے پر چھوٹ جائینگے اور اُنکے افعال اختیاری کے ذریعہ سے اُن کے ایمان کی جانچ اور آزمائش نہ کی جائیگی یعنی آزمائش ضرور ہوگی۔ اور اسی طرح ایک اور آیت میں آزمائش کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت مَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (پارہ ۴ رکوع ۹) ترجمہ اللہ تم مسلمانوں کو اُس حالت پر جس پر تم اس وقت (مومن اور منافق ملے ہوئے) ہو ہرگز نہ چھوڑیگا بلکہ خبیث (منافق) اور طیب (مومن) میں تمیز کرا دیگا اور یہ فرق اُن کے افعال سے جو وہ اپنے اختیار سے کرینگے خود معلوم ہو جائیگا۔ اور یہی مطلب آزمائش کا ہے۔ اِس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ نزول قرآن تک مومن اور منافق

ملے ہوئے تھے +

اس جگہ اسی آیت کا ایک ٹکڑا ابھی بیان کر دینا ضرور ہے جو گویا اُن لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ رسول نے حدیث میں اور اللہ نے قرآن میں منافقین کے نام کیوں نہ بتلا دیئے وہ آیت یہ ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ترجمہ اور اللہ کی مشیت اور مصلحت یہ نہیں ہے کہ تم عوام کو غیب کی خبروں کی اطلاع دیدے بلکہ خدا غیب کی خبریں دینے کے لیے اپنے رسولوں میں سے جس کو لائق سمجھتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ یعنی اُن کو خبر دیتا ہے جن میں جناب رسالتمآب اور اُن کی تعلیم سے جناب علی مرتضےٰ ضرور ہیں اور رسول نے بتعلیم عالم الغیب ایسی مخبرین گوئیاں کیں جن سے مومنین اور منافقین کی حالت کھل گئی جو رسالۂ حق کی کسوٹی (مؤلفہ حقیر) میں بیان ہو چکی ہیں +

یہ ٹکڑا آیت کا بطور جملۂ معترضہ کے لکھا گیا ہے اب پھر شجرۂ ملعونہ والے مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ پس شجرۂ ملعونہ کا ہونا ہماری مشیت نے اسی (ایمان وصبر اہلبیت و مومنین وکفر باطنی منافقین) کی آزمایش وجانچ کے لیے قرار دیا ہے یعنی شجرۂ ملعونہ اور اُنکے افعال ظلم وجور کو بقوتِ جبری نہیں روکیں گے بلکہ ہونے دینگے تاکہ اُن کے افعال اختیاری سے اُن ملکے نفاق کا ثبوت کامل ہو جائے جس نفاق کو وہ چھپائے ہوئے تھے۔

چونکہ بالیقین معلوم ہے کہ اہلبیتِ رسالت اور اُن کے تابعین پر جو کچھ ظلم وجور وقتل وغارت وقوع میں آیا ہے وہ مسلمان بادشاہوں کے ہاتھوں سے یا اُن کے حکم سے ظہور میں آیا ہے اور اُسی کو قرآنِ مجید میں شجرۂ ملعونہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور مکاشفات میں بھی یہی ذکر ہے کہ بقیۂ اولاد نبوت (اہلبیت نبوت) پر درندہ جانور غلبہ پاکر ظلم وستم کریگا۔ اور درندہ جانور سے مراد اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ ہے۔ (سلسلہ اور شجرہ ہم معنی الفاظ ہیں) تو درندہ جانور (سلسلۂ بادشاہانِ جور) اور شجرۂ ملعونہ کے ایک ہونے

میں ذرا شک نہیں ہو سکتا۔ علمائے اہلسنت[1] وجماعت نے اس شجرہ ملعونہ سے بعض
بنی اُمیہ کو مراد لیا ہے جیسے یزید و عبد الملک[2]۔ مگر شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ خلفائے ثلثہ وامیر
معاویہ و یزید وغیرہ سب اہلبیت نبوت کے مخالف اور اُن کے حق کے غاصب تھے اس لیے
کہ یزید و عبد الملک وغیرہ کو (جنکے شجرہ ملعونہ کے مصداق ہونے کے علمائے اہلسنت قائل ہیں)
اُسی اصول پر تو سلطنت پہنچی جو خلفائے ابتدائی سے تجویز کیا تھا۔

شیعہ و سُنی میں اختلاف ہے۔ سُنت وجماعت کا اعتقاد ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت
عمر و حضرت عثمان یعنی خلفائے ثلثہ اور اہلبیت میں باہم مخالفت نہ تھی اور وہ اور اہلبیت
باہم شیر و شکر تھے۔

مگر پیشین گوئی درندہ جانور اور اُس کی غرغر (اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ) نے ثابت
کر دیا کہ اہلبیت کی مخالفت میں یہ سب بادشاہ شریک تھے اور سب کی ایک ہی رائے تھی
اور ان (اٹھارہ بادشاہوں کے سلسلہ) میں پانچواں یزید[3] اور آٹھواں عبد الملک بن مروان
بن حکم ہے جس کا عدد ۶۶۶ ہے اور یزید پانچواں جب ہی ہو سکتا ہے جب حضرت ابوبکر[1]
و حضرت عمر[2] و حضرت عثمان[3] و امیر معاویہ[4] یعنی چار بادشاہ یزید بن معاویہ (پانچواں) سے

ف۱ قرآن مترجم بہ چہار ترجمہ (شاہ ولی اللہ، شیخ سعدی، شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین) کے پارہ پندرہ کو ع
۶ میں جس میں شجرۂ ملعونہ والی آیت ہے اُس آیت کے حاشیہ پر تحریر ہے کہ اس سے مراد بعض بنی اُمیہ کا ناری ہونا
ہے۔ اور اُسکی تائید اس سے کی ہے کہ قاضی حسین نے اپنی فواتح میبذی میں ذکر کیا ہے کہ جناب علی مرتضےٰ نے جو ایک فرمان
بنام معاویہ لکھا تھا اُس میں لکھا تھا کہ ہم مشکوٰۃ و شجرہ زیتونہ ہیں اور تم شجرۂ ملعونہ ۱۲ مصنف

ف۲ عبد الملک وغیرہ مروانی کہلاتے ہیں جو ایک شاخ بنی اُمیہ کی ہے ۱۲ مصنف

ف۳ یزید جو پانچواں ہے اُسکے پانچویں ہونیکا اشارہ شیعوں کے اعمال عاشورہ کے پنجم ایک فقرہ میں ہے وہ یہ ہے اللھم العن یزید
بن معاویۃ خامساً ترجمہ خداوندا پانچویں درجہ پر یزید بن معاویہ پر لعنت کر۔ شیعہ اہلبیت کے ظالموں میں بلحاظ ترتیب مذکورہ
یزید کو پانچواں قرار دیتے ہیں اور اسی حساب سے عبد الملک آٹھواں ہوا ۱۲ مصنف

پہلے ہوں اور عبد الملک بن مروان بن حکم آٹھواں جب ہی ہو سکتا ہے جب ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و معاویہؓ و یزید بن معاویہ و معاویہ بن یزید و مروان بن حکم سات بادشاہ عبدالملک سے پہلے ہوں +

باب ۱۳ کی آیت ایک میں جو لکھا ہے کہ "اُسکے سروں پر کفر کے نام ہیں" اس کی شرح ذرا طولانی ہے بعد میں عرض کی جائیگی +

اب وہ علامات درندہ جانور کی عرض کرتا ہوں جو باب ۱۳ کی آیت ۳ میں درج ہیں منجملہ اُن علامات کے ایک تو یہ بات ہے کہ شیطان نے اپنا اقتدار اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اُسے (درندہ جانور کو) دیا جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ مخالفت اور فنا کردینے میں بقیہ اولادِ نبوت (اہلبیت رسالت) کے درندہ جانور قایم مقام اژدہا (ابلیس) کا ہے شیطان کے قائم مقام ہونے کا ذکر بھی کفر کے نام کی شرح کے ساتھ کیا جائیگا +

دوسری علامت درندہ جانور کی یہ لکھی ہے کہ "اُسکے سروں میں سے ایک (سر) پر گویا ایک زخم کاری لگا ہے پر اُس کا کاری زخم چنگا کیا گیا تھا اور ساری زمین اُس جانور کے پیچھے تعجب کرتی چلی"۔ اس آیت ۳ باب ۱۳ کی شرح یہ ہے :-

چونکہ پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ سات سروں سے وہ سات بادشاہ مُراد ہیں جو عبدالملک سے پہلے ہیں اور اُنہی سات سروں (سات بادشاہوں) میں ایک سر (ایک بادشاہ) حضرت عثمان بھی ہیں پس اُس (درندہ جانور) کے ایک سر (ایک بادشاہ) پر زخم کاری لگنے سے مُراد حضرت عثمان کا قتل ہونا اور اُن کے بعد حضرت علیؑ کا بادشاہ ہوجانا ہے یعنی مخالفان اہلبیت کے ہاتھ سے سلطنت کا جاتا رہنا اور اہلبیت میں سے بادشاہ قائم ہوجانا گویا ایک زخم کاری تھا کیونکہ اگر اہلبیت ہی میں یہ سلطنت آیندہ قائم رہتی تو مخالفین اہلبیت کی سلطنت کا سلسلہ گویا جاتا رہا تھا یعنی مخالفت اہلبیت گویا ختم ہوچکی تھی پس اُس کے سروں میں سے ایک سر پر زخم کاری لگنے سے مُراد مخالفان اہلبیت کے ہاتھ سے سلطنت کا جاتا رہنا ہے +

باقی آیت "پر اُس کا زخم کاری چنگا کیا گیا تھا" کا مطلب یہ ہو کہ وہ کاری زخم (سلطنت کا نکلنا اور اہلبیت کے قبضہ میں چلا جانا) جو لگا تھا پھر چنگا ہو گیا یعنی سلطنت اہلبیت کے قبضہ سے نکلکر پھر معاویہ کو مل گئی گویا وہ زخم (جو سلطنت کے نکلنے سے لگا تھا) پھر چنگا ہو گیا یعنی سلطنت پھر بنی اُمیہ (مخالفانِ اہلبیت) کے قبضہ میں چلی گئی +

اسی آیت ۳ باب ۱۳ کا ایک فقرہ یہ ہے کہ "ساری زمین اُس جانور کے پیچھے تعجب کرتی چلی" اِس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ تعداد کثیر(۱) مسلمانوں کی اُس جانور کی پیرو اور معتقد ہو گئی اور اُس درندہ جانور (۱۰ بادشاہ) کی پیروی کو پسند کیا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں یہ صفحہ ۲۵۶ مقصد اول سطر ۱۴ میں لکھا ہے کہ خلیفہ اور امام اہلسنت کے نزدیک ہم معنی الفاظ ہیں اور خلیفۂ رسول اللہ وہی ہوتا ہے جو بادشاہ ہو اور امام (لائق پیروی) بھی وہی بادشاہ ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اُسی صفحہ ۲۵۶ کتاب مذکور کی سطر ۲۰ و ۲۱ میں فرقۂ امامیہ پر اعتراض کیا ہے کہ وہ فرقۂ امامیہ زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق کی امامت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بادشاہ نہیں ہوئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حضرات (زین العابدین وغیرہ) بادشاہ ہوتے تو امام ہوتے +

ایک اور ثبوت اِس امر کا کہ اہل سُنت و جماعت بادشاہ کو امام اور قابلِ پیروی اور خلیفۂ رسول اللہ جانتے ہیں یہ ہے کہ آیت اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ(۲) کے لفظ "اُولِی الۡاَمۡرِ" کے مصداق میں مابین شیعہ و سُنی اختلاف ہے (آیت مذکورہ کا ترجمہ حاشیہ کے نوٹ میں ملاحظہ کریجیے) شیعہ کہتے ہیں کہ چونکہ الفاظ رسول اور اولی الا

(۱) ساری زمین کا مطلب تعداد کثیر کے لفظ سے اس لیے کیا ہو کہ اسی باب کی آیت ۸ میں لکھا ہو کہ جنکے نام بڑہ کے دفتر حیات میں نہیں لکھے گئے وہ اسکی پوجا کرینگے اور جنکے نام بڑہ کے دفتر حیات میں لکھے گئے ہیں وہ اسکی پوجا نہیں کرینگے" تو سب نہیں ہوئے بلکہ کچھ الگ ہو گئے اسلیے سب کا مطلب تعداد کثیر کیا گیا کیونکہ کچھ تعداد مستثنٰی ہو گئی ۱۲ مصنف

(۲) ترجمہ: اے مسلمانو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر ۱۲

ایک "اَطِیعُوا" کے تحت میں آئے ہیں لہٰذا اولی الامر کی اطاعت مثل رسول کے کرنی چاہیے اور جس کی اطاعت مثل رسول کے واجب ہو وہ ضرور معصوم ہونا چاہیے اس لیے شیعہ "اُولِی الْاَمْرِ" سے مُراد بارہ ائمہ اہلبیت قرار دیتے ہیں جو معصوم ہیں۔ مگر اہل سنت وجماعت "اُولِی الْاَمْرِ" سے مراد بادشاہ لیتے ہیں اور اُس کی اطاعت حسب الحکم آیت مذکور واجب جانتے ہیں ؎

پس خوب واضح ہوگیا کہ اس فقرہ (ساری زمین اُس جانور کے پیچھے تعجب کرتی چلی) کا مطلب یہ ہے کہ تعداد کثیر مسلمانوں کی (اہلسنت وجماعت) بادشاہوں کی امامت کے قائل ہوگئے اور اُنہی کی پیروی اختیار کرلی اور آئندہ اسی باب میں تحریر ہے کہ یہ پیروی شیطان کی پیروی ہے اسی لیے امام حسین علیہ السلام نے قتل ہوجانا پسند کیا اور اس سلسلہ بادشاہان کے پانچویں بادشاہ (یزید بن معاویہ) کی بیعت اور پیروی اختیار نہ کی ؎

ایک علامت درندہ جانور کی آیت ایک باب ۱۴ میں یہ لکھی ہے کہ "اُسکے سروں پر کفر کے نام لکھے ہیں"۔ اِس فقرہ کی شرح کرنا اور درندہ جانور کا قایم مقام اژدہا (ابلیس) ہونا حسب وعدہ سابق اب دکھایا جاتا ہے ؎

اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے سر (وہ سات بادشاہ) جو اُس سے پہلے ہوں گے دنیا میں کفر پھیلادیں گے اور چونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ یہ اٹھارہ بادشاہ جنمیں سے سات پہلے ہیں جنکو سر کہا گیا ہے) مسلمان بادشاہ ہیں تو معلوم ہوا کہ کفر پھیلانے سے یہ مُراد ہے کہ اپنی پیروی کرنے والے مسلمانوں کو اپنی غلط تعمیلات اور خلافِ حق سے کافر بنادیں گے اگرچہ وہ صورت اسلام پر باقی رہیں مگر عقیدہ اور عمل ایسا کر دینگے جس سے خدا اور رسول کے ساتھ کفر لازم آئے ؎

اِس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی ہے وہ آیت یہ ہے:- وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ (پارہ ۲۰ رکوع ۷) ترجمہ "وہ ایسے امام ہیں کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں"

جہنم کی طرف بلانے والے اماموں والی آیت (اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ) کی شرح اور اسکے متعلق پیشین گوئیاں اور کس پر یہ لفظ صادق آتا ہے رسول اللہ نے بھی ظاہر فرمادیا ہے۔

ایک حدیث کا ٹکڑہ یہ ہے وَاِنَّمَا اَخُوْنُ عَلٰی اُمَّتِیْ اَئِمَّۃَ مُضِلِّیْنَ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۳۱ سطر ۲۱ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ منجملہ ان باتوں کے جن کا اپنی امت کی نسبت مجھے خوف ہے پیشوایان گمراہ کنندہ ہیں +

ایک اور حدیث میں اس آیت کا ایک مصداق بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ یَا عَمَّارُ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیَدْعُوْنَکَ اِلَی النَّارِ ترجمہ "اے عمار تم کو ایک گروہ باغی قتل کریگا اور حالت یہ ہوگی کہ تو اُن کو جنت کی طرف بلاتا ہوگا (یعنی اطاعت علی بن ابیطالب کی طرف کیونکہ عمار حضرت علیؑ کی جانب تھے اور وہیں جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوئے) اور وہ گروہ باغی تجکو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا"

پس خوب واضح ہو گیا کہ رسول اللہ نے معاویہ کو جہنم کی طرف بلانے والا امام قرار دیا جو خلفائے ثلثہ اور اپنی امامت کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا +

اب یہ دکھایا جاتا ہے کہ وہ کیا کیا تعلیمات ہیں جن سے کفر ہو گیا اگرچہ صورت اسلام باقی رہی +

صور تہائے ذیل سے کفر ظاہر ہے

نمبر ا۔ خلاف حکم خدا و رسول نائب رسول کا تقرر بذریعہ اجماع قرار دینا اور امام (نائب رسول) میں بادشاہ ہونے کی شرط قرار دینا (بعد کو اجماع کی شرط بھی قائم نہ رہی چنانچہ ابوبکر نے اپنے انتقال کے وقت بلا اجماع اپنی ذاتی رائے سے حضرت عمر کو خلافت کیلیے نامزد کر دیا یعنی قاعدہ اجماع کے خلاف[۱] کیا جو اپنا ہی ایجاد کیا ہوا تھا)

---

[۱] وقت وفات رسول اللہ ان وجہ سے نیابت رکی گئی تھی کہ اس وقت حضرت علی کی نسبت یقین تھا کہ وہ بوجہ

تقرر خلیفہ بذریعہ اجماع خلاف قرآن و احادیث

انتخاب خلیفہ بذریعہ اجماع کا خلاف حکم قرآن و احادیث ہونا آیات و احادیث ذیل سے ظاہر ہے +

قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (پارہ ۲۵ رکوع ۹)

ترجمہ کفار نے کہا کہ یہ قرآن دو شہروں کے باشندوں میں سے کسی بڑے (مالدار) شخص پر کیوں نہ نازل ہوا (خدا کا جواب) کیا وہ انسان تیرے رب کی رحمت (نبوت و امامت) کو تقسیم کرتے ہیں (یعنی کہتے ہیں کہ نبوت و امامت کے لایق فلاں اشخاص ہیں) حالانکہ دنیا کے سامان زندگی (جو ایک ادنےٰ شے ہی) اُن کے درمیان ہم نے اپنے علم کے موافق اُنکے مناسب حال تقسیم کیے ہیں" پھر بھلا نبوت و امامت انسان کیونکر تقسیم کر سکتے ہیں جو نہایت اعلیٰ شے ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے " اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (پارہ ۸ رکوع ۲) اُن اشخاص کو اللہ ہی خوب جانتا ہے جو قابل رسول یا امام بنائے جانے کے ہیں" یعنی انسان نہیں جانتے۔ اور آیت " وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ (پارہ ۲۰ رکوع ۱۰)

ترجمہ اے ہمارے رسول تمہارا رب جیسا چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اُن میں سے جس کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) بغیر دفنین رسول اللہ پنچایت میں شریک ہو ہی نہیں سکتے لہٰذا اجماع کا جلسہ کرنے میں کچھ ہرج اپنی خواہشات کے پوری ہونیکی بابت نہ تھا ورنہ انکی شرکت سے بوجہ اُن کے نامزد ہو چکنے کے اور استحقاق کے کسی کو خلافت نہ مل سکتی۔

اب بانتقال ابوبکر کا وقت۔ اسوقت حضرت علیؑ کو وہ ضرورت پیش نہ تھی اگر جلسہ اجماع کیا جاتا تو حضرت علیؑ ضرور موجود ہوتے اور اُنکے دلائل پیش ہوتے تو حضرت ابوبکر کا منشا (حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا اسلیے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے بانی حضرت عمر ہی تھے) پورا نہ ہو سکتا تھا لہٰذا اجماع کے طریقہ کو ترک کر کے اپنی ذاتی رائے سے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا + ۱۲ مصنف

اپنے علم کی موافق قابل سمجھتا ہے (نبوت و امامت کے لیے) منتخب کرتا ہے۔ یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں (کیونکہ وہ لوگ علم غیب نہیں رکھتے۔ اور دوسری وجہ آیت کے ٹکڑہ آخر میں جو بیان ہوئی ہے) بقیہ ترجمہ۔ اور تیرا پروردگار اُس کو بھی جانتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ کرتے ہیں۔ یعنی جب آدمیوں کا یہ حال ہے کہ دل میں کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ کرتے ہیں تو پھر وہ انتخاب کرتے وقت ظاہر بات ایسی کہیں گے جو اُن کی خواہش نفسانی کے موافق ہو۔ مگر اُس خواہش کا اظہار نہیں کرتے۔ پھر ایسوں کو انتخاب کا اختیار کیونکر ہو سکتا ہے اور وہ رائے منصفانہ اور آزادانہ کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اُس میں اُن کی غرض نفسانی مخفی ہوتی ہے لہٰذا اس کی شرح میں جناب ختمی مآبؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی جو ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم میں بہ صفحہ ۲۶۲ سطر ۱۷ و ۱۸ میں درج ہے یَا فَاطِمَةُ اَمَا تَرْضِیْنَ اِنَّ اللهَ اِطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَاخْتَارَ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَبُوْكِ وَالْاٰخَرُ بَعْلُكِ ترجمہ اے فاطمہؑ کیا تم راضی نہیں ہو کہ جب اللہ نے اہل زمین پر انتخاب کی نظر ڈالی تو دو شخص منتخب کیے ایک تیرا باپ ہے دوسرا تیرا شوہر (ظاہر ہے کہ ایک کا انتخاب نبوت کے لیے ہے اور دوسرے کا امامت اوّل کے لیے جس کا اعلان بمقام غدیر بذریعہ فرمان مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ ہوا ترجمہ "میں جسکا مولا ہوں علیؑ بھی اُسکا مولا ہے۔ کیا رسول اللہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے مولا نہ تھے؟ ضرور تھے اور جن کے رسول مولا تھے اُن کے علی بھی مولا تھے تو حضرت علی ان خلفائے ثلٰثہ کے بھی مولا ہوئے۔ مولا کے ہوتے جو حاکم بن بیٹھے اُنکی نسبت رائے آپ (حضرات ناظرین) خود تجویز فرمالیں ÷

پھر رسول اللہ نے اس حدیث میں جو انتخاب خداوندی کی اطلاع دی تو اُس کے نتائج دنیوی و اُخروی بھی ارشاد فرما دیے جو حدیث ہائے ذیل سے عیاں ہیں مَنْ یُّرِیْدُ اَنْ یَّحْیٰی حَیَاتِیْ وَیَمُوْتَ مَمَاتِیْ وَیَسْکُنَ الْجَنَّةَ الْخُلْدَ الَّتِیْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فَلْیَتَوَلَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْطَالِبٍ فَاِنَّهٗ لَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنَ الْهُدٰی وَلَنْ یُّدْخِلَكُمْ فِیْ ضَلَالٍ ۝ (ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۶۲ سطر ۱۲ و ۱۵)

ترجمہ۔ جو شخص چاہے کہ میری ہی زندگی بسر کرے اور میری ہی موت مرے اُسکو چاہیے کہ اپنا پیشوا اور محبوب علیؑ ابن ابیطالبؑ کو قرار دے اس لیے کہ وہ (علیؑ) تمکو ہدایت سے ہرگز خارج نہ ہونے دینگے اور گمراہی میں ہرگز داخل نہ ہونے دینگے ❊

دوسری حدیث جس میں نتیجہ انتخاب خداوندی بیان فرمایا ہے اِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَّلَا اَرٰىكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا يَّاْخُذُ بِكُمُ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۰۵ سطر ۱۰۔ اِس کا ترجمہ بھی ازالۃ الخفا اُردو مطبوعہ اخبار وطن لاہور سے لکھا جاتا ہے حصۂ سوم صفحہ ۴۴۳ سطر ۷، ۸ و ۹۔ "اور اگر علیؑ کو خلیفہ بناؤ گے اور مجھے امید نہیں کہ ایسا کرو تو اُن کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پر ثابت قدم پاؤ گے اور وہ تم کو صراط مستقیم پر لے چلیں گے۔ دیکھا ناظرین! جس صراطِ مستقیم پر چلتے رہنے کی توفیق مسلمان لوگ ہر نماز میں الحمد پڑھتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہکر خدا سے طلب کرتے ہیں وہ رسولؐ نے بتلا دیا کہ وہ علیؑ کے امیر و پیشوا قرار دینے سے حاصل ہوگی۔ مگر ایک فقرہ اس میں بطور پیشین گوئی بھی فرمایا ہے یعنی "مجھے امید نہیں کہ تم ایسا کرو" تو صاف نتیجہ ہے کہ جب ایسا نہ کرو گے تو صراطِ مستقیم پر بھی ثابت نہ رہو گے۔ تب بہتر فرقہ ہائے گمراہ میں شمار ہو جائیگا جنکی نجات نہیں ہوگی۔ اب وہ دُو فقرے بھی لکھے جاتے ہیں جو اس حدیث رسولؐ میں اس کے قبل اضافہ کیے گئے ہیں دیکھو ازالۃ الخفا اُردو صفحہ مذکورہ بالا۔ اور وہ یہ ہیں:۔

جب رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد کس کو امیر کریں تو کہا کہ اگر تم ابوبکر کو خلیفہ بناؤ گے تو اُن کو ہدایت کرنے والا پاؤ گے (ہدایت کرنے کا پیشہ ہر بے علم کر سکتا ہے چاہے وہ خود اُس پر عمل نہ کرتا ہو۔ ایسا ہادی جو خود عمل نہ کرتا ہو آیت ذیل کا مصداق ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ترجمہ دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنی ذات کو بھول جاتے ہو۔ پیشوا کے لیے ہدایت پر ثابت قدم ہونا ضرور ہے جو حضرت علیؑ کی نسبت تو آیا ہے حضرت ابوبکر کی نسبت نہیں آیا) امانت دار دنیا سے بے رغبت، آخرت میں راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو

خلیفہ بناؤ گے تو اُن کو قوی امانت دار خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت
سے نہ ڈرنے والا پاؤ گے (ہدایت پر ثابت قدم رہنا یہاں بھی مدار وہ ہے جو پیشوا کیلیے
ضرور ہے اور حضرت علیؑ میں موجود ہے) اب رہی یہ بات کہ یہ دونوں فقرے کب ملحق
ہوئے وہ ظاہر ہے کہ خلافتِ دوم میں اضافہ ہوئے کیونکہ اضافہ کرنے والے کو یہ معلوم
ہی نہ تھا کہ عمر کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ لہٰذا جو خلیفہ ہو گئے تھے اُن کو حدیث میں داخل کر دیا
ورنہ اگر رسول اللہ نے فرمایا ہوتا تو آنحضرت ضرور حضرت عثمان کا تذکرہ بھی فرماتے کیونکہ
بتعلیم عالم الغیب حضرتؐ کو معلوم تھا کہ بمثل دونوں کے تیسرے ناجائز خلیفہ ہونگے عثمان
کا ذکر نہ ہونے سے ظاہر ہے کہ یہ فقرات رسول اللہ کے نہیں ہیں +

اگر کوئی شخص کہے کہ آیاتِ مذکورہ بالا سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ انتخاب کا اختیار خدا ہی
کو ہے اور آدمیوں کو انتخاب کا اختیار نہیں تو قرآن ہی سے دکھاؤ کہ خدا نے رسول اللہ
کے بعد کے لیے کچھ انتخاب کیا یا نہیں +

حضرات! وہ آیت یہ ہے کہ جس میں رسول اللہ کے بعد کے واسطے خدا نے
انتخاب کر کے ظاہر فرمایا ہے وَالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا
مِنْ عِبَادِنَا (پارہ ۲۲ رکوع ۱۶) اور ہم نے جو کتاب تمہارے پاس بھیجی ہے وہ بالکل
ٹھیک ہے اور جو کتابیں پہلی نازل ہوئی تھیں اُن کی تصدیق کرتی ہے بیشک اللہ اپنے
بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے اور دیکھ رہا ہے پھر ہم نے اس کتاب کا وارث
اُن کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے قابل سمجھکر منتخب کر لیا ہے +

جس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ کے بعد بھی خدا نے لوگوں کو انتخاب کیا ہے اور انہی
کو کتاب ورثہ میں دی گئی +

اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ کتاب ورثہ میں کن کو دی گئی کیونکہ جنکو کتاب ورثہ میں دی گئی

وہی خدا کے انتخاب کردہ بندے ہوں گے۔ سو ظاہر ہے کہ کتاب اُن کو ورثہ میں ملی جن کے حسب فرمان واطلاع وہی رسول اللہ کتابِ خدا ہرگز جدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ حوضِ کوثر پر پہنچیں۔ اور وہ اہلبیت وعترتِ رسول ہیں۔ بموجب حدیثِ ثقلین +

پس عیاں ہے کہ بعدِ رسولؐ امامت کیلیے اہلبیت انتخاب کردہ خداوند تعالے ہیں اور اُن میں سے پہلے حضرت علیؑ ہیں جن کی نسبت رسولؐ نے اِسی حدیثِ ثقلین کے آخر میں مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فرمایا ہے۔ (ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے) اور حدیث عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ سے خوب واضح ہے کہ رسول اللہ کے بعد ورثہ میں قرآن حضرت علیؑ کو ملا۔ تو یہی منتخب شدہ ہوے جیسا کہ حدیث متذکرہ بالا میں بخطاب جناب سیدہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دو شخص خدا نے منتخب کیے ایک تمہارا باپ ہے اور ایک تمہارا شوہر +

رسولؐ کی نسبت یہ قرار دیکر کہ رسولؐ نے اپنا نائب کسی کو مقرر نہیں کیا اجماع کا طریقہ ایجاد کیا اور پھر اپنی راے سے خلافت کے لیے نامزد کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لیا جیسا کہ خلیفۂ اوّل نے خلیفۂ دوم کو نامزد کیا اور معاویہ نے یزید کو نامزد کیا اور یہ طریقہ اس قدر صحیح اصولِ شرع سمجھا گیا کہ جو اِس کا مخالف ہو وہ واجب القتل ہے چنانچہ اِس قاعدہ کے موافق یزید خلیفۂ برحق سمجھا گیا تو امام حسین علیہ السّلام باغی سمجھے جا کر واجب القتل قرار پاے اور قتل کیے گئے +

یہ اجماع کا طریقہ ایسا صحیح قاعدہ مانا گیا کہ جب علماے اہلِ سُنّت کو اُن بارہؔ خلیفوں کی تشخیص کرنی پڑی جنکی خبر رسول اللہ نے دی تھی کہ میرے بارہؔ خلیفہ ہوں گے (جن کی نسبت شیعوں کا اعتقاد ہے کہ اُس سے بارہؔ ائمۂ اہلبیت مُراد ہیں) تو یہی قاعدۂ اجماع مدِ نظر رکھکر حضرات ابوبکر[1]، عمر[2] عثمان[3]، علیؑ[4]، معاویہ[5]، یزید[6]، عبدالملک[7]، ولید[8]، سلیمان[9]، عمر بن عبدالعزیز[10]، یزید[11] اور ہشام[12] (۸ و ۹ و ۱۱ و ۱۲ پسران عبدالملک) کو اُن بارہؔ خلیفوں کا

لہ باستثناے علیؑ یہ گیارہ بادشاہ اُسی سلسلۂ بادشاہان میں ہیں جنکو مکاشفات یوحنا میں "درندہ جانور" کہا گیا ہے۔ مصنف

مصداق قرار دیا جس کی خبر رسول اللہ نے دی تھی۔ ان کے تشخیص کرنے کی یہی دلیل پیش کی کہ اِن پر سب مسلمانوں کا اجماع ہوا تھا۔

تشخیصِ مذکورۂ بالا قاضی عیاض نے کی پھر ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بصفحہ ۱۶ و ۱۷ اس کی رائے کو صحیح قرار دیا پھر ابن حجر عسقلانی نے شرح صحیح بخاری میں اسی کو تسلیم کیا اور شرح فقہ اکبر و کنز العمال و شرح عقائد نسفی و ملل و نحل و احیاء العلوم و منہاج السنۃ کے مصنفین سب اسی کے معتقد بنے کیونکہ اس رائے کی بنیاد اجماع پر ہے۔

سبحان اللہ! کیا اسلام ہے۔ صرف اجماع ہونے سے آدمی مسلمانوں کا امام ہو جاتا ہے چاہے اُس سے اعمال فسق و فجور بلکہ افعالِ کُفر صادر ہوں۔ گویا اسلام نے افعال ٹھیک کرنے اور فسق و فجور سے بچنے کی کچھ تاکید ہی نہ کی تھی بلکہ صرف اجماع ہو جانا امیر المومنین ہونے کے لیے کافی ہے۔ اور ایک یہ بھی قاعدہ مقرر ہوا کہ جو خلیفہ ہو وہی نمازِ جمعہ و نمازِ جماعت یومیہ و عیدین کا امام ہوگا۔ گویا یہ علامت خلیفہ کی ہے کہ نماز میں وہی امام ہوا کریگا چاہے وہ فاسق و فاجر و ملحد ہی کیوں نہ ہو اور علانیہ امورِ خلافِ شرع کا مرتکب ہوتا ہو صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہو۔ اور جب نمازِ جماعت وغیرہ کا امام خلیفہ فاسق و فاجر ہوا تو امام ابوحنیفہ نے فتوے بھی دیدیا کہ صَلُّوا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَ فَاجِرٍ ترجمہ ہر نیک و بد اور فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو (جس پر اہل سنت اس وقت تک عامل ہیں) اور اسی قاعدہ کے لحاظ سے کہ نماز جماعت کا امام ہونا خلیفہ ہونے کی علامت ہے حضرت ابوبکر کے لیے حدیث گھڑی گئی کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ گویا خلافت کا تمغہ دیا تھا۔ حالانکہ خود ہی کہتے ہیں کہ نماز تو ہر فاسق بھی پڑھا سکتا ہے۔ تو ابوبکر کو نماز پڑھانے سے کیا فضیلت حاصل ہو گئی کیونکہ نماز تو فاجر و فاسق بھی پڑھا سکتا ہے۔

پس جبکہ نماز جماعت کے امام کے لیے کچھ شرط نہیں کہ وہ افعال فسق و فجور سے پرہیز

کرتا ہو اور پھر خلیفہ رسول اللہ اور امام مسلمین ہونے میں بھی کچھ شرط نیک افعال ہونے کی نہیں (معصوم ہونے کی شرط تو کیا ہوتی جو شیعہ اپنے امام میں ضروری جانتے ہیں) بلکہ فاسق اور ملحد تک بھی خلیفۃ المسلمین ہو سکتا ہے۔ تو علانیہ ظاہر ہوا کہ اسلام گویا نیک افعال کرنیکی ترغیب اور بد افعال سے بچنے کی ہدایت ہی نہیں کرتا۔ جبکہ نمازِ جماعت کا امام اور خلیفۂ رسول اللہ فاسق بھی ہو سکتا ہے تو پھر کوئی مسلم بد افعالی سے بچنے کی کیوں کوشش کریگا کیونکہ یہ دونوں معزز عہدے فاسق و فاجر کو بھی مل سکتے ہیں ۔

ایک اور معزز حالت کی کیفیت سُنیئے :-

مسلمانوں میں ولی کا رتبہ بڑا مانا جاتا ہے اور اُس کو قربِ خدا حاصل ہو جاتا ہے اُس کی کیفیت بھی عجیب ہے۔ اہلِ سُنّت و جماعت کے نزدیک بہت سے ایسے اشخاص ولی سمجھے جاتے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے ہیں، روزہ نہیں رکھتے، بھنگ و شراب پیتے ہیں، خلافِ شرع امور کے مرتکب ہوتے ہیں اس سے اُن کے ولی ہونے میں کچھ نقص نہیں آتا بلکہ اُن کے واسطے یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ فقیر کی بابت کچھ مت کہو خدا جانے کیا بھید ہے جو چاہے کرنے دو۔ کچھ اعتراض مت کرو۔ جس کا صریح یہ مطلب ہے کہ احکامِ اسلام سے وہ مستثنے ہیں۔ نہ کچھ اسلام کے احکام کی پابندی ضرور ہے کیونکہ بغیر اُسکی پابندی کے بھی ولی ہو سکتا ہے، خلیفہ ہو سکتا ہے، امامِ جماعت ہو سکتا ہے۔ اِس اعتقاد کے ساتھ بھلا آدمی مسلمان رہ سکتا ہے؟ اِس لیے کہ اس اعتقاد کا نتیجہ یہ ہے کہ جو احکام اسلام کے رسول اللہ نے فرمائے ہیں خصوصاً یہ کہ جو شخص عمداً نماز کا تارک ہو وہ کافر ہے یہ سب احکام فضول ہیں اور جب رسول کے احکام فضول ہوے تو وہ رسول بھی نہ رہے تو کیا اعتقاداتِ مذکورۂ بالا رکھتے ہوے اُس کا دعوٰے رسول پر ایمان لانے کا صحیح مانا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!! یہ اُسی درندہ جانور کی پیروی کا اثر ہے!!!

اگر رسول خدا کے حضرت علیؑ و حسنینؑ و نو اماموں کو خلافت کیلیے نامزد کرنیکی پیروی کیجاتی

اور مسلمانوں کی حکومت حسب فرمانِ رسول اُن کے ہاتھ میں ہوتی تو بعد حضرت علیؑ و امام حسنؑ کے درجہ دوم پر امام حسین علیہ السلام بادشاہ ہوتے اور یزید ایک رعایا ہوتا۔ قاعدہ اجماع ہی نے تو یزید کو بادشاہ و نائب رسول بنایا۔ جب ہی تو امام حسینؑ سے طالب بیعت ہوا ورنہ بذریعہ اجماع وہ خلیفہ نہ ہوتا تو امام حسینؑ سے کیسے طالب بیعت ہوتا؟ کیا یہ قاعدہ کفر نہیں؟

شہادتِ حسینؑ نے ثابت کر دیا کہ خلیفہ یا امام برحق رسول کے حکم سے ہوتا ہے اجماع کا محتاج نہیں) جیسے کہ امام حسینؑ خود تھے اور اجماعی خلیفہ ناحق پر ہوتا ہے جیسا کہ یزید یا جو اُس سے پہلے مثل اُس کے اجماعی خلیفہ ہوئے تھے۔ اور کسی مسلمان کو یہ مجال نہیں کہ یزید کو حق پر اور امام حسین علیہ السلام کو ناحق پر کہہ سکے۔ کیونکہ اُس سے رسول اللہ کی حدیث کو جھوٹا ماننا لازم آئیگا اِس لیے کہ رسولؐ نے امام حسین علیہ السلام کو مع اُن کے ماں باپ اور بھائی کے بہشتی فرمایا ہے۔ دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم سطر ۵ وہ

چونکہ خدا کے علم میں گزر چکا تھا کہ بعد رسول اللہ کے خلاف حکم خدا و رسولؐ خلیفہ کے انتخاب کیلیے اجماع کا طریقہ ایجاد ہوگا جس سے ہزارہا فسادات دین میں پیدا ہوں گے اور اسی قاعدۂ اجماع کی بنا پر گمراہ شدہ امتِ محمدی امام حسینؑ کو قتل کریگی لہذا اُس نے اپنی قوتِ جبری کے ذریعہ سے اِس کو نہ روکا اِس لیے کہ اِس شہادت سے اہلِ عقل و غور و انصاف پر طریقۂ اجماع کا غلط ہونا واضح اور روشن ہو جائیگا۔ اور خدا نے اِس شہادت کو حد سے زیادہ اِس لیے مشتہر کر دیا کہ دشمنانِ دین اِس کو (فدک کے معاملہ اور امام حسنؑ کو زہر دینے کے واقعہ کی طرح) چھپا نہ سکیں جس سے قاعدۂ اجماع کے غلط ہونے میں کسی کو شک باقی نہ رہے اور امام حسین علیہ السلام کو صبر کا حکم دیا تاکہ دین میں جو سب سے بڑی بدعت (انتخاب خلیفہ بذریعہ اجماع) پیدا ہو گئی اور اس سے اُمت کا گروہِ کثیر گمراہ ہو گیا ہے اُس بدعت کے دور کرنے اور اُمت کو راہِ حق دکھانے اور اسلام کو قائم رکھنے

کا ثواب عظیم ان مصائب عظیم پر صبر کرنے کے عوض حاصل ہو پس امام حسینؑ نے بطیب خاطر دین کی حفاظت کے لیے شہید ہونا اور مصائب پر صبر کرنا منظور کیا ورنہ دین اسلام نیست ونابود ہو جاتا ÷

منافقین امت کے ظلموں کو جو انہوں نے اہلبیتِ رسولؐ (حضرت علیؑ و فاطمہ و حسنینؑ وغیرہ) پر کیے خدا نے کسی مصلحت سے جبراً نہ روکا کیونکہ اگر مجبور کر دیے جاتے تو آزمائش نہ ہو سکتی کیونکہ مجبور کی آزمائش کیسے ہو سکتی ہے۔ آزمائش تو جب ہی ہو سکتی کہ با اختیار ہو کر جو چاہے کرے جس سے ایمان بالرسول کی آزمائش ہو جائے جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا کہ مومنین اور منافقین میں اُن کے افعال اختیاری کے ذریعہ سے ضرور تمیز کر دیگا

اِس بیان سے ناظرین کو یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ جو کچھ خداوند تعالےٰ کی مشیّت ہوتی ہے اور اپنے خاص بندوں پر جو ظلم ہوتے ہیں اور اُن کو نہیں روکتا یا اور امور جو اُسکی مشیت کے موافق ہوتے ہیں جو بظاہر مخلوق کی نظر میں بیجا اور بے موقع معلوم ہوتی ہیں اُس کی سب مشیّتیں عین مصلحت ہوتی ہیں جیسا کہ واقعہ کربلا کی مصلحت کو اوپر بیان کیا گیا چونکہ پروردگار عالم کی ساری مشیّتیں (جنمیں انسان کو جائے دم زدن نہیں) عین مصلحت ہوتی ہیں اسی لیے اُس کے بندگانِ خاص اُس کی مشیّت سے رضامند رہتے ہیں اور اُس کی مشیّت سے رضامند رہنا ہی سب سے بڑا رتبہ ہے (رَضِیَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ) + چنانچہ ایسے ہی حضرات (چہاردہ معصومینؑ) کی نسبت خداوند تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ تمہاری وہی مشیت اور مرضی ہوتی ہے جو خدا کی مشیّت میں گزرا ہے (جو عین مصلحت ہوتا ہے) اور اسی پر خیال کر کے ہر مسلمان بلکہ کُل انسانوں کو مصیبت میں اور تنگی معاش میں صبر کرنا لازم ہے ÷

اب صاحبانِ غور و انصاف دیکھ لیں کہ اگر طریقہ اجماع برائے انتخاب خلیفہ حق ہے (جس سے ابوبکر خلیفہ بنائے گئے) تو یزید بھی حق پر ہے۔ مگر اُسکو کوئی مسلمان تو حق پر

کہہ نہیں سکتا پس ثابت ہوا کہ امام حسینؑ (نصب کردہ خدا و رسولؐ) بلا اجماع حق پر ہیں اور اُنکو کوئی ناحق پر نہیں کہہ سکتا (سوائے خارجیوں کے) کیونکہ رسول اللہ نے اُن کو بہشتی اور سردار جوانان بہشت فرمایا ہے اور خدا نے اُن کی شہادت کی خبر قبل ولبعد ولادت امام حسینؑ کے رسول اللہ کو دی اور رسولؐ اللہ روے اور جناب سیدہ اور علیؑ روے (تو امام حسینؑ کے مصائب پر رونا تو سنت رسولؐ ہوا بدعت کیسے ہوا) اور جبرئیلؑ نے رسولؐ اللہ کو مقتل حسینؑ کی خاک پیش کی جو حضرتؐ نے جناب اُمّ سلمہ اُمّ المومنین کے سپرد کی جو بروز عاشورہ یعنی بروز شہادت امام حسینؑ سُرخ ہوئی اور معتبر لوگوں نے (مثل عبداللہ بن عباس جنکی تصدیق شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی کتاب سر الشہادتین میں کرتے ہیں) رسولؐ اللہ کو بروز عاشورہ خواب میں سر پر خاک پڑا ہوا دیکھا اور وجہ گرد آلود ہونے کی دریافت کرنے پر رسولؐ نے فرمایا کہ میں مقتل حسینؑ سے آرہا ہوں ۔ کیا اب بھی کوئی کہیگا کہ امام حسینؑ ناحق پر تھے ؟ اور یزید اجماعی خلیفہ حق پر تھا ۔ ہرگز کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا +

یہ سب اس لیے تھا کہ اُمت کو معلوم ہو جائے کہ امام حسینؑ حق پر ہیں چاہے اُن پر اجماع ہو یا نہ ہو ۔ اور اُن کا مخالف جو بذریعہ اجماع خلیفہ ہوا ہے ناحق پر ہے جس سے اُمت کو ہدایت ہو جائے اور جو گمراہی پیدا ہوئی ہے جاتی رہے +

اور فقرہ (شہادت حسینؑ اگر نہ ہوتی تو بخشش اُمت نہوتی) کے معنی یہی ہیں کہ اس شہادت سے لوگ طریقۂ اجماع کے غلط اور ناحق ہونے سے آگاہ ہو کر اُسکو اور جو اُس اجماع کے ذریعہ سے امام و خلیفۂ رسولؐ مقرر ہوے ہیں اُن کو ترک کر دینگے اور راہِ حق یعنی رسول اللہ کا حضرت علیؑ اور گیارہ ائمۂ اہلبیتؑ کا نامزد کرنا یقین کر لیں گے اور نجات کے راستہ پر روانہ ہو جائینگے ۔ ورنہ اگر یہ ایسی اعلانی شہادت نہ ہوتی تو طریقہ اجماع کا غلط ہونا واضح اور اظہر من الشمس نہو سکتا ۔ اور پھر اگر یہ شہادت نہوتی تو گمراہی بھی دور نہو سکتی تو پھر بخشش اُمت بھی نہ ہو سکتی کیونکہ وہ گمراہی میں گرفتار رہتی +

اسی وجہ سے اہلِ سُنّت کا خارجی گروہ جس قدر مخالفت امور مذہبی اہلِ تشیّع میں کرتا ہے اُن میں سب سے زیادہ شہادت حسینؑ کے تذکرہ کے بند کرنے میں کوشش کرتا ہے کیونکہ اس تذکرہ سے انتخابِ خلیفہ کیلیے طریقۂ اجماع کے ایجاد کی غلطی اور قلعی کھلتی ہے جیسا کہ امام محمد غزالی نے ذکرِ شہادت حسینؑ کو حرام کیا ہے اور یہی وجہ لکھی ہے کہ اس تذکرہ سے عداوت صحابہ پیدا ہوتی ہے جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ تذکرہ شہادت سے ایجادِ طریقۂ انتخابِ خلیفہ بذریعہ اجماع کی غلطی واضح اور روشن ہوجاتی ہے لہذا اس تذکرہ کی ممانعت کر گئے۔ مگر وہ یہ نہ سمجھے کہ جس شہادت کا اعلان خدا نے قبل وقوع کیا اور بعد شہادت بوجہ اعلانِ کامل مخفی ہونا محال ہے اُسکے چھپانے کی کوشش کرنا بے سود ہے ؏

چراغے را کہ ایزد برفروزد   کسے گر تف زند ریشش بسوزد [۱]

چنانچہ امام محمد غزالی کے منع کرنے کا کچھ اثر نہ ہوا اور اب تک ذکرِ شہادت جاری ہے بلکہ روز بروز ترقی پر ہے۔ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ (سیپارہ ۲۸ رکوع ۹) ترجمہ ارادہ کرتے ہیں کہ اپنے مُنھ کی پھونک سے (اپنے قتووں کے ذریعہ سے) خدا کے نور کو بجھادیں (مگر یہ ہرگز نہ ہوگا) خدا اپنے نور کو پورا کرکے رہیگا۔ چنانچہ دیکھ لیا کہ ممانعت ذکرِ شہادت حسینؑ سے کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ وہ روز بروز ترقی پر ہے اور خدا اپنے نور کو روشن کرتا چلا جاتا ہے ✤

پس طریقۂ اجماع سے زیادہ مسلمانوں کے لیے اور کیا کفر ہو سکتا ہے جو باعثِ شہادتِ حسینؑ مظلوم ہوا ✤

جو بعض صاحب کہہ دیتے ہیں کہ دو شخص بادشاہت کیلیے لڑے ایک شہید ہو گیا یعنی اُس شہادت کو ایک دنیاوی معمولی واقعہ قرار دیتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ از راہِ انصاف غور کریں کہ اگر یہ واقعہ شہادت کربلا دنیا کے معمولی واقعات کے مثل ہوتا اور اُس سے دینی

---

[۱] فارسی شعر کا ترجمہ۔ جس چراغ کو خدا نے روشن کیا ہو اگر کوئی اُس کے بجھانے کیلیے پھونک مارے تو اُسی کی ڈاڑھی جل جائیگی۔ یعنی نتیجہ۔ بعد وہ چراغ ہرگز گل نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ روشن رہیگا۔ ۱۲ مصنف

فائدہ کچھ حاصل نہ ہوتا تو خداوند تعالےٰ اس شہادت کا اس قدر اہتمام کیوں کیا
کہ امام حسینؑ کی ولادت سے قبل اور وقت ولادت اور دیگر مواقع پر فرشتوں کی معرفت
اس شہادت کی خبر رسول اللہ کو دی گئی جس سے حضرت گریاں ہوئے۔ رسولؐ نے
حضرت علیؑ و فاطمہؑ کو آگاہ کیا وہ بھی گریاں ہوئے۔ صحابہ کو بھی مطلع کیا جس سے اسکی
شہرت قبل وقوع ہوگئی۔ خاک کربلا بھیجی گئی جو حضرت اُمِّ سلمہ کے سپرد کی گئی۔ جو بروز
عاشورہ سُرخ ہوگئی اور اب تک بعض تسبیحات خاک کربلا ہندوستان میں بروز عاشورہ محرم
سُرخ ہوتی ہیں اور بروز عاشورہ رسولؐ اللہ کو عبداللہ ابن عباس نے گرد آلود غمگین
خواب میں دیکھا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں مقتل حسینؑ سے آتا ہوں +

کیا آپ انصافاً فرما سکتے ہیں کہ کسی دنیاوی معمولی واقعہ کے متعلق ایسے امور ہوا
کرتے ہیں؟ مجکو یقین ہے کہ آپ اپنے پہلے خیال کو ضرور ترک کردینگے +

نمبر ۲۔ طریقۂ فیصلۂ مقدمۂ فدک عجیب و غریب ہے جو اسلام تو کیا کسی غیر مسلم عادل
گورنمنٹ کے قانون میں بھی نہ ہوگا۔ صورت مقدمہ یہ ہے کہ:-

جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ مدعیہ   بنام   (حضرت) ابوبکر مدعا علیہ۔

حضرات غور کریں: حضرت ابوبکر مدعا علیہ حضرت ابوبکر گواہ حضرت ابوبکر تردید
دعوئے سیدہ میں حدیث لانورث کو بطور قول رسولؐ پیش کرنے والے اور حضرت ابوبکر
ہی مجوز اور فیصلہ کنندہ +

منصفو! کہیں ایسا مقدمہ سُنا ہے؟ ہماری سرکار انگلشیہ پر مقدمات دائر ہوتے
ہیں اور ڈگری اور ڈسمس ہوتے ہیں۔ مگر مجوز گورنمنٹ نہیں ہوتی +

حضرت علیؑ نے دعوئے کیا۔ قاضی مجوز ہوا۔ خود علیؑ مجوز نہ تھے۔ گو اُنکے حاکم اسلام
کے ابوبکر تھے۔ کیا اسلام نے فیصلہ کا یہی طریق تعلیم کیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ اور ایسا مقدمہ
اسلام میں اور کوئی نہیں ہوا۔ اِس طریقہ کے واسطے جناب سیدہؑ مخصوص تھیں۔ اس موقع

پر یہ بھی دکھا دینا ضرور ہوگا اُس حدیث کی حالت قرآن کے ساتھ ملانے سے کیا ہوتی ہے؟
قرآن میں جہاں کسی قاعدہ کلیہ سے کچھ استثنا کرنا منظور ہوا ہے وہیں اُس کا استثنا کر دیا ہے
چند مثالیں:- ۱- لَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ - آیات متشابہ
کا مطلب کوئی نہیں جانتا - مگر "کوئی نہیں جانتا" سے اللہ اور راسخون فی العلم مستثنے ہیں یعنی
وہ آیاتِ متشابہ کا مطلب جانتے ہیں - ۲- مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ
خدا کے حضور کوئی شفاعت نہیں کر سکتا - البتہ اُس کی اجازت سے شفاعت کر سکتا ہے
شفاعت نہ کرنے کے عام قاعدہ میں استثنا ہوگیا کہ اجازت کے بعد شفاعت ہو سکیگی
۳- وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ کوئی شخص خدا کے علم میں سے کسی شے کا
احاطہ نہیں کر سکتا ہے مگر اُس قدر کا جتنا علم دینا خدا مناسب اور قرینِ مصلحت سمجھے - اسمیں
بھی کلیہ قاعدہ کا استثنا مشیت سے ہوگیا +
۴- غالباً حدیث نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ لَا نُوْرِثُ کو غلط ثابت کرنے کے لیے خدا نے
آیت ذیل نازل فرمائی ہے وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط
ترجمہ "اُن لوگوں میں سے جن کو والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ کر مریں ہمنے تمام آدمیوں
کے لیے وارث مقرر کیے ہیں" دیکھیے یہاں کُل کے وارث مقرر کرنا بیان کیا ہے اور
استثنا نہیں کیا ورنہ اگر ابو بکر کی بیان کردہ حدیث کہ انبیاء کے وارث نہیں ہوتے
صحیح ہوتی تو آیت مذکور میں نبیوں کا استثنا ہوتا یعنی اِلَّا النَّبِیِّیْنَ ہوتا جس کا یہ مطلب
ہوتا کہ سب کے وارث ہوتے ہیں مگر نبیوں کے وارث نہیں ہوتے +
نمبر ۲- ایسی تعلیم لوگوں (مسلمانوں) کو دی جس سے اُن کا یہ عقیدہ ہوگیا کہ جو کام
بُرے یا اچھے انسان کرتا ہے وہ خدا ہی کراتا ہے یعنی بندہ مجبور ہے - بندہ کو افعال نیک
و بد کرنے میں کچھ اختیار نہیں - چنانچہ یہ عقیدہ اہل سُنّت و جماعت میں سوائے معدودے
چند لوگوں کے مثل وبا کے پھیلا ہوا ہے - کیا یہ کُفر نہیں؟ یہ تعلیم حضرت عمر نے دی تھی

(جو درندہ جانور کے سات سروں میں سے ایک سر ہیں جن پر کفر کے نام لکھے ہیں) اور وہ
ہی بوجہ لاعلمی معانی قرآن اس کے موجد ہوئے۔ چنانچہ اس کا تذکرہ ازالۃ الخفا مقصد اول
میں (بصفحہ ۱۸۲ آخر و ۱۸۳ شروع) اس طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر نے بمقام جابیہ خطبہ
پڑھا اور اس میں کہا کہ خدا جس کو گمراہ کرتا ہے[۱] اس کا کوئی ہادی نہیں۔ یہ سنکر
ایک قسیس (عالم نصاریٰ) نے جو جلسہ میں حاضر تھا زبان فارسی میں کچھ کہا۔ پس حضرت

---

[۱] آیت کی عربی عبارت یہ ہے مَن یُضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ۔ جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس کو خدا
گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے یعنی ہدایت کی توفیق نہیں دیتا پھر اس کا کوئی ہادی نہیں۔ اس آیت میں یضلل
کے معنی بجائے "گمراہ کرتا ہے" کے جو "گمراہی میں چھوڑ دینا" ترجمہ کیا گیا ہے وہ اسی آیت کے بقیہ جزو
سے عیاں ہے۔ حضرت عمر نے جو آیت پڑھی وہ ادھوری پڑھی اگر پوری آیت پڑھتے تو معنی صاف
ہو جاتے اور کچھ اعتراض ہی نہ رہتا۔ وہ پوری آیت یہ ہے مَن یُضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ وَیَذَرُہُمْ
فِی طُغْیَانِہِمْ یَعْمَہُوْنَ (پ ۹ - رکوع ۱۳) ترجمہ جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اس کا کوئی ہادی
نہیں اور خدا ان کو ان کی سرکشیوں میں سرگردان چھوڑ دیتا ہے۔ یعنی بوجہ ان کی سرکشیوں کے ہدایت
کی توفیق نہیں دیتا اور گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

اب استحقاق توفیق اور عدم استحقاق توفیق کی آیات لکھی جاتی ہیں۔ عدم استحقاق کی آیات یہ ہیں

[۱] اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ خدا قوم ظالمین کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا یعنی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے

[۲] اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ مَنْ ہُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ (پ ۲۴ - رکوع ۹) ترجمہ خدا ایسے کو توفیق ہدایت نہیں
دیتا جو مسرف اور کذاب ہو۔ یعنی ایسے کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اب استحقاق توفیق کی آیات درج کی جاتی ہیں

[۱] اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَہْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (پارہ ۲۵ - رکوع ۳) یعنی خدا جس کو لائق سمجھتا ہے
منتخب کر لیتا ہے اور توفیق ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

[۲] وَالَّذِیْنَ جَاہَدُوْا فِیْنَا لَنَہْدِیَنَّہُمْ سُبُلَنَا (پارہ ۲۱ - رکوع ۳) اور جو لوگ ہمارے بارے میں
دل سے کوشش کریں گے ہم ان کو اپنا راستہ ضرور دکھلا دیں گے۔

استحقاق توفیق و عدم استحقاق توفیق کی آیات کا صریح مطلب یہ ہے کہ جن کو استحقاق ہوتا ہے انکو ہدایت کی توفیق دیتا ہے

عمر نے اپنے مترجم سے دریافت کیا (حضرت عمر فارسی زبان سے ناواقف تھے اور ائمہ اہلبیت دنیا کی سب زبانیں جانتے تھے بلکہ حیوانات کی بھی) کہ یہ مجوسی کیا کہتا ہے؟ مترجم نے کہا کہ یہ شخص خیال کرتا ہے کہ اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے بلکہ خدا نے تجھے پیدا کیا اور اُسی نے تجھے گمراہ کیا اور وہی تجھے جہنم میں داخل کریگا +

افسوس ہے کہ اسلام کے پیشوا ایسے قرار دیے جن کے قول پر نصارٰی اعتراض کریں اور صحیح اعتراض ہو۔ جو شخص خدا کو گمراہ کنندہ نہیں جانتا وہ حضرت عمر کے نزدیک دشمن خدا ہے اور جو (حضرت عمر) خدا کو گمراہ کنندہ کہتے ہیں وہ خدا کے دوست بنتے ہیں "خدا ہی گمراہ کرتا ہے اور خدا ہی دوزخ میں ڈالتا ہے" یہ بیان خدا کے عادل ہونے کے قطعی خلاف ہے انہی وجوہ سے رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ منجملہ ان چیزوں کے جن کا مجھے اپنی اُمت کی نسبت خوف ہے پیشوایان گمراہ کنندہ ہیں (ازالۃ الخفا فارسی مقصد اوّل صفحہ ۱۳۱ سطر ۲۱)

ناظرین دیکھ لیجیے کہ حضرت عمر مسلمانوں کو جبر کا معتقد کر رہے ہیں جو صریح گمراہی اور تعلیم اسلام کے خلاف یعنی کُفر ہے۔ اسی تعلیم کفر کی بابت مکاشفات میں بیان ہے کہ "اُس کے سروں پر کفر کے نام لکھے ہیں" یعنی وہ کُفر کی تعلیم دیتے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱) اور جن کو استحقاق نہیں ہوتا بلکہ سلب توفیق کے لائق ہوتے ہیں اُن کو ہدایت نہیں دیتا بلکہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور چونکہ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ بھی اُسی قسم کی آیت ہے اور اس کے بھی صحیح معنی بیان کرنے منظور ہیں لہٰذا اوّل "شَآءَ۔ يَشَآءُ" جو خدا کی طرف منسوب ہو اُس کی تنقیح کر دینی ضرور ہے۔

شَآءَ کے معنی چاہنا اور خواہش کے ہیں۔ چاہے اپنی ذات کے واسطے ہو یا کسی دوسری وجہ سے۔ جمہور اہل اسلام بلکہ شاید خدا کے ماننے والے کل ادیان کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم بہمہ وجوہ کامل ہے اور اُسکو اپنی ذات کے لیے کسی شے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ اُس کی خواہش ہو۔ پھر خداوند تعالیٰ کی خواہش سوائے اس کے کیونکر نہیں ہو سکتی کہ جو مقتضائے عدل ہو جو مقتضائے اثبات امر حق ہو" جو مقتضائے امتحان بندگان ہو وغیرہ وغیرہ اسی کا

اب بقیہ روایت قتیس درج کی جاتی ہے - حضرت عمر قتیس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ "اگر تم سے اور ہم سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا" پس اس کو سنکر لوگوں کو قدر میں اختلاف نہ رہا۔ سب قدری یعنی جبری ہوگئے +

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۲) نام مشیت ہے - اصول مندرجہ بالا کی بنا پر یَهْدِی مَنْ یَشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَشَآءُ کے معنی یہ ہیں کہ جس کو استحقاق توفیق ہوتا ہے اُس کو ہدایت کرتا ہے اور جس کو بوجہ کمال سرکشی سلب توفیق کے لائق دیکھتا ہے اُسکو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے - اگر یہ معنی صحیح نہ مانے جائیں اور یہی کہا جائے کہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ جن کو آیات مذکورہ بالا میں ہدایت دینے کا وعدہ کیا ہے اُن کو اپنے قانون مقررہ کے خلاف گمراہ کردیگا اس لیے کہ "جسکو چاہے گمراہ کرے" میں وہ بھی شامل ہیں حاشا وکلا - یہ ہرگز نہیں ہوسکتا - جن کو آیات مذکورہ میں ہدایت نہ دینا بیان فرمایا ہے اُن کو ہدایت دیگا کیونکہ "جسکو چاہے ہدایت دے" کے "جسکو" میں وہ بھی داخل ہیں - حاشا اللہ یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتے کیونکہ جو قاعدہ اور وعدہ اُس نے کر رکھا ہے کبھی اُسکے خلاف نہ کریگا - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (پ۳ رکوع ۹) یعنی خدا وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتا - چنانچہ ایک آیت میں جو مثل یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ کے ہے جو سیپارہ ۱۳ رکوع ۱۰ میں واقع ہے "یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ" اس آیت میں یهدی من یشاء کی جگہ یهدی الیه من اناب فرما کر ثابت وظاہر کردیا کہ یهدی من یشاء کے معنی یہ ہیں کہ جو طلب حق میں دل سے کوشاں رہتے ہیں اُن کو ہدایت دیتا ہے نہ کہ جس کو چاہے -

آیت ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ (پ۲۱ - ع۶) ترجمہ "آدمیوں کے کرتوتوں (نفرملہ) سے بر و بحر میں بددینی پھیل گئی ہے" جس سے ظاہر ہوا کہ آدمی گمراہ کرتے ہیں خدا گمراہ نہیں کرتا - اور یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ کی تشریح اس طرح فرمائی ہے :- یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۱۳ - رکوع ۱۶) یعنی خدا ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور توفیق ہدایت اُن سے سلب کرلیتا ہے +

اب دونوں مختلف معنوں کا نتیجہ ملاحظہ کیجیے اور جس کو عقل سلیم پسند کرے اُس کو قبول فرمائیے - اس حقیر کے بیان کیے ہوئے معنی سے نہ تو خدا پر ظلم کا الزام آتا ہے کہ خود ہی گمراہ کرے اور خود ہی جہنم میں داخل کرے اور نہ قرآن کے مضامین میں ایک دوسرے سے اختلاف ہوتا ہے - اور اہل سنت کے عقیدہ کے موافق

کیا ایسے ہی غیر مستحکم عقیدے والے اصحابہ واعظین و تابعین کی پیروی کا حکم رسولِ خدا دے سکتے تھے؟ ہرگز نہیں جیساکہ اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جسکی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۳) اور اُن کے پیشوا یعنی خلیفۂ ثانی کے بیان کیے ہوئے معنی سے خدا پر ظلم کا الزام بھی آتا ہے کہ خود ہی گمراہ کرے اور پھر جہنم میں داخل کرے اور قرآن مجید کے مضامین میں اختلاف بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک جگہ بقول اہلسنت "(خدا) جسے چاہے گمراہ کردے" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آدمی مجبور ہے دوسری جگہ ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (پارہ ۱۵۔ رکوع ۱۶) ترجمہ "جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے"۔ اس سے آدمیوں کا مختار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ ہے کہ فلاں صفت والوں کو ضرور ہدایت دوں گا۔ دوسری جگہ کہا گیا ہے کہ جسکو چاہوں گا گمراہ کردوں گا۔ تو اس مضمون سے ایک آیت دوسری کے خلاف ہوئی جاتی ہے۔ مگر جو معنی پیروان اہلبیت (شیعہ) کرتے ہیں اُن سے یہ اختلافات پیدا نہیں ہوتے +

اب آپ کو اختیار ہے کہ اس حقیر کے بیان کیے ہوئے معنی قبول کرکے اسلام پر قایم رہیے یا دوسرے فریق اور اُن کے گمراہ کنندہ پیشوا کے بیان کیے ہوئے معنی قبول کرکے خدا کے ظالم ہونے کا اقرار کیجیے اور اسلام کا دستِ بردار ہوجیے اور قرآن میں اختلاف کو تسلیم کرکے قرآن کے منجانب اللہ نہ ہونے کا اقرار کرکے اسلام سے خارج ہوجیے۔ بعض حضرات اہلسنت فرقۂ شیعہ کے اس عقیدہ پر کہ "خدا اگر گمراہ کرکے دوزخ میں ڈالے تو اُس پر ظلم کا الزام آتا ہے" جواباً یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا مالک ہے اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کا تصرف اور حق حاصل ہوتا ہے لہٰذا اُس پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اگر بقول اہلسنت خدا پر کسی صورت میں ظلم کا الزام نہیں آتا تو پھر خدا نے قرآن میں بہت جگہ کس اعتراض کے رفع کرنے کے لیے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ یعنی خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا (پارہ ۴۔ رکوع ۱۰) +

اور پھر اہلسنت نے اپنے بیان مذکورۂ بالا کی تائید میں کہ خدا پر کبھی صورت سے ظلم کا الزام نہیں عائد ہوتا مثال مندرجۂ ذیل پیش کی ہے جس سے ایمان اور عقل اور انصاف کا خوب خون کیا ہے اور بیچارے کم سمجھ لوگوں کو گمراہ کرنے میں کسر نہیں چھوڑی اور وہ نایاب مثال یہ ہے:۔

اگر کوئی شخص کسی زمین کا مالک ہو تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس زمین کے کسی ٹکڑے پر عمدہ مکان بنائے اور

جن صحابہ کا یہ حال ہے کہ پہلے (رسول اللہ کا تعلیم کیا ہوا) کچھ اور عقیدہ ہوگا حضرت عمر کی تعلیم سے سب جبر کا عقیدۂ فاسدہ رکھنے لگے۔ ایسے صحابہ کب قابل پیروی ہو سکتے ہیں اور کب ممکن تھا کہ رسول ایسے (گمراہ کرنے والے) لوگوں کی پیروی کا حکم دیتے؟ قابلِ پیروی جناب علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں جن کی نسبت رسولخدا نے فرمایا ہے کہ اگر تم علیؑ کو امیر مقرر کروگے تو وہ تم کو صراطِ مستقیم پر لے جائیگا (ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۲۶۵ سطر ۱۰ ملاحظہ ہو)۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۴) کسی ٹکڑے پر پاخانہ بنائے تو پاخانہ والی زمین کو کوئی حق شکایت کرنے کا نہیں۔ اسیطرح خدا جس کو چاہے جہنم کو بھیجدے کوئی ظلم نہیں۔

اس مثال کی نسبت یہ التماس ہے کہ معاملہ متنازعہ فیہ تو جانداروں یعنی انسانوں سے متعلق تھا جن کو تکلیف دہ چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے اور آرام دہ چیزوں سے راحت پہنچتی ہے۔ اور آپ مثال میں زمین کو پیش کرتے ہیں جو بے جان چیز ہے۔ جس کو اپنے اوپر عمدہ مکان بننے سے نہ آرام معلوم ہوتا ہے اور نہ پاخانہ بننے سے تکلیف۔ للہ لوگوں پر رحم کرو اور ایسی بیکل مثالیں دے دیکر گمراہ نہ کرو۔!!

رحم کریں تو کیسے؟ حضرت عمر کا قول جو غلط ہو جائیگا۔ اُن کا قول غلط نہ ہونے پائے۔ چاہے دنیا بھر گمراہ ہو جائے۔ اُن کی بلا سے گمراہ ہوا کرے۔ حضرت عمر کی تعلیم کو غلط اور گمراہ کنندہ کیسے کہیں وہ خلیفۂ رسول اور امام المسلمین مانے گئے ہیں۔ پس جب تک وہ خلیفہ مانے جائیں گے عقیدۂ مذکور کا برقرار رکھنا لازمی ہے۔ لہٰذا عقلمند اور طالبِ حق کو لازم ہے کہ اُن کی تعلیم گمراہ کنندہ سے بیزاری اختیار کرے اور اُن کو رسول کا خلیفہ ماننا چھوڑ دے ورنہ گمراہ رہیگا اور وہی نتیجہ نکلیگا جو اوپر بیان ہوا یعنی اسلام سے خارج۔

اگر یضل من یشاء کے معنی یہ نہ قبول کیے جائیں کہ جس کو سرکشی کے سبب یا راہ خدا کا طالب نہ ہونے کے سبب یا اُس کی طرف رجوع نہ کرنے کے باعث سلب توفیق کی لائق سمجھتا ہے تو اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اسی امر پر اصرار کیا جائے کہ آیت کے صحیح معنی یہی ہیں کہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے تو اس کے تصفیہ کے لیے ایک قاعدۂ عقلی پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

اگر کسی لفظ یا عبارت قانونی کے کئی معنی ہوں تو اُن معنوں میں سے ہر ایک معنی کے نتائج دیکھو جس معنی

نمبر ۴۴ وضو میں بجائے پاؤں کے مسح کے پاؤں کا دھونا قرار دیا۔ جس کا نتیجہ
یہ ہے کہ جب وضو موافق حکم قرآن نہ ہوا تو وہ وضو ہی نہ ہوا اور جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز
جو بلا وضو نہیں ہو سکتی ندارد ہوئی۔ کیا مسلمانوں کی نماز کا ضائع کرا دینا کفر نہیں؟
اس وضو میں پاؤں دھونے کے طریقہ کے موجد بھی حضرت عمر ہی ہیں، دیکھو ازالۃ الخفا
مقصد دوم صفحہ ۸۴ کی آخری ۳ سطریں۔
وضو میں پاؤں دھونے کا غلط ہونا ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔
حضرت عبد اللہ ابن عباس نے وضو میں پاؤں کا مسح واجب ہونے کی اور پاؤں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۵) نتیجہ خراب اور خلاف منشاے واضع قانون (خداوند تعالےٰ) نکلتا ہو تو اُس معنی کو ترک
کر دینا چاہیے ✤
"جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" کا خراب نتیجہ تو اوپر بیان ہو چکا کہ خدا ظالم ٹھہرتا ہے۔ معانی معتقدہ اہلسنت
کا خلاف منشاے خداوندی ہونا عرض کیا جاتا ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ واقعی خدا اور رسول کا یہی مطلب ہے کہ جسکو چاہے
گمراہ کرے تو اُس کا نتیجہ صورت ذیل میں ملاحظہ کیجیے:۔
جبکہ رسول اللہ کسی غیر مسلم کو ہدایت کریں کہ شرک و بت پرستی اور بد افعالی سے توبہ کر کے خدا کی توحید
اختیار کر تو وہ یہ جواب دیگا کہ جناب آپ کی اور آپکے خدا کی کتاب کی تو یہ تعلیم ہے کہ خدا جس کو چاہے گمراہ کرے
اور جسکو چاہے ہدایت دے بندوں کا اس میں کچھ اختیار نہیں وہ مجبور ہیں۔ تو اُس (خدا) نے مجھکو مجبور کر کے گمراہ
کر دیا ہے۔ اب میں مسلمان نہیں ہوتا ✤
مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کہ اس غیر مسلم کو رسول اللہ کچھ معقول جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں
سوائے۔ آئیں۔ غائیں۔ شائیں کے کچھ جواب نہ بن پڑیگا ✤
اب دیکھو سُنیوں کے معنی نے ایک غیر مسلم کے مقابلہ میں خدا اور رسول کو لاجواب کر دیا۔ تو یہ معنی منشاے
خداوندی کے خلاف ہوئے۔ اس لیے کہ جب رسول ہدایت کریں گے یہی جواب ملیگا۔ حالانکہ خدا کا منشاء بھیجنے رسول
کا یہ ہے یہ تھا کہ لوگ اسلام قبول کر کے نجات حاصل کریں۔ لیکن یہ منشاء ان معنی کی وجہ سے پورا نہ ہو سکیگا
اب بھی اسلام پر رحم کرو اور حضرت عمر کے بتلائے ہوئے گمراہ کنندہ معنی سے درگزر و اور انکو خلیفۂ رسول نہ

سکے دھونے کا حکم نہ ہونے کی تائید میں تیمم کی آیت پیش کی اور کہا کہ تیمم میں منھ اور ہاتھ پر مسح کرنے کا حکم ہے اور یہ وہ اعضا ہیں جن کو وضو میں دھونے کا حکم ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جن اعضاء کے دھونیکا وضو میں حکم دیا گیا ہے تیمم میں اُنہی اعضاء کے مسح کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر وضو میں پاؤں دھونیکا حکم ہوتا تو تیمم میں بھی پاؤں کے مسح کا ضرور حکم ہوتا۔ پس یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ وضو میں پاؤں کے مسح کرنے کا حکم ہے۔ پاؤں دھونے کی ایجاد بدعت ہے ۞ دیکھو ازالۃ الخفا فارسی مقصد اول صفحہ ۱۷۵ سطر ۱۱ تا ۱۳

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶) سے توبہ کرو ۞

اگر اس پر بھی دل مطمئن نہ کرے تو اس بات پر غور کرو کہ خدا نے قرآن میں بہت جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے روز کیا جاویگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (پارہ ۲۱ ۔ رکوع ۱۶) ترجمہ "بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن اُس حق و باطل کا فیصلہ کردیگا جس میں لوگ اختلاف کیا کرتے تھے" اور پھر اُن فیصلوں کا قرآن ہی میں ذکر بھی کیا ہے اور اس امر متنازعہ فیہ کا بھی جس کا ذکر اوپر سے برابر چلا آتا ہے فیصلہ سنا دیا ہے۔ اور کچھ لوگوں کی گفتگوئیں جو قیامت میں کرینگے اُن کا بھی ذکر کیا ہے۔ سیپارہ ۱۹ رکوع ایک میں ایک ظالم کے افسوس کرنے کا ذکر ہے کہ وہ پچتائیگا کہ میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست کیوں بنایا۔ اور کہیگا کہ مجھکو اُس دوست نے گمراہ کردیا دیکھئے یہ کہنے والا کہہ رہا ہے اور پچتا کر کہہ رہا ہے کہ مجھکو میرے دوست نے گمراہ کردیا۔ یہ نہیں کہتا کہ خدا نے مجھے گمراہ کیا۔

ایک موقع پر جہاں مشرکین اور جنکو خدا کے سوا وہ پوجتے تھے جمع ہونگے تو خدا اُن معبودوں کو مخاطب کرکے پوچھیگا کہ کیا ان میرے بندوں کو تمنے گمراہ کیا ہے یا یہ خود ہی گمراہ ہوگئے (دیکھو سیپارہ ۱۸ ۔ رکوع ۱۷) کیا حضرت عمر کو (اس سوال کے جواب دینے میں) اتنی جرأت ہوسکیگی کہ کہدیں خداوندا اِن کو تو نے ہی گمراہ کیا ہے؟ جیسا کہ دنیا میں لوگوں کو تعلیم کیا ہے کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے ۞

ایک جگہ سیپارہ ۸ رکوع ۱۱ میں مشرکین کا قول لکھا ہے کہ "خداوندا انہوں نے ہم کو گمراہ کردیا" (یہ لوگ بھی قیامت میں یہ نہیں کہتے کہ خداوندا تو نے ہی گمراہ کیا تھا) ۞

مندرجہ بالا استدلال تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے قرآن سے پیش کیا ہے اب آیت وضو کا ترجمہ اور ایک اُسی کی ہمشکل عبارت لکھکر دکھایا جاتا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کا اہلسنت جو استدلال کرتے ہیں وہ کس قدر کمزور اور بے تکا ہے ✣

ترجمہ آیت وضو	مسلمانو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو	(تو)	دھولیا کرو اپنے مُنھ اور ہاتھ کہنیوں تک	(اور)	مسح کرلیا کرو (اپنے) سر اور پاؤں کا
ہمشکل عبارت	میرے ملازمو جب تم میرے پاس آنے کو ہو	(تو)	قتل کرلیا کرو زید اور بکر کو	(اور)	کوڑے لگالیا کرو عمر اور خالد کے

آیت وضو کے پہلے فقرہ میں صریح طور پر دو چیزوں (مُنھ اور ہاتھ) کے دھونے کا حکم ہے اور فقرہ ثانی میں دو چیزوں (سر اور پاؤں) کے مسح کا حکم ہے۔

علمائے اہلِ سُنّت خلیفۂ ثانی کی ایجاد کردہ بدعت (پاؤں دھونے) کو صحیح کرنے کیلیے زبردستی کہے جاتے ہیں کہ دھونے کا حکم پاؤں پر بھی ہے۔ اور اسی کے موافق عمل بھی کرتے ہیں۔ اور کچھ توجہ نہیں کرتے عبداللہ ابن عباس کے استدلال قرآنی پر کہ اگر وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں بھی پاؤں کے مسح کا حکم ضرور ہوتا ✣

اچھا اگر آیت وضو کے فقرہ اول کے منھ اور ہاتھ دھونے کا حکم پاؤں پر بھی عائد ہو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۷) اب وہ آیت ملاحظہ کیجیے جو تنازعہ مذکورہ کا فیصلہ کرتی ہے "ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ" (پارہ ۱۷ رکوع ۸) ترجمہ "یہ (سزا) تجکو اُن افعال کی وجہ سے دی ہے جو خود تو نے کیے تھے {اور تیرا دنیا میں یہ جو اعتقاد تھا کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں (خدا) ظالم بڑا ظالم ہوں یہ تیرا اعتقاد بالکل غلط تھا جس کا جواب میں قرآن میں بہت جگہ دے چکا ہوں مگر تو نے نہ مانا وہ جواب یہ ہے} کہ اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا" جس سے صاف ظاہر ہے کہ افعال بندے کے

تو ذرا تحریر کردہ فقرہ ہمشکل آیت پر بھی نظر فرمائیے کہ آیا فقرہ اوّل زید اور بکر کے
قتل کا حکم خالد پر بھی عائد ہونا چاہیے یعنی خالد بھی قتل کیا جانا چاہیے؟ اگر ایسا ہے تو
سبحان اللہ! کیا عجیب تعلیم ہے کہ جسکو کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا ہو اُس کو
قتل کر دینا چاہیے۔ جس کو کوئی ذی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ اگر علمائے اہلسنت کو اپنے
پاؤں دھونے کے استدلال پر اب بھی اصرار رہے تو فقرہ ہمشکل میں خالد کے قتل
کیے جانے کے جواز کا فتویٰ اخبارات میں شائع کرا دیں +

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۸) کرنا بندوں کے اختیار میں ہے جبھی تو فرمایا ہے کہ یہ اُن افعال کی سزا ہے جو تو نے خود کیے
تھے اور یہ عقیدہ کہ خدا گمراہ کرتا ہے اور وہی افعال نیک و بد کراتا ہے قطعی غلط ہے کیونکہ اس عقیدہ سے میں
ظالم ٹھہرتا ہوں۔ حالانکہ میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا +

اِس آیت سے ایک یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس شخص کو یہ فیصلہ سنایا جا کر جہنم بھیجا جائیگا وہ شخص اُسی
گمراہ کنندہ معنی کا معتقد ہو گا کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے۔ ورنہ خدا کا یہ کہنا کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا
فضول ہوا جاتا ہے +

اِس شخص کے عقیدے سے توبہ کرو اور ائمۂ اہلبیت کی پیروی اختیار کرو جو بندوں کو افعالِ نیک و بد
کرنے میں مختار ہونے کی تعلیم دیتے ہیں اور خدا کے عادل ہونے کو ایک اعتقادی رُکن اور اصول قرار دیتے
ہیں جو منشائے خداوندی کے بالکل مطابق ہے +

اہلِ انصاف کو ایک اور امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جمہور اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ
الحمد میں تمام قرآن کے مضامین کا خلاصہ مختصر طور پر درج ہے لہٰذا معاملہ متنازعہ فیہ کی نسبت بھی سورہ الحمد میں
کچھ الفاظ ضرور ہونے چاہئیں جو منشائے خداوندی کو ظاہر کرتے ہوں۔ کہ آیا بندہ مجبور ہے یا نہیں۔ اس امر پر
غور کرنے پر معلوم ہوا کہ سورۂ الحمد میں امر مذکور کی بابت الفاظ موجود ہیں اور وہ نَعْبُدُ و نَسْتَعِین و اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اور ضَالِّیْن ہیں +

یہ تو ظاہر ہے کہ خدا نے الحمد میں اِن الفاظ کے پڑھنے کا حکم دیا ہے تو جب نعبد "یعنی ہم تیری عبادت کرتے
ہیں" پڑھنے کا حکم دیا تو اِس کا صریح مطلب یہ ہے کہ عبادت کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرو جس کے کرنے میں بندہ کو مختار

نمبر ۵ - حضرت عمر کا فتویٰ ہے کہ جُنب (نہانے کی حاجت والے) کو تیمم نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ ایک ماہ تک پانی نہ ملے (دیکھو ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۸۹ سطر ۱۴ و ازالۃ الخفا اردو مطبوعہ اخبار وطن لاہور حصہ دوم صفحہ ۲۴۳ سطر ۱۳ و ۱۴ باب تیمم) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بموجب حکم خلیفہ ثانی کے جب بوجہ نہ ملنے پانی کے ایک ماہ تک آدمی تیمم نہیں کر سکتا تو ایک ماہ تک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ نماز بغیر وضو یا تیمم کے ہو نہیں سکتی۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس حکم سے ترک نماز کی صریح اجازت عیاں ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۹) ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ شیطان عبادت میں مارج ہوتا ہے اور ہم بغیر تیری امداد کے شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور کہتے ہیں اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مدد طلب کرنے کے فعل کو آدمیوں ہی کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ الآیۃ ترجمہ اللہ اُن لوگوں کو اپنی طرف توفیق ہدایت دیتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کریں لہٰذا حکم دیا ہے کہ تم مجھ سے مدد طلب کرو اور اوسکے بعد ہدایت کے طالب ہو یعنی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہو۔ ایک لفظ ضَآلِّیْنَ ہے اُس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ گمراہ ہونے کا فاعل بندہ ہی ہے۔ اور اگر بموجب عقیدہ اہلسنت خدا گمراہ کرنے والا ہوتا تو بجائے ضَآلِّیْنَ (گمراہ ہونے والے) کے اَضْلَلْتَھُمْ (جن کو تو نے گمراہ کر دیا ہے) ہوتا۔ جیسا کہ اسی سورت میں اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ موجود ہے۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ ہمکو اُن لوگوں کے راستہ پر چلا جنکو تو نے نبوت اور امامت کا انعام عطا کیا ہے۔ نہ اُن لوگوں کے راستہ پر جن پر اجماعی تقرر خلافت اور نفسانی انعام ہوا ہے۔

اگر اس پر بھی اپنی ہٹ سے اور تعلیم خلیفہ دوم سے نہ ہٹو تو بیزار ہو مشرکین کے ہم زبان ہونے کی بشارت سُن لو ایک آیت جو سیپارہ ۱۴ رکوع ۱۱ میں ہے یہ ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَھَلْ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ترجمہ اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم اُس کے سوا کسی کی عبادت کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم بغیر اُس (کی مرضی) کے کسی چیز کو حرام کر بیٹھتے جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے تو کیا پیغمبروں کے اوپر سوا صاف صاف پہنچا دینے کے کوئی اور بھی ذمہ داری ہے۔ یعنی نہیں اس آیت کے مضمون قول خدا نے یوں بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمکو خدا نے گمراہ کیا ہے۔ یہی قول حضرت عمر کا

کیونکہ قرآن وحدیث کا حکم ہے کہ بلا وضو نماز نہیں ہو سکتی اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ مگر تیمم کو حضرت عمر ناجائز بتلاتے ہیں۔ تو جب وضو نہ ہوا اور تیمم بھی ہوا تو نماز بھی نہ ہوئی ✣

ذرا سوچیے کہ خلیفہ صاحب نے بربادیِ اسلام میں کونسی کسر اٹھا رکھی؟ خیریت ہوئی کہ اہل سنّت کے چاروں اماموں (امام مالک۔ ابو حنیفہ۔ شافعی۔ اور احمد ابن حنبل) نے حضرت عمر کے اس قول کو علانیہ خلاف قرآن واحادیث معتبرہ دیکھکر نہیں مانا۔ ورنہ یہ بدعت بھی اہل سُنّت والجماعت میں رائج ہو جاتی ✣

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴۰) اور اُن کے پیرو اہل سنت وجماعت کا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین اور اہل سنت وجماعت اس معاملہ میں ہم زبان ہیں اور دونوں کا ایک ہی عقیدہ ہے ✣

ایک آیت اسی مضمون کی پارہ ۸ رکوع ۵ میں ہے "سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ ترجمہ وہ لوگ جو مشرک ہوں گے کہیں گے کہ اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا مشرک نہ ہوتے نہ کوئی شے اپنی طرف سے حرام کرتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے خدا اور رسول صلعم کی اس تعلیم کو (کہ بندہ مجبور نہیں ہے) جھٹلا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے خدا کا عذاب چکھ لیا۔

جس کا یہ مطلب ہے کہ اس اپنے غلط عقیدے اور رسولوں کی تکذیب کی سزا میں گرفتار ہوے ✣

اسی آیت کے آخر میں خدا نے مشرکین کے قول کی تردید میں یوں فرمایا ہے وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ جس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے "شا" کے معنی مشرکین مسلمین مجبور کرنے کے لیتے ہیں، "اگر ہم ہی جبری کارروائی کرتے تو سب ہی کو ہدایت کر دیتے" جس سے ظاہر ہوا کہ خدا جبری کارروائی نہیں کرتا۔ کیونکہ جبری کارروائی کے ساتھ امتحان نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ بہت سی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ دنیا میں انسان امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے۔ جیسے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا یعنی ہم نے موت اور زندگی اس لیے پیدا کی ہے کہ تمہاری آزمائش ہو جاے کہ تم میں سے اچھے عمل کون کرتا ہے؟ سو ظاہر ہے کہ مجبور کی آزمائش ممکن نہیں آزمائش تو جبھی ہو سکتی ہے کہ بندہ مختار ہو ✣

قرآن تو تیمم کا حکم دیتا ہے اور حضرت عمرؓ اسکے خلاف تیمم کو جنب کے لیے ناجائز بتاتے ہیں اگرچہ مہینہ بھر تک پانی نہ ملے۔

قرآن کہتا ہے کہ جو اُس کے موافق حکم نہ دے وہ کافر ہے ❊

مکاشفات میں اسی طرف اشارہ ہے کہ "اُس کے سروں پر کفر کے نام لکھے ہیں"

کفر نمبر ۶ جب حضرت عمر کو اپنے انتقال کا یقین ہو گیا تو خلافت کے لیے چھ شخص (حضرت علیؓ، طلحہ، زبیر، حضرت عثمانؓ، عبد الرحمن بن عوف اور سعد ابن وقاص) کو منتخب کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ان سے وقت وفات راضی تھے۔ یہ چھ شخص اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کرلیں۔ اگر تین شخصوں کی رائے کسی کے خلیفہ کرنے کی ہو اور دوسرے تین شخصوں کی رائے کسی اور شخص کے خلیفہ کرنے کی ہو تو وہ رائے مانی جاوے جس میں عبد الرحمن بن عوف ہو یعنی خلیفہ مقرر کرنے کا اختیار کلی عبد الرحمن کو دیا گیا۔ خدا جانے عبد الرحمن بن عوف میں حضرت عمر کے نزدیک کونسی ایسی فضیلت تھی جس کی وجہ سے اُنکو

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۱) آخر میں بطور نصیحت عرض کیا جاتا ہے کہ اب اہل سنت کے واسطے جو کشمکش حضرت عمر کے بعض قول کرنے سے پیدا ہوئی ہے (خدا کا ظالم ہونا، قرآن میں اختلافات ہونے، ان معنی کا خلاف منشاء خداوندی ہونا، خدا کا اپنے قاعدہ کے خلاف جسکو چاہنا گمراہ کر دینا، غیر مسلم کے مقابلہ میں رسول خدا کا لاجواب ہو جانا، تیامت میں اس عقیدے والے کا معذب ہونا، جزبان مشرکین ہونا) اُس سے رہائی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت عمر کی تعلیم گمراہ کنندہ اور اُن کو پیشوا ماننا چھوڑ دو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ روایت مندرجہ ازالۃ الخفا جو اوپر درج ہو چکی ہے جس میں حضرت عمر نے آیت "من یضلل اللہ فلا ھادی لہ" کو ادھورا پڑھا تھا اور غلط معنی سمجھے کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے اور خدا ہی جہنم میں داخل کریگا" اس کی نسبت کہدو کہ یہ حضرت عمر کا قول نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انکار نہ کروگے تو وہ گمراہ کنندہ پیشوا بنے رہیں گے۔ مگر میرے خیال میں یہ دوسری صورت اختیار کرنا قریب محال کے ہوتا ہے کیونکہ اہل سنت میں وعظ کہنے والے علما جب وعظ سے پہلے خطبہ پڑھتے ہیں تو وہ بھی اس آیت "من یضلل اللہ فلا ھادی لہ" کو ادھورا ہی پڑھتے ہیں اور "ویذرھم فی طغیانھم یعمھون" کو چھوڑ دیتے ہیں (دیکھو پارہ ۹ رکوع ۱۳)

خلیفہ مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ جو بقول اہلسنت رسول اللہ کے لیے نہ تھا کہ کسی کو نامزد کر دیتے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ جو اُس وقت کے مقرر کردہ خلیفہ کو نہ مانے اُس کی گردن ماردی جاوے۔ ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۹۰ سطر ۱۔

یہ عجیب حکم ہے کہ جو آدمیوں کے مقرر کردہ خلیفہ کو نہ مانے وہ قتل کیا جاوے اگرچہ خود ہی فرمایا ہے کہ رسول اللہ وقتِ وفات ان چھ شخصوں سے راضی تھے (ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۱۹ سطر ۲۳ و ۲۴) اور پھر اُن کے قتل کا حکم دیتے ہیں نہیں۔ یہ حضرت علیؑ کے قتل کا حکم تھا کیونکہ جانتے تھے کہ مخالفت اگر کریں گے تو علیؑ ہی کریں گے۔ اس لیے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت اور خود حضرت عمر کی خلافت سے اختلاف کرنے والے اگر تھے تو صرف علیؑ ہی تھے۔ اور اسی حکم کی پیروی تھی کہ امام حسینؑ واجب القتل ہوئے کیونکہ یہی تو حکم ہے کہ جو آدمیوں کی مقرر کردہ خلیفہ کو نہ مانے وہ قتل کیا جاوے۔ چاہے رسولؐ اُس سے راضی رہے ہوں۔

اس واقعہ کے متعلق ایک امر اور بیان کر دینا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف نے خلیفہ نامزد کرنے کا جلسہ کیا تو اوّل حضرت علیؑ سے کہا کہ اگر تم کتابِ خدا و سنّتِ رسولؐ اور طریقۂ شیخین (ابوبکر و عمر) کی پیروی کرنے کا اقرار کر دو تو تم کو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔ اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے کہا کہ میں کتابِ خدا اور سنّتِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کروں گا (لیکن

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۲) جیسا کہ حضرت عمر نے خطبۂ مذکورۂ بالا میں آیت کو ادھورا پڑھا تھا۔ جیسا کہ بعض گمراہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی میں صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پڑھ دیتے ہیں اور اَنْتُمْ سُکٰرٰی چھوڑ دیتے ہیں جس کا صریح مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ نماز نہ پڑھا کرو۔ اور جب علمائے اہل سنت اس عمل میں حضرت عمر کی پیروی کر رہے ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عمر کے اُس مقولہ سے انکار کر سکیں۔ اس لیے اگر خدا کا خوف ہے اور خرابیہائے مذکورۂ بالا سے بچنا منظور ہے تو اُن کی تعلیم گمراہ کنندہ سے بیزاری اختیار کرو اور اُنکو خلیفہ رسول ماننے سے توبہ کرو ۱۲ مصنف

طریقۂ شیخین پر عمل نہ کروں گا کہا گیا کہ آپ (علیؑ) خلیفہ نہ ہوں گے بعد اس کے وہی شرائط حضرت عثمان کے لیے پیش کیں اُنھوں نے منظور کر لیں (چاہے پھر اُن پر عمل نہ کیا) اور خلیفہ مقرر ہو گئے۔ اس واقعہ سے خوب واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ طریقۂ شیخین

لہ طریقۂ شیخین کی پیروی کی شرط اسی لیے لگائی گئی تھی کہ حضرت علیؑ اسے ہرگز منظور نہ کریں گے تو پھر خلافت بھی اُن کو نہ ملے گی ۔۱۲

تنبیہ عبدالرحمٰن بن عوف کے اس شرط کے لگانے سے کہ کتاب خدا و سنّتِ رسول اور طریقۂ شیخین کی پیروی کرنے کا اقرار اگر حضرت علیؑ کریں تو خلیفہ مقرر کیے جاویں۔ ایک یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ طریقۂ شیخین خلافِ سنّتِ رسول اللہ تھا اس لیے کہ باوجودیکہ علیؑ سنّتِ رسول اللہ کی پیروی کا اقرار کرتے ہیں تب بھی خلافت نہیں دی جاتی۔ حالانکہ اگر سنّتِ رسول اللہ اور طریقۂ شیخین ایک ہوتا تو جب حضرت علیؑ نے سنّتِ رسول اللہ کی پیروی کا اقرار کر لیا تو گویا طریقۂ شیخین کی پیروی کا اقرار بھی ہو گیا۔ مگر نہیں سنّتِ رسول اللہ اور تھی اور طریقۂ شیخین اُس کے خلاف تھا۔ اور اُسی کی پیروی کا اقرار نہ کرنے کی وجہ سے تیسری خلافت حضرت علیؑ کو نہ دی گئی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ تیسرے خلیفہ نہیں ہوئے بلکہ چوتھے خلیفہ ہوئے۔

اس جگہ چند مثالیں لکھدینی ضروری ہیں جن سے واضح ہو جائے کہ کیا وجہ تھی جس کے سبب سے حضرت علیؑ نے طریقۂ شیخین کی پیروی کا اقرار نہ کیا۔ اور وہ (علیؑ) اُس کا اقرار کر بھی سکتے تھے یا نہیں؟

نمبر ۱۔ انتخاب خلیفہ بذریعہ اجماع قرار دیا، جو خلافِ حکمِ خدا و تقرر رسول کے تھا۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ حضرت علیؑ نے اپنی وفات کے قریب نصب کردہ رسول اللہ یعنی امام حسنؑ کو بلا اجماع اپنی جانشینی کے لیے نامزد کیا۔

نمبر ۲۔ حضرت عمر نے خلافِ عمل رسول و ابوبکر تقسیم اموال درمیانِ مسلمین اپنی رائے سے جتنا جس کو دینا چاہا مقرر کر دیا اور حضرت علیؑ مثل رسول اللہ کے تمام مسلمانوں کو برابر حصہ دیتے تھے۔

نمبر ۳۔ حضرات خلفائے ثلثہ نے خمس بند کر دیا (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۲۳ تا ۲۷۔ روایت کا ترجمہ یہ ہے:۔ ابو یوسف کلبی نے محمد بن سائب سے اور اُس نے ابو صالح سے اور اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کے وقت میں خمس کے پانچ حصے کیے جاتے تھے۔ ایک اللہ اور رسول کا۔ ایک رسول کے ذوی القربےٰ کا۔ اور یتیم اور مسکین اور مسافر کے تین حصے مگر ابوبکر، عمر و عثمان نے تین حصہ پر تقسیم کیا

(ابوبکر و عمر) کی پیروی کرنے کو اس قدر بُرا جانتے تھے کہ باوجودیکہ اس شرط پر سلطنت ملتی تب
مگر قبول نہیں کرتے، غالباً اُس پر عمل کرنے کو کفر جانتے ہونگے ورنہ کچھ خفیف سی اجتہادی
غلطی ہوتی تو شاید ایسا اصرار نہ کرتے کہ خلافت ملے یا نہ ملے مگر شیخین کے طریقہ کی پیروی
ہرگز منظور نہیں +

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۴) اور رسول اور قرابت داران رسول کا حصہ ساقط کر دیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب
نے ہم سے کہا کہ خمس میں سے تمہاری لڑکیوں کی شادی اور تمہارے مقروض لوگوں کا قرض ہم ادا کرینگے
اس کے جواب میں ہم نے کہا کہ اگر سب دو تو ہم اہلبیت لے سکتے ہیں۔ سب دینے سے حضرت عمر نے انکار کیا
نمبر ۴ حضرت ابوبکر نے جب خلیفہ ہوکر زکوٰۃ لینی شروع کی تو ایک شخص مالک بن نویرہ نے زکوٰۃ
ابوبکر کو دینے سے انکار کیا اور کہا کہ تم خلیفہ رسول نہیں ہو۔ اس پر ابوبکر نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ یہ مرتد ہو گیا
اس کو قتل کرو جب خالد وہاں پہنچا تو گاؤں سے اذان کی آواز سنی گئی تو ہمراہیان خالد نے کہا کہ وہ مرتد
نہیں ہوا لہٰذا خالد صلح ظاہر کرکے گاؤں میں داخل ہوا اور پھر مالک بن نویرہ کو فریب سے گرفتار کرکے قتل کیا
اور اُسی شب کو اُس کی زوجہ سے بلا گزرنے میعادِ عدہ مقرر کردہ کتاب اللہ ہم بستر ہوا اُن کی نسبت بزرگ و
رحسم دل خلیفہ نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ منکرین کو آگ میں جلا دیا جسکی تعمیل خالد نے کافی طور سے کی +
جب یہ خبر قتل مالک بن نویرہ اور اُس کی زوجہ سے خالد کی ہم بستری کی مدینہ پہنچی تو حضرت عمر نے ابوبکر
سے کہا کہ خالد نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے اُس کو قتل کرنا چاہیے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں خالد کو
قتل کرکے خدا کی تلوار کو میان میں نہیں کر سکتا (سبحان اللہ جو مسلمان کو بلا جرم قتل کرے وہ سیف اللہ خدا کی
تلوار ہو لی؟) غرضکہ خلاف حکم قرآن خالد باوجود قتل مسلمان و زنا کاری قتل نہ کیا گیا بلکہ سپہ سالاری پر برقرار رکھا گیا
کیونکہ اُن کے ظلم و جور کا معاون تھا اور کاغذات حساب کتاب دربار خلافت میں نہ بھیجتا تھا جتنا مال چاہتا
خرچ کر دیتا تھا۔ جب عمر خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے حساب مانگا پھر بھی اُس نے حساب نہ دیا اور لکھا کہ میں ابوبکر
کے وقت سے ایسا ہی کرتا آیا ہوں اور اب اُس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر بیت المال کی رقم
اس طرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتھ میں دے سکتے تھے (اور حضرت ابوبکر نے اجازت دے رکھی تھی اور کچھ نہ
بول سکتے تھے کیونکہ وہ اُن کے ظلم و جور کا معاون تھا) تب اُس کو معزول کیا گیا۔ (دیکھو گلزار صدیقی آخر صفحہ ۵۲

یہیں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جن کے طریقہ کی پیروی کرنے سے حضرت علیؑ کو ایسی نفرت ہے کہ سلطنت سے دست بردار ہوتے ہیں تو کیا کسی منصف مزاج کے خیال میں یہ بات یقین کی جا سکتی ہے کہ حضرت علیؑ اُن (شیخین) کو خلیفہ برحق اور اپنا امام جانتے تھے۔ حاشا و کلا۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں *

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵) و شروع صفحہ ۱۴۵ بحوالہ "الفاروق" مصنفہ مولوی شبلی *

نمبر ۵۔ حضرت عمر بعد وفات رسول جناب سیدہؑ کو بجائے پرسا دینے کے جناب سیدہؑ کو اُنکے گھر جلا دینے کی دھمکی دینے گئے تھے *

کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ابو بکر و عمر کی پیروی اِن امور میں حضرت علیؑ کر سکتے تھے۔ یعنی زکوٰۃ جبر کے ساتھ وصول کرتے ؟ (اِس عبارت کے بعد حضرت علیؑ کا طریق وصول زکوٰۃ کا لکھا جائیگا) یا جو زکوٰۃ نہ دے اُس کو مرتد قرار دیکر قتل کراتے اور جو کسی مسلمان کو قتل کر کے اُس کی زوجہ سے بلا گزرنے میعاد قرآنی (عدہ) کے ہمبستری کرے اُسکو حضرت علیؑ بلا قصاص یونہی چھوڑ سکتے تھے اور خالد جو بیت المال کی رقم بے دریغ خرچ کرتا تھا اور حساب نہ دیتا تھا اُس کو بحال رکھ سکتے تھے؟ اور تدارک نہ کرتے۔ حاشا للہ۔ ہرگز نہیں *

یہ تھے چند افعال لطور نمونہ منجملہ افعال ابو بکر و عمر جن کی پیروی حضرت علیؑ نہ کر سکتے تھے اور اسی وجہ سے اقرار نہ کیا۔ چاہے سلطنت نہ ملی *

اب دیکھو حضرت علیؑ کا طریق وصول زکوٰۃ مندرجہ نہج البلاغۃ۔ حضرت علیؑ نے ایام خلافت میں وصول کنندگان زکوٰۃ کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تم کسی جگہ زکوٰۃ لینے جاؤ تو جبر نہ کرنا۔ جو کوئی کہے کہ میرے پاس مال زکوٰۃ دینے کے لائق نہیں تو کچھ تعرض نہ کرنا وہاں سے چلے آنا۔ اور اگر کسی کے پاس بکری یا اور مویشی قابل زکوٰۃ ہوں تو اُسکے مویشی کو پریشان نہ کرو اور اُن کو نصف نصف کر کے جو نصف مالک مال پسند کرے پسند کرنے دو پھر نصف کا نصف کرتے جاؤ اور ہر دفعہ مالک مال کو پسند کا اختیار دیتے جاؤ کیونکہ مال میں زیادہ حصہ مالک کا ہے اور تمہارا حصہ کم ہے۔ آخر مضمون تک یہ مختصر طریقہ وصول زکوٰۃ حضرت علیؑ کا ہے *

اب آپ حضرت ابو بکر کے جبراً وصولِ زکوٰۃ و منکرین کے جلا دینے پر غور کریں اور حضرت علیؑ کے طریقہ وصول زکوٰۃ کو دیکھیں۔ کیا علیؑ ابو بکر کی پیروی کر سکتے تھے؟ اِن کُلی اختلافات کے ہوتے ہوئے

ایک یہ بات بھی قابلِ گزارش ہے کہ عبد الرحمٰن ابن عوف کو سر پنچ خلافت مقرر کرنے کا منشا یہ تھا کہ عبد الرحمٰن مذکور عثمان کا داماد اور بنی اُمیہ ہے۔ اور عثمان بھی بنی اُمیہ ہیں پس یہ (عبد الرحمٰن) عثمان ہی کو خلیفہ مقرر کریگا اور جب سلطنت بنی اُمیہ میں پہنچے گی اور بنی اُمیہ قدیم سے دشمنِ بنی ہاشم اور دشمنِ اسلام ہیں تو اُن کے ہاتھ سے بنی ہاشم اور اسلام کی خوب بیخ کنی ہو گی۔ چنانچہ امام حسنؑ و امام حسینؑ وغیرہ کو اُنھوں نے قتل کیا اور اسلام کے احکام کی عہدِ عثمان و معاویہ و یزید وغیرہ میں ایسی گت بنی کہ اگر امام حسینؑ شہادت کو قبول نہ کرتے اور بنی اُمیہ وغیرہ کا ظالم و غاصب، جائر و منافق و کافر ہونا ثابت نہ کرتے تو اسلام کے نیست و نابود ہونے میں کچھ کسر نہ رہی تھی +

کفر نمبر ۷۔ بوجہ ترک کرا دینے پیروی اہلبیت کے (جنکی نسبت رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اُن کی پیروی کرنے والا کبھی گمراہ نہ ہوگا) اور اختیار کرنے پیروی خلفاء ثلثہ وغیرہ اُن کی پیروی کرنے والوں میں " وحدت[ط] وجود " کا مسئلہ ایجاد ہوا ہے کہ سب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶) کوئی ذی عقل اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ علیؑ نے حضرت ابو بکر کو اپنا امام و پیشوائے دین تسلیم کیا ہو اور بیعت کی ہو +

ط " وحدت وجود " کا استدلال اور اُس کی تردید ۔ وحدت وجود کے قائلین نے لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ و لا اِلٰہ غیرک کے معنی لا موجود غیر اللہ کیے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی موجود اللہ کا غیر نہیں بلکہ خود اللہ اس صورت میں ہو گیا ہے۔ یعنی ہر موجود عین خدا ہے +

اسلام نے تو یہ تعلیم کیا تھا کہ جو موجودات ہے وہ مخلوق ہے اور خدا اُس کا خالق ہے۔ وحدت وجود والے کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے بلکہ خدا خود اس جہان کی صورت میں ہو گیا اسکے سوا اور خالق نہیں۔ دہریہ منکرین وجود خالق بھی یہی کہتے ہیں کہ بس یہ جہان ہے اور کوئی خالق نہیں۔ فرق اتنا ہے کہ صوفیہ نے اسی جہان کا نام خدا رکھ لیا ہے +

اب آپ اِس کی آیت پر غور کریں :- وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

موجودات جو نظر آتے ہیں خدا ہیں اور جب خود خدا ہوئے تو پھر نماز کس کی؟ چنانچہ بہتوں نے نمازیں چھوڑ دیں۔ اور اہل بدعت میں کوئی اُن تارکانِ نماز کو بُرا نہیں سمجھتا بُرا سمجھنا تو درکنار رہا۔ بلکہ اُن کو اولیاء اللہ کے درجہ پر پہنچا رکھا ہے۔ اور رسولؐ نے جو عمداً نماز ترک کرنے والے کو کافر کہا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ یہ کُفر نہیں تو کیا ہے؟ احکام رسول متعلق نماز کو معطل سمجھنا کُفر نہیں؟

دیوانے اور باؤلے کو (جسکو اصطلاحاً مجذوب کہتے ہیں) ولی سمجھتے ہیں اُن کی پیری اختیار کرتے ہیں اور اُنکے اقوال بیہودہ والفاظ لایعنی کو رمزِ خداوندی سمجھکر اُن پر نہایت جوش وخروش کے ساتھ عمل کرتے ہیں ؀

اسلام میں یہ ردنق آرہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ کیا اسی کا نام اسلام ہے کہ رسولؐ کے احکام معطل کر دیے جائیں چنانچہ مولوی عبدالحی بدایونی وکیل چندوسی اور مولوی فضل اکرم صاحب ساکنِ بدایوں جو ایک مرتبہ اجمیر گئے تو ایک شخص سے جو اجمیر میں ولی مشہور ہے ملاقات کو گئے۔ وقتِ مغرب قریب تھا جب مغرب کا وقت آیا تو دونوں حضرات

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۷) پارہ ۵ رکوع ۸۔ اگر قرآن غیر خدا کا بنایا ہوا ہوتا (یعنی محمدؐ نے بنالیا ہوتا) اس لیے کہ قرآن کی بابت سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ یا تو خدا نے بھیجا یا محمدؐ نے بنایا) تو اُس میں بہت اختلافات ہوتے۔ اس آیت سے روشن ہے کہ خداوند تعالےٰ نے جناب رسالت مآبؐ کو بوجہ اس کے کہ وہ مخلوقِ خدا ہیں اپنا غیر فرمایا ہے تو بھلا پھر کسی کا کیا مُنھ ہے کہ وہ عین خدا ہو۔ یہاں تک کہ اونٹ، گھوڑا، گائے، بھینس، شیر، بھیڑیا، کُتا، بلی، فاسق، فاجر، فرعون، موسےٰ، محمد، علی، ابوجہل، یزید، مسلم، کافر، مشرک، ملحد سب خدا ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ غیر خدا نہ تھے بلکہ عین خدا تھے چنانچہ وہ رسول اللہ کو احمد بے میم یعنی احد کہنے ہی لگے ہیں تو یہ فقرہ کہ "اگر قرآن غیر خدا کا بنایا ہوا ہوتا" بالکل بے معنی ہے کیونکہ جب کوئی غیر خدا ہے ہی نہیں تو پھر فرض کرنا بھی غلط ہے کہ اگر غیر خدا کا بنایا ہوا ہوتا تو اُس میں اختلافات ہوتے ۱۲ مصنف

نے ولی مذکور سے خواہش کی کہ نماز مغرب آپ کے پیچھے پڑھیں تو ولی صاحب نے جواب دیا کہ میں کس کی نماز پڑھوں جس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو خود خدا ہوں نماز کس کی پڑھوں"۔ یہ ہیں مسلمانان سنت جماعت کے اولیا۔ اور ولی مذکور کے اس فقرہ کو سنکر اُن کے مریدان کو کافر نہیں سمجھتے۔ بلکہ ولی ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اور شاہ جی وارث علی شاہ ملک پنجاب کے پیر جن کے لاکھوں مرید ہیں قطعی نماز نہ پڑھتے تھے اور ولی کامل تھے۔ چنانچہ اُن کے مرید کہتے ہیں کہ وارثیوں (مریدانِ وارث علی شاہ) کو نماز سے کیا تعلق ہے"۔

ایک شخص سنت جماعت مولوی حامد حسین نے نماز ترک کر دی وجہ دریافت کرنے پر جواب دیا کہ نماز میں جو لَا اِلٰہَ غَیرُکَ (ترجمہ سوا تیرے معبود نہیں) تو اس تیرے کا خطاب کس سے کروں یعنی تیرا کس سے کہوں میں تو خود ہی ہوں۔ معاذ اللہ۔ کیا یہ کفر نہیں؟

اب پھر مکاشفات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اُس درندہ جانور کے حالات میں لکھا ہے کہ "ساری زمین اُس کے پیچھے پیچھے تعجب کرتی چلی" اِس سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کے گروہ کثیر نے اُس جانور درندہ (اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ) کو اپنا پیشوا اور امام قرار دے لیا۔ اور "پیچھے چلنے" سے مراد پیروی اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ اہلِ سُنّت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ خلیفہ وامام وجانشین رسول اللہ کا وہی شخص ہوتا ہے جو بادشاہ ہو اور اگر بادشاہ نہیں ہوا تو وہ امام نہیں۔ جیسا کہ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۲۵۶ سطر ۲۰ و ۲۱ میں تحریر ہے کہ "فرقۂ امامیہ زین العابدین و محمد باقر و جعفر صادق کی امامت کے قائل ہیں حالانکہ وہ یقیناً بادشاہ نہیں ہوے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام وہی ہوتا ہے جو بادشاہ ہو"۔ پس جبکہ معلوم ہو چکا کہ درندہ جانور سے ۱۸ بادشاہونکا سلسلہ مراد ہے اور جو گروہ امامت

وجانشینی رسول اللہ میں بادشاہ ہونے کی شرط لگاتا ہے وہ اہل سنت وجماعت ہیں اور وہ اُنہی کو امام سمجھتے ہیں اور اُسی کی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ جو مسلمانوں میں بادشاہ ہو چنانچہ اُولی الامر سے اُن کے نزدیک مُراد بادشاہ ہے۔ پس واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کا گروہ کثیر جو اُس درندہ جانور (بادشاہوں کے سلسلہ) کے پیچھے تعجب کرتا چلا وہ اہلِ سُنّت وجماعت ہیں*

باب ۱۳ کی آیت ۴۔ "اور اُنہوں نے اُس اژدہے (ابلیس) کی جس نے اُس جانور کو اختیار دیا تھا پرستش کی اور اُس جانور کی بھی پرستش کی اور وہ بولے کون اُس جانور کے مانند ہے کون اُس سے لڑسکتا ہے"

اِس آیت کی شرح کے لیے ایک اصول اہل حق کا سمجھ لینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ جو کوئی اُس شخص کی پیروی کرتا ہے جس کا تقرر بغرض ہدایت خلق منجانب اللہ ہوا ہے (جیسے انبیاء و اوصیاءِ انبیا) یا اُن کی جنہوں نے احکام خدا کو خدا کے مقرر کردہ لوگوں سے اخذ کیا ہے تو واقعی اُس نے خدا کی پرستش کی کیونکہ وہ رسول یا امام خدا کا مقرر کردہ ہے چنانچہ قرآن مجید میں پارہ ۵ رکوع ۹ میں خدا فرماتا ہے مَنْ یطع الرّسول فقد اطاع اللہ ترجمہ "جس نے خدا کے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا ہی کی اطاعت کی" اور جو کوئی ایسے شخص کی پیروی کرتا ہے اور اُس کے بتلائے ہوئے احکامِ دینی پر چلتا ہے جس کا تقرر منجانب اللہ نہیں ہوا تو وہ اُسی شخص کا پرستش کرنے والا قرار پائیگا کیونکہ جس کی وہ پیروی کرتا ہے اُس کا تقرر منجانب اللہ نہیں ہوا اور وہ شخص لوگوں کو احکام خداوندی کے نام سے غلط احکام اپنی رائے سے بتلاتا ہے کیونکہ اصلی احکام خداوندی تو اُس صورت میں ہوتے جبکہ وہ منجانب اللہ مقرر ہوا ہوتا۔ دیکھو آیت اتخذ وا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ (سیپارہ ۱۰ رکوع ۱۱) ترجمہ "اُنہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے"

جب ائمہ اہلبیت سے دریافت کیا گیا کہ کیا اُنہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنا لیا تھا تو امام نے فرمایا کہ خدا نہیں بنایا بلکہ خدا کو چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب خدا کے احکام کو چھوڑا اور احبار وغیرہ کو خدا بنانے کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے بتلائے ہوئے احکام پر چلتے تھے چاہے وہ احکام کتاب خدا کے خلاف ہوں۔ تو جب اُنہوں نے یہ عمل کیا تو گویا اُنہوں نے احبار و رہبان کو ہی اپنا رب بنا لیا ہے۔ اسی لیے آیت میں خدا نے اُن کو احبار وغیرہ کا پرستش کرنے والا فرمایا ہے۔

پس آیت منسبحہ میں جو یہ لکھا ہے کہ اُنہوں (درندہ جانور کی پیروی اختیار کرنے والوں) نے اژدہے اور جانور کی پرستش کی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا نے یہود کو اپنے احبار و رہبان کا پوجنے والا اس وجہ سے قرار دیا کہ وہ کتاب خدا کے حکم کے خلاف اپنے احبار کا حکم مانتے تھے اسی طرح اژدہے اور جانور کی پرستش سے یہ مراد ہے کہ وہ درندہ جانور (۸ بادشاہ یعنی خلفاء) کے بتلائے ہوئے احکام پر چلتے ہیں جن کا تقرر منجانب اللہ نہیں ہوا۔ تو وہ جانور (بادشاہوں) کے پوجنے والے ہوئے اور چونکہ درندہ جانور کو اختیار و اقتدار اژدہے یعنی ابلیس نے بخشتا ہے تو یہ لوگ اژدہے کے بھی پوجنے والے ہوئے گو وہ خیال کرتے ہوں کہ ہم احکام خداوندی کی تعمیل کر رہے ہیں کیونکہ وہ اُن کے احکام پر نہیں چلتے جن کا تقرر منجانب اللہ ہوا ہے یا جنہوں نے خدا کے نصب کردہ لوگوں سے احکام خداوندی کو اخذ کیا ہے۔ اگر مامورین من اللہ کے احکام پر چلتے تو خدا کے پوجنے والے ہوتے اور اسی آیت منسبحہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ (درندہ جانور کی پیروی کرنے والے) بولے کون اُس (جانور) کی مانند ہے، کون اُس سے لڑ سکتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اُس کے تابعین کہتے ہیں کہ ان خلفاء کی مانند کوئی نہیں۔ نہ اُن سے کوئی لڑ سکتا ہے سو یہ امر ظاہر ہے کہ جب اُن کو بادشاہت ملتی ہے تو اُن سے کون لڑ سکتا ہے۔ یعنی جب بادشاہ

مقدس لوگوں (اہلبیت نبوی) پر غالب آگئے تو کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ ایسے بہادر ہیں کہ
اُن سے کوئی نہیں لڑ سکتا اور جب وہ غالب رہے تو اُن کے نزدیک کوئی اُن بادشاہوں
کی مانند نہیں +

چنانچہ اہل سُنّت وجماعت حضرت علیؑ کو بمقابلہ خلفائے ثلٰثہ ڈرپوک ظاہر کرتے ہیں
اور انکی تقریر یہ کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ خلفائے ثلٰثہ کو امام برحق جانتے تھے اور اگر بقول شیعہ امام
برحق نہ جانتے تھے تو حضرت علیؑ ڈرپوک تھے اور خلفائے ثلٰثہ سے خائف و ترساں تھے۔ وہ
خلفا ایسے بہادر تھے کہ حضرت علیؑ اُن سے ڈرتے تھے اِن دو صورتوں کے سوا اِن بے عقلوں
کے خیال میں کوئی اور صورت ہو ہی نہیں سکتی +

یہ غور نہیں کرتے کہ جس علیؑ کو تیسری خلافت اِسی وجہ سے نہ ملی کہ اُس نے خلیفہ اول و
دوم کے طریقہ کی پیروی کا اقرار نہ کیا تو بھلا کوئی ذی عقل خیال کر سکتا ہے کہ حضرت علیؑ اُن
خلفا کو اپنا امام برحق جانتے ہوں جنکی پیروی سے ایسی نفرت ہو کہ خلافت ملے یا نہ ملے خلیفہ
اول و دوم کی پیروی منظور نہیں +

پھر اہل سُنّت کہتے ہیں کہ اگر ابوبکر وغیرہ کو حضرت علیؑ اپنے حق کا غاصب جانتے تھے تو
جہاد کیوں نہ کیا اور جب جہاد نہ کیا تو ضرور اُن خلفا سے ڈرتے تھے +

اِس تقریر سے ایک بات تو معلوم ہوئی کہ یہ لوگ مسائلِ جہاد حضرت علیؑ سے زیادہ جانتے
ہیں جبھی وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو جہاد کرنا چاہیے تھا۔ حالانکہ علیؑ وہ ہیں جو شہر علم نبوت کا
دروازہ ہے یہ بے وقوف نہیں جانتے کہ کہاں جہاد جائز اور مناسب ہے اور کہاں مناسب نہیں
ان کے خیال میں تو وہ جہادات بسے ہوئے ہیں جو خلفائے ثلٰثہ نے توسیع مُلک و دولت کیلئے کیے
جنکی وجہ سے آج اسلام بدنام ہو رہا ہے کہ لوگ اسلام کو تلوار کا مذہب کہنے لگے +

دوسرے یہ کہ یہ لوگ سب واقعات بھول گئے کہ علیؑ وہ شخص ہے کہ رسول اللہ کے جن غزوات
میں وہ شریک ہوا یا سردار بنا کر بھیجا گیا وہ سب لڑائیاں انہی کے زور بازو سے فتح ہوئی ہیں اور جب

اُسکو چوتھی خلافت ملی تو باغیوں اور مفسدوں کی سرکوبی کیلیے ہر موقع پر بذات خود موجود رہا اور خلفائے ثلثہ کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ کے جہاد وں میں بھاگتے رہے یہاں تک کہ کبھی جسم پر کوئی زخم نہیں کھایا نہ زخم کھاتے کیسے ؟ کسی کے مقابلہ میں ٹھہرتے تو زخم بھی کھاتے اور جب مقابلہ پر ٹھہرے ہی نہیں تو زخم کہاں سے کھاتے (کوئی اُن کا پیرو خلفائے ثلثہ کا عہد رسولؐ کی کسی جنگ میں زخم کھانا ہی کھاوے) اور اپنی خلافتوں کے ایام میں کسی جنگ میں بذاتِ خود شریک نہیں ہوئے ؛

اِن حالات پر غور کر کے کوئی ذی عقل خیال کر سکتا ہے کہ حضرت علیؑ سا بہادر خلفائے مذکور سے خائف تھا - حاشا اللہ - ہرگز ممکن نہیں ؛

یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ نہ اُنکو امام برحق جانتے تھے اور نہ اُن سے ڈر سکتے تھے - پس سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ حفاظتِ دین اسلام کی مصلحت کی وجہ سے حضرت علیؑ خاموش رہے کیونکہ اگر حضرت علیؑ حصولِ سلطنت[1] کیلیے تلوار سے کام لیتے تو تعداد کثیر مسلمانوں کی ظاہری طور پر کلمہ اسلام کہنا چھوڑ دیتے - اِن بے عقلوں پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ حیادار کسی مصلحت سے اپنے گھر میں گھسا بدمعاش نے جانا کہ مجھسے ڈر کر گھسا اور یہ بے عقلی خلفائے مذکور کے تابعین کی ایجاد ہے ورنہ خلفائے مذکور حضرت علیؑ کو ہرگز بزدل نہ جانتے تھے ؛

پانچویں و چھٹی آیت میں خلفائے مذکور کی تابعین کے عقائد کا حال لکھا ہے کہ وہ خدا کی بابت کُفر بکتے ہیں اور بڑا بول بولتے ہیں - چنانچہ اُنکے عقائد حسبِ ذیل ہو گئے ہیں :-

نمبر ا - خدا کو غیر عادل جاننا - خدا ہی بُرے افعال کراتا ہے اور پھر سزا بھی دیگا ؛

---

[1] جملہ اہل اسلام اور جملہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اظہار کیا اور بتوں کو بحکم خدا ناقابل پرستش بتلایا تو کفار قریش مکہ نے حضرت کو یہ پیام بھیجا کہ اگر اس دعوئے نبوت سے آپ کا منشا حصول مال ہے تو ہم سب سے زیادہ مال آپ کے پاس جمع کر دینگے ؛ اور اگر عورت کی ضرورت ہے تو عرب بھر میں جو سب سے زیادہ حسین ہو گی وہ آپ کیلیے مہیا کر دینگے - اور اگر حصولِ سلطنت منظور ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیے لیتے ہیں - لیکن ہمارے بتوں کو آپ بُرا نہ کہیئے ؛

نمبر ۲۔ خدا کا دیدار ہو گا۔ یعنی خدا اپنی حالتِ قدیم کو تبدیل کر کے صورت میں آکر نظر
آئیگا۔ دیکھو ترجمہ حسن العقیدہ مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۶ سطر ۵ و ۶ و ۷ وثانیھما
ان یتمثل لھم بصور کثیرۃ یعنی دوسرا طور دیدارِ الٰہی کا یہ ہے کہ پروردگارِ عالم دیکھنے
والوں کے لیے بہت سی صورتوں میں ظاہر ہو جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے (یہ حدیثیں رسولِ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳) اس پیام سے ظاہر ہے کہ کفارِ قریش کو یہ خیال تھا کہ یہ نبوت کا دعوے حصولِ سلطنت
کے لیے کیا گیا ہے۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ فتح مکہ کے دن بہت سے منافقین دبکر بوجہ غلبۂ اسلام مسلمانوں میں
داخل ہو گئے تھے۔ اور حضرت کی حیاتِ ظاہری کے آخری زمانہ میں صورتِ سلطنت خود بخود پیدا ہو گئی تھی جس سے
کفار اور منافقین کے دلوں میں یہ خیال پختہ ہونے لگا تھا کہ واقعی وہ ہمارا خیال صحیح تھا کہ رسولِ خدا کا دعوے
نبوت بغرض حصولِ سلطنت تھا۔ چنانچہ سلطنت مل گئی۔

اب اس غلط خیال کے اور پختہ ہونے کا وقت آیا۔ وہ یہ کہ رسولِ خدا نے اپنی نبوت کا وصی اور اپنی سلطنت
کا ولیعہد جنابِ امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کو بمقام غدیرِ خم مقرر فرمایا جس سے ان لوگوں کا خیال اور
زیادہ پختہ ہوا کہ واقعی دعوئے نبوت رسولِ خدا نے حصولِ سلطنت ہی کے لیے کیا تھا۔ چنانچہ سلطنت حاصل
کر لی۔ اور بعد کے واسطے اپنے داماد (علیؑ) ہی کو اپنا وصی اور ولیعہد مقرر کر دیا۔

پھر دوران زمانہ مرض الموت میں رسولِ خدا نے منافقین کو مدینہ سے اسامہ کے لشکر میں جانے کا
حکم دیا اور پانچ روز قبلِ وفات تحریری وصیت نامہ لکھنے کے لیے دوات قلم طلب کیا تو ان لوگوں کا وہ
خیال پختگی کی حد کو پہنچ گیا کہ واقعی اور یقیناً محمدؐ نے نبوت کا دعوے سلطنت لینے ہی کیلیے کیا تھا۔ چنانچہ وہ حاصل ہو گئی
اور اس کا ولیعہد اپنے بعد اپنے بھائی علیؑ کو مقرر بھی کر دیا۔ اب اُس ولیعہدی اور جانشینی کو تحریر کے ذریعہ سے پختہ
اور مستحکم و مضبوط کر دینے کا ارادہ ہے۔ لہٰذا کھُل کھیلے۔ اور رسولِ خدا کے حکم کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور دوات
قلم دینے سے اُن الفاظ میں انکار کیا جن سے صریح طور پر نبوت کا انکار ثابت ہونے لگا۔ وہ الفاظ یہ ہیں کہ "رسولِ خدا
کو اس وقت (بوجہ شدتِ مرض) ہذیان ہو گیا ہے ہمارے لیے کتابِ خدا کافی ہے" اور بعد رسولِ خدا کے خدا اور رسول
کے حکم کے خلاف خلیفہ و امام وقت بن بیٹھے۔

اگر اس وقت حضرت علیؑ حصولِ سلطنت کیلیے تلوار کھینچ لیتے تو منافقین کا خیال مذکور الصدر اس درجہ

افترا بندی ہے کیونکہ اسی کتاب میں خود ہی خدا کی صفات بیان کرتے ہوئے صفحہ ۵ سطر ۳ میں لکھا ہے کہ وَلَا یَصِحُّ عَلَیْهِ الْحَرَکَةُ وَالْاِنْتِقَالُ وَالتَّبَدُّلُ یعنی اللہ تعالیٰ نہ حرکت کرتا ہے نہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے نہ بدلتا ہے +

ایک عبارت ترجمہ حسن العقیدہ کے صفحہ ۶ سطر ۱۱ تا ۱۳ کی اور لکھتا ہوں جس سے شاہ صاحب موصوف کی اعلمیت ظاہر ہوتی ہے :-

وَهٰذَانِ الْوَجْهَانِ نَفْقَهُهُمَا وَنَعْتَقِدُهُمَا وَاِنْ کَانَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهٗ اَرَادَ بِالرُّؤْيَةِ غَيْرَهُمَا فَنَحْنُ اٰمَنَّا بِمُرَادِ اللّٰهِ وَاِنْ لَّمْ نَعْلَمْ بِعَيْنِهٖ ذٰلِكَ +

ترجمہ اور یہ دو طور دیدار الٰہی کے جو میں نے بیان کیے ہیں (دوسرا طور اوپر بیان ہو گیا کہ صورت تبدیل کر کے نظر آئیگا۔ پہلا طور مطابق عقیدہ معتزلہ اور شیعہ کے بیان کیا ہے اور جس کو حق بھی کہا ہے مگر اہل سنت ہونے کی مجبوری نے دوسرا طور بھی کہلوایا ہے) ان ہی کا

پختگی کو پہنچ جاتا کہ ظاہری اسلام کو بھی ترک کر دیتے کہ واقعی محمدؐ کا دعوئے نبوت حصول سلطنت ہی کے لیے تھا اور سلطنت مل بھی گئی۔ اور جس کو وہ سلطنت دی گئی اُس (علیؑ) کو اس سلطنت کے نکلجانے پر ذرا بھی صبر نہ ہو سکا اور تلوار کھینچکر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔

اس تلوار نہ کھینچنے نے ثابت کر دیا کہ رسولؐ کا دعوئے نبوت اور علیؑ کا اُن پر ایمان لانا حقیقت میں حصول منفعت دنیاوی یا سلطنت کے لیے نہ تھا بلکہ دین حقہ کو رواج دینا اور اُس کی قرار واقعی حفاظت کرنا ان کا اصلی منشاء تھا۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ اگر حصول سلطنت ہی مقصد ہوتا تو جناب امیر علیہ السلام یہ کہکر کہ "جب مجھکو سلطنت ہی نہیں ملی تو میں اس دین کی حفاظت بھی کیوں کروں" علیحدہ ہو جاتے۔ لیکن نہیں۔ ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے اس دین نبوی کی اُس وقت بھی حفاظت فرض سمجھی جس وقت کہ یار لوگوں نے سلطنت غصب کر لی اور ہر طرح سے ظلم و تشدد کو آپ پر روا سمجھ لیا گیا۔ اور غاصبین کو باوجود سلطنت غصب کر لینے کے بھی جہاں کفر اور اسلام کا مقابلہ ہوتا تھا نیک مشورہ دیتے تھے۔ کیونکہ غاصبین ظاہراً اسلام کا پہلو لیے ہوئے تھے۔

ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۲۶۸ سطر ۹ و ۱۰ حضرت عمر کا قول ہے لولا علی لہلک عمر یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ مصنف

متشابہ ہوئی اور رویت الٰہی کے یہی معنی سمجھتا ہوں۔ اور اگر اللہ اور اُس کے رسول نے رویت اور دیدار سے سواے اِن معنی کے کوئی اور معنی ارادہ کیا ہے میں اُسی معنی پر ایمان لاتا ہوں اگرچہ میں اُس کو نہ جانوں ✣

واہ رے عالمِ اہلِ سُنت اور معلمِ اہلِ سُنت جس کو دیدارِ الٰہی کے معنی پر خود یقین نہیں کہ کیا معنی ہیں ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّا
کارِ طفلاں خراب خواہد شد

اِسی علمیت پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے والد شاہ ولی اللہ کو آیت من آیات اللہ کہتے ہیں ؟ سچ ہے تو ضرور عالم مگر سنت جماعت کے عقیدۂ دیدار نے بچوں بنا دیا اگر صرف پہلے ہی عقیدہ کو (جو معتزلہ اور شیعہ کا عقیدہ ہے) اور جس کو لکھا ہے تب لکھتے تو اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہو جاتے اسی مجبوری نے یہ بے تکی عبارت لکھوا دی ہے ✣

نمبر ۳۔ وہ سب باتیں جو خلفاے ثلثہ کی تعلیم سے اسلام میں جاری ہو گئیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ✣

نمبر ۴۔ ایک گروہ اہلِ سُنت کا امکانِ کذب من اللہ کا قائل ہو گیا۔ یعنی خدا کے جھوٹ بولنے کو ممکن جانتے ہیں ✣

نمبر ۵۔ اور انبیا کی بابت بھی ایسے ہی کُفر بکتے ہیں کہ انبیا سے صدورِ گناہ ممکن ہے بلکہ رسول اللہ کے بھی اجتہاد کے قائل ہیں۔

قیامت تو یہ ہے کہ محض اسی پر بس نہیں کی کہ انبیا سے صدورِ گناہ ممکن ہے بلکہ اُن سے گناہ صادر ہونے کے قائل ہیں جن کی وجہ سے انبیا کے معصوم ہونے سے مُنکر ہیں ✣ یہ سب اسلیے ہے کہ خلفاے ثلثہ کو انبیا کی مثل بنانے کیلیے کچھ تو سہارا مل جانا چاہیے

انبیاء پر دروغگوئی کا بہتان عظیم عائد ہو جائے) اور یہ تو کہہ سکیں کہ جب انبیا ہی معصوم نہ رہ سکے اور اُنہوں نے (معاذ اللہ) جھوٹ بولے تو خلفائے ثلثہ نے بھی اگر جھوٹ بولے تو کیا بُرائی ہے۔

اس سے پہلے باب ۱۲ کی آیت ۴ کی شرح لکھتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ اس آیت میں جو یہ فقرہ ہے کہ" اُس کی دُم نے آسمان کے تہائی (⅓) ستارے کھینچے اور اُنہیں زمین پر ڈالا"۔ اس کی شرح بعد کو لکھی جائیگی جو ایک نہایت مستحکم اور بالکل مطابق بکار قیم علامت درندہ جانور کی ہے اُس کو اب تحریر کرتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ درندہ جانور سے اٹھارہ بادشاہوں کا سلسلہ مُراد ہی جن کا آٹھواں عبدالملک ہے اور یہاں (پیشین گوئی حضرت یوحنا میں) چونکہ اس سلسلۂ بادشاہان کو بطور تمثیل جانور کہا گیا ہی تو اُس کی دُم سے ضرور وہ بادشاہ مُراد ہوئے جس خاندان کے بادشاہ آخر میں ہے۔ کیونکہ دُم جانور کے آخر میں ہوتی ہی۔

اب ملاحظہ کیجیے کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ سلسلۂ سلاطین تین خاندانوں سے بنا ہوا ہے یعنی اس سلسلہ میں تین خاندانوں کی اشخاص کو بادشاہت بہ ترتیب ملی ہی۔

اوّل خاندانِ تیمی جس سے حضرت ابوبکر ہیں جو بوجہ خلیفۂ اوّل ہونے کے بمنزلہ سر کے ہوئے۔

دوسرا خاندان بنی عدی ہے۔ جس میں سے حضرت عمر بوجہ خلیفۂ دوم ہوئے اور بوجہ بانی مبانی ہونے کے بمنزلہ دھڑ کے ہوئے۔

حضرت عمر کے بعد سلطنت بنی اُمیہ کو پہنچی۔ اور سر اور دھڑ کے بعد دُم ہوتی ہی تو بنی اُمیہ اس جانور کے بمنزلہ دُم کے ہوئے پس ثابت ہوا کہ دُم سے مراد بادشاہان خاندانِ بنی اُمیہ ہیں (یہی تیسرا خاندان)

پس چونکہ باب ۱۲ کی ابتدا میں ذکر ہے کہ ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے در

بارہ ستاروں کا تاج اُس کے سر پر ہے اور سورج سے مراد رسولِ خدا اور بارہ ستاروں سے مراد بارہ امام اہلبیتؑ ہیں اور بارہ کی تہائی (⅓) چار ہوتی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس جانور درندہ کی دُم (خلفاے خاندان بنی اُمیہ) نے چار امام ہلاک کیے یا نہیں - ان چار اماموں کی ہلاکت بذریعہ سلاطین بنی اُمیہ واضح کرنے کے لیے اوّل نہایت مختصر تاریخہاے وفات اہلبیت رسولؐ لکھ دینا ضرور ہے جو حسب ذیل ہے:

جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی وفات حضرت ابوبکر کے زمانۂ سلطنت میں ہوئی - خلفاے بنی اُمیہ (جانور کی دُم) کی سلطنت کا زمانہ ابھی نہیں آیا تھا +

حضرت علیؑ کو ابنِ ملجم ملعون نے شہید کیا جو خوارج نہروان کا ایک شخص تھا جس سے ظاہر ہوا کہ حضرت علیؑ کو خلفاے بنی اُمیہ (جانور کی دم) نے قتل نہیں کیا +

اب اُن چار (بارہ کے تہائی) اماموں کا ذکر کرتا ہوں جن کو سلاطینِ بنی اُمیہ (جانور کی دُم) نے ہلاک کیا ہے +

۱ حضرتِ امام حسن علیہ السلام کو امیر معاویہ نے زہر دلوا کر ہلاک کیا جو خاندانِ بنی اُمیہ (جانور کی دُم) کا بادشاہ ہے +

۲ - حضرت امام حسین علیہ السلام کو یزید بن معاویہ نے شہید کیا - یہ بھی خاندان بنی اُمیہ کا بادشاہ ہے

۳ - حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو ولید بن عبدالملک متوفی ۹۶ سنہ ہجری (بادشاہ خاندان بنی اُمیہ جانور کی دُم) نے ۹۵ سنہ ہجری میں زہر دیکر ہلاک کیا +

۴ - حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ہشام بن عبدالملک متوفی ۱۲۵ سنہ ہجری (خلیفہ بنی اُمیہ جانور کی دُم) نے زہر دیکر ۱۱۴ سنہ ہجری میں شہید کیا - پس ثابت ہو گیا کہ اژدہا یا اُسکے نیچے قایم مقام درندہ جانور کی دُم نے بارہ ستاروں (بارہ امام اہلبیتؑ) - کے تہائی (⅓) یعنی صرف چار اماموں کو شہید کیا ہے جیسا کہ مکاشفات میں درج ہے کہ جانور کی دُم نے تہائی ستارے کھینچے اور اُنہیں ہلاک کیا کیونکہ امام محمد باقرؑ کے بعد حضرت امام جعفر صادق امام ہوے ہیں

جن کی وفات سلطنت عباسیہ میں سنہ ۱۴۸ ہجری میں ہوئی۔ کیونکہ سلطنت بنی امیہ سنہ ۱۳۲ھ
میں ختم ہو کر سلطنت عباسیہ شروع ہو گئی تھی۔ پس خوب واضح ہو گیا کہ جانور کی دم یعنی سلاطین
بنی امیہ نے بارہ ستارہ کے تہائی (⅓) یعنی صرف چار اماموں کو ہلاک کیا ہی نہ کم نہ زیادہ ٥
درندہ جانور کی اس علامت کو کہ اس کی دم نے چار ستارے ہلاک کیے بالکل مطابق
واقع ہونے سے کہ سر مو فرق نہیں آیا کیا کوئی طالب حق شک کر سکتا ہے کہ واقع میں درندہ
جانور سے وہی بادشاہ مراد ہیں جو اس حقیر نے پیشین گوئی کی علامتیں ان میں پوری صادق
آنے کی وجہ سے بتلائی ہیں ٭

پس جبکہ یہ امور واقع ہو چکے اور پیشین گوئی کی کامل مطابقت ہو گئی تو امید قوی ہے
کہ صاحبانِ انصاف اور طالبانِ حق کو حق کے قبول کرنے میں ہرگز تامل نہ رہیگا اور اگر
پھر بھی دل میں یقین نہ پیدا ہو تو یہ غور کرنا چاہیے کہ جبکہ ثابت ہو چکا کہ ۶۶۶ عبدالملک
بن مروان بن حکم کے عدد ہیں جو بادشاہ ہے اور اس سے پہلے سات بادشاہ ہوئے اور
اس کے بعد دس بادشاہ ہیں اور سب کی ایک رائے اور مذہب ہے اور اس کے سروں
میں (اس کے پہلے کے سات بادشاہوں میں) سے ایک پر زخم کاری لگا ہے (حضرت
عثمان کے بعد حضرت علیؑ خلیفہ ہو گئے) جو چنگا کیا گیا (یعنی حضرت علیؑ کی شہادت ہو کر پھر
سلطنت بنی امیہ یعنی امیر معاویہ کو پہنچ گئی۔ جو زخم لگا تھا یعنی سلطنت نکل گئی تھی پھر چنگا
ہو گیا) اور سات پہلے بادشاہوں میں سے ساتواں یعنی مروان کی حکومت تھوڑے دنوں ہوئی
یعنی ۱۰ یا ۹ ماہ اور اس جانور کی دم (بنی امیہ) نے بارہ ستارے (بارہ امام) کے تہائی
(چار امام) ہلاک کیے اور یہ جانور مقدسوں (اہلبیت رسالت) کے مقابل اور ان پر غالب
بھی ہوا۔ اگر اس پر بھی یقین نہ آوے تو امور مذکورہ بالا کو کسی اور کے اوپر صادق کر کے دیکھیں
مگر یہ خوب یقین کر لیں کہ ان امور کا کسی دوسرے سلاطین پر صادق آنا ہرگز ممکن ہی نہیں ہے تو
جب یہ صاف نظر آئیگا کہ یہ علامتیں کسی دوسرے پر صادق نہیں آ سکتیں تو قلب میں یقین

ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

اور اگر صرف ۶۶۶ کا عدد کسی اور شخص کا نکل بھی آوے تو جب تک سب شرطیں مثل کورۂ بالا پوری نہوں کوشش عدد نکالنے کی بیکار رہیگی کیونکہ سب شرطوں کا کسی غیر پر پورا صادق آنا ممکن ہی نہیں *

اس جگہ ایک شبہ کو رفع کر دینا ضروری ہے جو کسی ایسے شخص کے ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے جو باریک فہم نہ ہو اور سب مضمون کو ذہن میں رکھکر خود ہی اس شبہ کو رفع نہ کر سکتا ہو اور وہ شبہ یہ ہے کہ باب ۱۲ کی آیت ۴ میں یہ لفظ آئے ہیں کہ "آسمان کے تہائی ستارے" بارہ کی تہائی یعنی چار کا ہلاک کرنے کا تذکرہ بیجا ہے بلکہ آسمان کے تہائی ستاروں کی ہلاکت کا ثبوت دینا چاہیے تھا *

اس کا جواب یہ ہے کہ شبہ کرنے والے صاحب یہ غور فرماویں کہ سابق میں ثابت ہو چکا اور مکاشفات کے باب ۱۳ کی آخر آیت میں صاف تحریر ہے کہ وہ انسان ہے جس کے نام کا عدد ۶۶۶ ہے تو کل درندہ جانور والے بادشاہ انسان ہوئے تو درندہ جانور کی دم کی بادشاہ بھی انسان ہیں تو کیا آپ یا کوئی ذی فہم شخص خیال کر سکتا ہے کہ کسی انسان کو خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو یہ قدرت حاصل ہو سکتی ہے کہ آسمان کے ستاروں کو زمین پر ڈالے یعنی ہلاک کرے ہرگز ہرگز کوئی ذی عقل شخص تو اس کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا کہ انسان کو آسمان کے ستارے ہلاک کرنے کی قدرت حاصل ہے *

پھر وہ کونسے ستارے ہیں جن کو انسان ہلاک کر سکتا ہے۔ وہ ستارے بھی انسان ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان انسان ہی کو ہلاک کر سکتا ہے نہ کہ آسمان کے ستاروں کو اور جن ستاروں کی تہائی کا ذکر ہے وہ بھی انسان ہیں اور اُن کو آسمان کے ستارے اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ آسمان دین کے ستارے ہیں جو بارہ امام اہلبیت ہیں جن میں سے چار یعنی بارہ کی تہائی بنی اُمیہ نے ہلاک کیے ہیں *

رہا یہ امر کہ اُن انسانوں کو ستارہ کیوں بولا گیا اس کی وجہ یہ ہی کہ وہ انسان (امام) بذریعہ اپنے نور علم کے لوگوں کو راہِ نجات دکھلاتے ہیں۔ لہٰذا بلحاظ نور کے اُن کو ستارہ کہا گیا جیسا کہ رسول خدا صلعم کو بھی بوجہ کمال نورانیت کے سورج کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ تہائی ستاروں کی ہلاکت کا مضمون ختم ہوا ؛

ایک دوسری علامت درندہ جانور کی بیان کی جاتی ہے جو باب ۱۳ کی آیت ۷ میں درج ہی جس کی عبارت یہ ہے " اُسے یہ دیا گیا کہ مقدس لوگوں سے مقابلہ کرے اور اُن پر غالب ہووے " اِس آیت میں چند الفاظ ہیں جن کی شرح علیحدہ لکھی جاتی ہی :-

۱ " اُسے یہ دیا گیا " ۲ " مقدس لوگوں سے "
۳ " مقابلہ کرے " ۴ " اور اُن پر غالب ہووے "

نمبر ۱ " اُسے یہ دیا گیا " کا مطلب یہ ہی کہ مشیت ایزدی میں یہ مصلحت قرار پائی کہ درندہ جانور کو جو قایم مقام اژدہا (ابلیس) کا ہے مہلت دی گئی کہ اپنے افعالِ اختیاری سے جو عمل چاہے کرے اور خداوند عالم بغرض آزمائش ایمان اُس کے افعال کو بقوت جبر نہ روکیگا اور جیسا کہ خدا نے شیطان کو الی یوم الوقت المعلوم ایک وقت معین تک مہلت دی ہے اسی طرح اِس درندہ جانور کے اور اُس کے تابعین کے لیے ایک وقتِ معین تک مہلت دیگئی ہی اور وہ وقت مہدی آخر الزماں کے ظہور کا ہے چنانچہ باب ۱۳ آیت ۵ میں لکھا ہی کہ ۴۲ مہینہ تک (مقدسوں سے) لڑائی کرنے کا اور کفر بکنے کا اُسے اختیار بخشا گیا یعنی ۱۲۶۰ برس تک مہلت دی گئی اور اسی کے قریب یعنی ۱۲۵۰ برس تک عورت مذکور (نبوت) کی پرورش کے لیے باب ۱۲ آیت ۱۴ میں میعاد مقرر ہوئی ہے جسکے بعد پورا غلبہ اہلبیت کو ہوگا جیسا کہ صفحہ ۔ میں اس کا تذکرہ پورے طور سے ہو چکا کہ آخر کو اہلبیت غالب رہیں گے اور حق پر وہی ہیں جو مخذول ہوئے ہیں ؛

نمبر ۲ " مقدس لوگ " چونکہ اوپر ثابت ہو چکا ہی کہ بقیہ اولاد عورت (نبوت)

مذکور، خدا کا حکم ماننے والے ہیں (یعنی معصوم ہیں) اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہیں (یعنی علم نبی علم - اوج نبوت اُن میں موجود ہی) اس لیے اس جگہ اُن کو مقدس کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا گیا - دوسری یہ بات کہ اژدہے نے عورت مذکور کی اولاد سے لڑنے کا سامان کیا تھا اور اس کام کے لئے درندہ جانور کو اپنا اقتدار اور اختیار اور تخت دیکر اپنا قایم مقام مقرر کیا ہی تو یقیناً معلوم ہوا کہ ان مقدسوں سے وہی بقیہ اولاد عورت (نبوت) یعنی اہلبیتؑ رسالت مراد ہیں کیونکہ انہی سے اُس نے لڑنے کا ارادہ کیا تھا +

نمبر ۳۳ "مقابلہ کرے" یہ امر ظاہر ہے کہ یہ درندہ جانور اہلبیتؑ رسالت کی مقابل ہوا - اہلبیتؑ رسالت کے مقابلہ میں اپنی امامت و خلافت قائم کی اور بوجہ کثرت پیرواں بادشاہ ہوگیا +

نمبر ۳۴ "اور اُن (مقدسوں) پر غالب ہووے" چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ بوجہ کثرت مطیعان بادشاہ ہوگیا تو اہلبیت میں سے ہر کسی کو اُس کے حق سے محروم کیا (جناب فاطمہؑ سے باغِ فدک چھینا اور حضرت علیؑ و امام حسنؑ وغیرہ سے بادشاہت چھینی جو بموجب حکم خداوندی بوجہ نائب رسولؐ ہونے کے مستحق بادشاہت تھے) +

حضرت فاطمہؑ کو ورثہ سے محروم کرنے کا تذکرہ اور اُن کے ورثہ کو کھانیکا تذکرہ اِس آیت میں دیکھو "بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۙ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۙ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا" (پارہ ۳۰ رکوع ۱۴) ترجمہ - بلکہ تم اُس یتیم خاص کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کو طعام دینے کی رغبت دلاتے ہو بلکہ اُس یتیم کا ورثہ اُس کو محروم کر کے نگلے جاتے ہو"

اس آیت کی شرح یعنی سیپارہ ۳۰ کی تفسیر میں مولوی نور الدین خلیفۂ اوّل مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ یہاں یتیم سے مُراد رسول اللہ ہیں - یہ تفسیر اُن کی غلط ہی اس لیے کہ رسول اللہ یتیم تو ضرور ہوئے تھے مگر جو ورثہ اُنکو اپنے والد سے ملا تھا وہ کسی نے چھینا نہیں تھا

بلکہ اس جگہ یتیم سے وہ یتیم مُراد ہے جس کا ورثہ وہ لوگ کھائیں گے جن کی مذمت اس آیت میں ہے اور درندہ یا زور والے بادشاہ ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ قدرت کہ کسی کا ورثہ چھین لے اکثر بادشاہوں ہی کو ہوتی ہے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور یہ فقرہ کہ یتیم خاص کی عزت نہیں کرتے بلکہ خلیفہ دوم اُس کے گھر کو آگ لگانے کے لئے قسم کھا کر دھمکی دیتے ہیں (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۹)

پس وہ یتیم خاص جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ہیں جن کا ورثہ لوگ کھا گئے تھے نہ کہ رسولِ خدا جن کو کچھ اونٹ و بکریوں کے سوا ایک اُمِ ایمن جو رسول اللہ کے والد ماجد عبداللہ کی لونڈی تھیں رسول اللہ کو ترکہ پدری سے ملی تھیں۔ "ورثہا" دیکھو شمس التواریخ صفحہ ۷۰ سطر ۲ مؤلفہ مولوی محمد وارث علی حنفی مطبوعہ ۱۳۱۸ھ ہجری میں +

اس آیت میں فقرہ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ (تم ورثا کو محروم کر کے اُن کی میراث کھا جاتے ہو) سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ امر واقع ہوتا ہے کہ بموجب احکم خدا وارثِ حقیقی کو (جو اولی ہو) اُسکے ورثہ کو کھائے کوئی غیر مستحق +

خلافت راشدہ مؤلفہ گروہ مرزا قادیانی میں یہ جو لکھا ہے کہ خدا نے خلفائے ثلثہ کو بادشاہ کر دیا اور مالدار بنا دیا اور اسی بنا پر اُس کے تابعین دعویدار ہیں کہ خدا کے نزدیک وہ خلفائے ثلثہ مکرم تھے +

خداوند تعالےٰ نے اِن خیالات کی تردید اور قلع قمع آیات ذیل میں کیا ہے۔ بلکہ مالداری کا سبب بیان کر کے الزام اُٹھایا ہے جس سے ظاہر کیا ہے کہ کیا ان افعال کے فاعل خدا کے نزدیک مکرم و معزز ہو سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں +

وہ آیات یہ ہیں جو پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ میں ہیں :-

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا

تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ
اَکْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

ترجمہ (اور انسان کا یہ حال ہے کہ اُس کے خیالات اکثر غلط ہوتے ہیں) چنانچہ جب
انسان کو اُس کا پروردگار (یعنی اللہ) اس طرح آزماتا ہے کہ اُس کو دنیا میں مکرم بناتا ہے
اور نعمت دنیا سے مالا مال کرتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا کے نزدیک مکرم ہوں
جب ہی تو مجھکو بہت سا مال دیا ہے اور جب کسی انسان کو اس طرح آزماتا ہے کہ اُس کے
اوپر اُس کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ خدا کے نزدیک میں حقیر و ذلیل ہوں
(انسان کے ان خیالات کی تردید میں کہ مالدار خدا کے نزدیک مکرم اور تنگ روزی والے
خدا کے نزدیک حقیر و ذلیل ہوتے ہیں یہ فرمایا کہ) ایسا ہرگز نہیں ۔

ان آیات کا مضمون مؤلف خلافتِ راشدہ کے اُن خیالات کی علانیہ تردید ہے کہ
وہ کہتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ کو حکومت مل گئی تو وہ خدا کے نزدیک مکرم بھی ہوئے ۔ اور ان
آیات میں مالداری سے مغرور ہونا اور اُس مال اور غلبہ کی بنا پر خدا کے نزدیک مکرم
سمجھنے کا ذکر خلفائے ثلثہ ہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آئندہ کی آیت کا مضمون یعنی یتیم کی
میراث کھانا وغیرہ اُس سے متعلق ہے ۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ بلکہ جس مالداری اور غلبہ اور حکومت
پر تم مغرور ہوئے ہو کہ خدا کے نزدیک وہ مکرم تھے اُس مالداری کی وجہ تو نافرمانی خدا کے
تعالےٰ کی ہی اور وہ یہ ہی کہ تم یتیم خاص (جناب فاطمہ زہرا) کا اکرام اور آبرو نہیں کرتے (یہانتک
کہ اُس کے گھر کو آگ سے جلانے جاتے ہو) اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے
کو ترغیب نہیں دیتا (شاید اس جگہ مسکین سے مراد جناب سیدہ اور حسنین ہوں کیونکہ
آئندہ آیت کے ٹکڑے میں وارث کو محروم کر کے اُسکی میراث کھانے کا ذکر ہے) چنانچہ
فرماتا ہے کہ تم اُس یتیم کا وہ مال جو اُسکو ورثہ میں پہنچا ہے کھائے جاتے ہو اور اُسکو اور اُسکے
بچوں حسنین علیہم السلام وغیرہ کو محروم کرتے ہو" (وارثوں کو محروم کر کے اُنکی میراث کھانے کا ترجمہ اسی

سورت کا سیپارہ ۳۰ میں حکیم نورالدین خلیفہ مرزا قادیانی نے بھی کیا ہی) اور مال دنیا کی محبت تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی ہی (جس محبت دنیا کی وجہ سے تم اسکی بھی پروا نہیں کرتے کہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے بلکہ حضرت علیؑ کو ورثہ سلطنت سے محروم کرنیکی غرض سے سقیفۂ بنی ساعدہ میں دوڑے چلے جاتے ہو)*

عقل کے دشمنو! کیا وہ مالداری جو اس چالبازی و بے غیرتی سے حاصل ہوئی ہو آدمی کو خدا کے نزدیک معزز و مکرم بنا سکتی ہی اور کیا وہ آدمی فخر کرسکتا ہے کہ خدا نے مجھکو میرے عمل دیکھکر بہت مال دیدیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر تمہارے خیال میں اُس کا فخر کرنا اور اُسکی مالداری کی وجہ سے اُسکا خدا کے نزدیک معزز ہونا (خلاف تعلیم قرآن جو اِس صورت میں دیگئی ہے کہ کسی کے مالدار ہونے سے وہ شخص خدا کے نزدیک معزز نہیں ہوجاتا) بجا و درست ہے تو ایک ڈاکو بھی فخر کرسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ دیکھو میں خدا کے نزدیک ایسا معزز و مکرم ہوں کہ خدا نے مجھے بہت مال دیا ہے۔ اور چونکہ مولوی اور متقی لوگ خدا کے نزدیک کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتے لہذا اُن کو تنگدست بنا رکھا ہے۔ اور یہ میری (ڈاکو کی) دلیل وہی ہے جو مؤلفِ خلافتِ راشدہ نے پیش کی ہے کہ خلفاء ثلثہ خدا کے نزدیک معزز تھے اُنہیں مال دیا اور خلیفہ بنا دیا اور اہلبیت نبوی چونکہ خدا کے نزدیک معزز نہ تھے اِس لیے اُن کو تنگدست رکھا اور فراغت سے روٹی نہ دی۔ اور حصول سلطنت کی آرزو ہی کرتے رہے۔ مگر (مجھ ڈاکو نے) یہ تقریر خلافتِ راشدہ کے اصول پر بیان کی ہے ورنہ میں اُس قول پر ایمان رکھتا ہوں جو سورۂ فجر میں بیان ہوا ہی کہ "مالداری دلیل اسکی نہیں کہ مالدار خدا کے نزدیک معزز ہوجائے اور غریبی خدا کے نزدیک باعث حقارت ہو" اور میں باوجود ڈاکو ہونے کے یہ نہیں کہتا کہ خدا نے مجکو معزز سمجھکر مال دیا ہی بلکہ میں اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں مگر اتنی خوبی رکھتا ہوں کہ میں اپنے جرم کا اقبال کرتا ہوں اور خلفاء ثلثہ کی طرح نہیں ہوں کہ رسول کے گھر ڈاکہ ڈالیں اور معزز ہونیکا فخر کریں*

آیت مذکورۂ بالا سے پہلے اسی سورت میں عاد اور ثمود اور فرعون کے عذاب کا ذکر ہے جنھوں نے دنیا میں بہت فسادات پھیلائے تھے۔ اُنکے عذاب بطور تمثیل بیان کرکے خبر دی ہے کہ ایسا ہی عذاب اُن کو ہوگا جو یتیم کو محروم کرکے اُسکی میراث کھائینگے۔ مگر وجہ اسکی کہ رسول اور اُسکے اہلبیت اہلِ زمین کے لیے عذاب کلی سے باعثِ امان ہیں۔ لہذا ابھی عذاب نازل نہیں ہوا بلکہ ظہور مہدی آخر الزمان میں یہ عذاب دیا جائیگا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ شیطان کو ایک وقتِ معین تک اور اسی طرح اُسکے قائم مقام درندہ جانور کو اور پھر اُس (درندہ جانور) کے تابعین کو ایک زمان اور دو زمان اور نیم زمان کی مہلت دی گئی ہے جب یہ میعاد ختم ہوگی تب شیطان کے ساتھ ان کو بھی عذاب دیا جائیگا۔ چنانچہ اسلامی کتابوں میں منقول ہے اور کسی فرقۂ اسلام کو اختلاف نہیں کہ شیطان ظہور مہدی آخر الزمان کے زمانے میں قتل کیا جائیگا جسکو قرآن میں اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ کہا گیا ہے اور ایسی ہی مہلت درندہ جانور اور اُسکے تابعین کو ہے جس کا تصفیہ اور انجام (جیسا کچھ بھی ہو) امام مہدی علیہ السلام ہی کے وقت میں ہوگا ؛

جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا پر درندہ جانور کا غالب رہنا یعنی اُن سے ورثہ کو ان سے چھین لینا تو ثابت ہو چکا۔ اب علیؑ ابن ابیطالبؑ و حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ دیگر ائمۂ اہلبیتؑ سے بادشاہت چھیننے کا ذکر سنو جو بموجب قاعدۂ انتخاب خداوندی اور بوجہ نائب رسول ہونے کے حقدار بادشاہت تھے ؛

جبکہ مسلمانوں کے بادشاہ جناب رسول خدا تھے تو حضرتؐ کے بعد بادشاہت اُنکے نائب برحق کا ہی حق ہے جو ایسا بدیہی ہے کہ ضرورت ثبوت کی نہیں۔ رہا یہ امر کہ ائمہ اہلبیت ہی رسول اللہ کے نائبان برحق تھے۔ وہ رسول اللہ کی احادیث اور اس پیشینگوئی سے ایسا ثابت ہو گیا ہے کہ حاجت بیان باقی نہیں ؛

اب رہا قاعدۂ انتخاب خداوندی وہ دیکھو آیات ذیل میں جو پارہ ۲ رکوع ۱۶ میں

واقع ہوئی ہیں:-

الم تر الی الملا من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ ترجمہ اے پیغمبر کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی حالت پر نظر نہیں ڈالی جو حضرت موسیٰ کے زمانہ کے بعد حضرت شموئیل پیغمبر کے زمانہ میں تھے اُنھوں نے اپنے وقت کے پیغمبر سے درخواست کی کہ ہمارے لیے خدا سے ایک بادشاہ مقرر کرا دیجیے تاکہ ہم اُس کے ماتحت ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ اس کے بعد فرمایا ہے وقال لهم نبیهم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انی یکون له الملک علینا ونحن احق بالملک منه ولم یؤت سعة من المال۔ قال ان اللہ اصطفٰه علیکم وزاده بسطة فی العلم والجسم۔

ترجمہ اُن کے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا تو وہ کہنے لگے کہ اُسکو ہم پر حکومت کیسے مل سکتی ہے حالانکہ حکومت کیلیے ہم اُس سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اُسکو مال کے اعتبار سے وسعت اور فارغ البالی حاصل نہیں ہے (اسکے جواب میں پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے تم پر بادشاہت کرنے کو اُسی (طالوت) کو پسند فرمایا ہے اسلیے کہ خدا نے اُس کو علم میں اور جسم میں (یعنی قوت میں اور شجاعت میں) تم سے بہت زیادتی دی ہے:

اب کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ یہ تذکرہ (بنی اسرائیل کیلیے طالوت کا بحکم خدا بادشاہ مقرر ہونا۔ اُسکے تقرر پر اعتراض ہونا کہ بادشاہت کے لیے بہ نسبت طالوت کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ پھر نبی کا فرمانا کہ طالوت کو علم اور قوت جسمانی تم سے زیادہ حاصل ہے اس لیے خدا نے بادشاہت کیلیے اُسی (طالوت) کو پسند فرمایا ہے) اور قصہ خداوند تعالیٰ نے فضول کہانی کے طور پر بیان کیا ہے اور اس سے کچھ نصیحت کرنی منظور نہ تھی۔ کوئی مسلمان ایسا خیال نہیں کر سکتا۔ خصوصاً جبکہ قرآن میں خدا فرماتا ہے لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب (پارہ ۱۳ رکوع ۶)

ترجمہ بیشک رسولوں اور اُن کی اُمتوں کے قصوں میں اہل عقل کے لیے بڑی عبرت اور نصیحت ہے

تو اگر مومن اور اہلِ عقل ہو تو غور کرو کہ قرآن کے مطابق بادشاہ میں علم اور شجاعت اُن لوگوں سے زیادہ
ہونی ضروری ہے جن کے اوپر وہ بادشاہ مقرر کیا جاوے۔

اب صاحبانِ انصاف غور کرلیں کہ علم اور شجاعت حضرت علیؑ میں زیادہ تھی یا خلیفہ اول
و دوم میں جس کا جواب یقیناً یہی ہے کہ بیشک علم اور شجاعت حضرت علیؑ میں زیادہ تھی جس کا اقبال
شاہ ولی اللہ نے بھی اپنے رسالہ حسن العقیدہ میں کیا ہے جہاں حضرت ابوبکر کو بعد رسول اللہ سب
سے افضل لکھا ہے اور پھر خلیفہ دُوم کو اسکے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ:۔

نسب و شجاعت و قوت و علم میں حضرت ابوبکر و عمر سے حضرت امیرؑ بیشک افضل
ہیں۔ کیا کوئی منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ انتخاب خلفاء (زور و شجاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے)
موافق قرآن ہوا؟ ہرگز نہیں۔ ایسی حالت میں سب سے زیادہ افسوس حضرت عمر پر ہے کہ باوجود
حسبنا کتاب اللہ فرمانے کے (خلافت کے بارے میں) کتاب خدا پر ذرا بھی عامل
نہ ہوے اور اپنے اس فرمانے پر کہ "کتاب خدا ہمارے لیے کافی ہے" ایک لحظہ کیلیے بھی کاربند
نہ ہوئے۔ اس پر طرّہ یہ کہ اُن کے پیرو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر حضرت علیؑ سے چونکہ عمر میں
بڑے تھے اس لیے خلافت حضرت ابوبکر ہی کیلیے موزوں تھی۔

میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ "بزرگی بعقل است نہ بسال"

خدا کی قسم! اگر اہلِ سقیفہ انتخاب کے وقت قرآن (کتاب اللہ) کے انتخاب کی پروا
کرتے اور خدا کے پسندیدہ اوصاف (جو اُسکے نزدیک بادشاہ میں ہونے چاہییں یعنی
علم و شجاعت وغیرہ) پر نظر ڈالتے تو سوائے جناب امیرؑ کے کوئی منتخب نہ ہوتا۔ مگر وہاں تو
نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے مطلب، اپنے کام سے کام تھا اور اپنی غرض نفسانی کے
سرانجام کی فکریں تھیں جنکی وجہ سے رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونا بھی گوارا نہ کیا
اور خاص اس وقت جبکہ علیؑ (بھی تجہیز و تکفینِ رسولؐ) شریک نہ ہوسکیں مسکوٹ کرکے
خلافت (غاصبانہ) نامزد کرلی گئی۔ ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا۔

اس سے سابق میں ذکر ہو چکا کہ اژدہا جسکا قایم مقام درندہ جانور ہے بقیہ اولاد عورت (اہل بیت نبوت) سے جو خدا کا حکم مانتے ہیں (معصوم ہیں) لڑنے گیا اور اس آیت میں ذکر ہے کہ درندہ جانور مقدسوں سے مقابل ہوگا اور اُن پر غالب ہوگا تو واضح ہو گیا کہ مقدس لوگوں سے مُراد وہی بقیۂ اولاد نبوت ہیں کیونکہ اُنھی سے اژدہا نے لڑنے کا ارادہ اور سامان کیا تھا اور درندہ جانور کو اپنا اقتدار اور تخت اور بڑا اختیار اس لیے دیا تھا کہ وہ مقدسوں (اہلبیت نبوت) سے مقابل ہو چنانچہ وہ اہلبیت رسالت سے مقابل ہوا اور اُنپر غالب بھی ہوا اور وجہ ظاہری اسکی یہ ہوئی کہ جب بکثرت لوگ اُس جانور کے مطیع ہو گئے تو وہ بادشاہ ہو گیا اور جب لوگوں نے اُس کی مد مقابل بقیہ اولاد عورت (آل بیت نبوت) کی اطاعت اختیار نہ کی تو ظاہر ہے کہ وہ اہلبیت نبوت بحیثیت دنیادی بوجہ کمی پیروان مغلوب ہو گئے اور بادشاہت نہ پا سکے اور درندہ جانور بوجہ کثرت تابعین غالب ہو گیا اور صرف غالب ہی نہیں ہوا بلکہ بادشاہ ہو کر عجیب عجیب طرح کے فسادات کیے اور اہلبیت پر اس قدر ظلم کیے کہ جن کا کافی طور پر بیان کرنا محال ہے جس کا شمہ اوپر بیان ہو چکا ہے *

خلفائے ثلثہ (ابتدائی بادشاہان مصداق درندہ جانور) کا اہلبیت نبوت پر غالب رہنا ایسا ظاہر ہے کہ کچھ ثبوت کی ضرورت نہیں مگر بمزید احتیاط کچھ ثبوت بھی دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی آنجہانی کی جماعت نے بتعلیم مرزا مذکور ایک کتاب مسمی بہ خلافت راشدہ لکھکر شایع کی ہے جس میں بڑا استدلال یہ ہے کہ خلفائے ثلثہ بادشاہ ہو گئے اور اپنے مد مقابل یعنی اہلبیت پر غالب آئے اور اُن کے مد مقابل ہمیشہ مغلوب رہے اور حصول بادشاہت میں نامُراد رہے اور قتل و غارت ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے جو منافقین کی علامت ہے

معاذ اللہ من اقوال الخوارج *

ان واقعات کو یعنی خلفائے ثلثہ کے غالب رہنے اور اہلبیت رسالت کے مغلوب رہنے کو مؤلف خلافت راشدہ نے خلفائے ثلثہ کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل قرار دیا ہے اور

پھر خلفائے ثلٰثہ وغیرہ کو بادشاہت مل جانے کی وجہ سے آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا مصداق قرار دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ وہ بادشاہ ہو گئے تو مومن صالح العمل بھی ہوئے حالانکہ اُن کو یہ نظر نہیں آتا کہ اگر بادشاہ ہو جانے سے کوئی شخص آیت مذکور کا مصداق ہو کر مومن اور صالح العمل ہو سکتا ہے تو یزید بھی مومن اور صالح العمل ہو گیا۔ حالانکہ اُس سے جو عمل واقع ہوئے ہیں وہ تمام عالم پر عیاں ہیں۔ مثل قتل امام حسین وہمراہیان و قید عوارات واطفال، وتاراجی، وقتل وغارت اہل مدینہ، اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھنا، جہاں تین دن تک گھوڑے لید کرتے رہے اور مسجد مذکور میں نماز تک نہ ہوئی۔ پھر مروان بن حکم بادشاہ ہو گیا جس کو رسول اللہ نے مدینہ منورہ سے نکلوا دیا تھا۔ مگر خلیفہ سوم نے بلا کر اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ کیا مروان بھی مومن اور صالح العمل ہو گیا۔؟ اُس کے بعد اُس کا بیٹا عبدالملک بادشاہ ہو گیا۔ کیا یہ بھی مومن اور صالح العمل ہو گیا؟ اور پھر عبدالملک کے بیٹے اور پوتے بادشاہ ہوئے جو سب کے سب شرابی، فاسق وفاجر و ملحد تھے۔ جنکے اعمال شنیعہ کے ذکر سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ پھر یہ نرالی منطق ہوئی کہ جو بادشاہ ہو جائے اور اپنے مدِ مقابل پر غالب رہے وہ مومن اور صالح العمل ہو گیا۔

غرضکہ خلفائے ثلٰثہ کی نسبت مابین شیعہ وسنت جماعت اختلاف ہی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ خلفاء ثلٰثہ پر سورہ محمدؐ کا تیسرا رکوع صادق آتا ہے جس میں اُن کی بادشاہت کا ذکر مذمت کے طور پر ہے کہ فساد فی الارض اور قطع رحم کریں اور پھر خدا کی لعنت کے لائق قرار پائیں گے۔ اور سورہ محمدؐ کے رکوع ۳ کا مصداق سوائے خلفائے ثلٰثہ کے کوئی اور ہو نہیں سکتا۔ اگرچہ اُن کی ذیل میں جو بادشاہ ہوئے وہ بھی ضمناً داخل ہوں۔ اور اس رکوع کا خلفائے ثلٰثہ پر صادق آنا اور کسی اور کا اُس رکوع کا مصداق نہ ہو سکنا مؤلف رسالہ ہذا اپنے رسالہ حق کی کسوٹی میں واضح طور پر دکھا چکا ہے۔ بغرض سہولت ناظرین اُس رسالہ کا مختصر مضمون عرض کرتا ہوں:-

اُس میں ذکر ہے کہ قبل نزول حکم جہاد وہ لوگ جو مکہ معظمہ میں مسلمانوں میں داخل ہوئے تھے

آرزو کرتے تھے کہ حکمِ جہاد نازل ہو۔ جب حکمِ جہاد نازل ہوا تو خائف ہوئے۔ پھر موقع جہاد پر
تعمیل جہاد نہ کی۔ پھر بادشاہ ہوئے جن پر خدا نے لعنت کی ہے جو کہ بادشاہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ
و علیؓ و حسنؓ و معاویہ و یزید بن معاویہ ہوئے ہیں۔ یزید و معاویہ و حسنؓ تو رکوع مذکورہ کے بادشاہ
ہو نہیں سکتے اِس لیے کہ امام حسنؓ تو مدینہ میں بعد ہجرت پیدا ہوئے ہیں۔ یزید بھی [illegible] ہجری
میں پیدا ہوا ہے۔ معاویہ [illegible] ہجری میں مسلمانوں میں شامل ہوا تو یہ تینوں مکہ کے مسلمان نہیں
ہو سکتے جو قبل نزول حکمِ جہاد آرزوئے حکمِ جہاد کرتے تھے جن کا ذکر اس رکوع میں ہے۔ حضرت
علیؓ پرانے اور سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ بادشاہ بھی ہوئے مگر دو صفتیں جو اس رکوع میں مذکور
ہیں اُن میں نہیں پائی جاتیں۔ ایک حکمِ جہاد سے خائف ہونا اور موقع جہاد پر تعمیل جہاد نہ کرنا
جو اس سے ظاہر ہے کہ وہ کل لڑائیاں جن میں حضرت علیؓ شریک تھے بزور بازوئے حیدر کرار
فتح ہوئی ہیں۔ لہذا حضرت علیؓ پر بھی مضمونِ سورہ محمد صادق نہیں آتا۔

رہے خلفائے ثلثہ۔ یہ تینوں مکۂ معظمہ میں مسلمانوں میں داخل ہوئے اور بادشاہ بھی ہوئے
اور موقع جہاد سے فرار ہوئے جیسا جنگِ اُحد میں حضرت عثمانؓ ایسے فرار ہوئے کہ تین روز کے بعد
واپس آئے۔ حضرت عمرؓ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اُن لوگوں میں سب سے پہلے
تھے جو لوٹ کر رسول اللہؐ کے پاس کو آ رہے تھے۔ جس سے بھاگ جانا بالکل عیاں ہے کیونکہ
لوٹ کر وہی آتا ہے جو بھاگ گیا ہو۔ تفصیل مع حوالجات دیکھنی ہو تو رسالہ "حق کی کسوٹی"
دیکھو۔ یہ چاروں صفتیں (پرانا یعنی مکہ کا مسلمان ہونا۔ حکمِ جہاد سے خائف ہونا۔ موقع جہاد پر
تعمیل نہ کرنا۔ بادشاہ ہونا) سوائے خلفائے ثلثہ کے کسی میں نہیں پائی جاتیں کیونکہ امام حسنؓ
و معاویہ و یزید بادشاہ ہوئے مگر پرانے مسلمان نہیں۔ حضرت علیؓ پرانے مسلمان ہیں بادشاہ
بھی ہوئے مگر جہاد سے فرار نہیں ہوئے بلکہ حکمِ جہاد کی اکمل طور پر تعمیل کی۔ اور خلفائے ثلثہ
مکۂ معظمہ میں مسلمانوں میں داخل ہوئے، موقع جہاد سے بھاگے بھی، حکمِ جہاد سُن کر خائف بھی
ہوئے کیونکہ جو خائف نہیں ہوتا وہ بھاگتا ہی نہیں۔

خلفائے ثلاثہ کے فرار کا ثبوت علانیہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ اکثر کیا بیشتر لڑائیوں
میں یہ حضرات شامل تو ہوئے لیکن کبھی کسی جنگ میں کفار کے ہاتھ سے زخمی ہونا تو کیا
ایک چرکا تک نہ کھایا (اگر ان کے پیرو یہی دکھا دیں کہ ان کے کبھی زخم لگا تھا تو بھی کچھ ثبوت
ان کے موقع جہاد پر ٹھہرے رہنے کا ہو جائے) کیونکہ جو شخص موقع جہاد پر دشمنان اسلام
کے مقابلہ میں ڈٹا رہے۔ زخم تو اُس کے لگے گا اور جو دشمنان اسلام سے مقابلہ ہی کرے
اور فرار کو قرار پر ترجیح دے اُسکے زخم کیونکر لگ سکتا ہے ؟

اُس رکوع میں یہ جو ذکر ہے کہ وہ بادشاہ ہو کر فساد فی الارض کے علاوہ قطع رحم کے بھی
مرتکب ہونگے اور قطع رحم اسکو کہتے ہیں کہ کسی خاندان کے ایک شاخ والے اُسی خاندان
کی دوسری شاخ والوں پر ظلم کریں اور اُس دوسری شاخ والوں کے حقوق تلف کریں

اب دیکھیے خلفائے ثلاثہ پرانے یعنی مکہ کے مسلمان ہیں۔ حکم جہاد سے ڈرے، موقع جہاد
سے بھاگے، بادشاہ بھی ہوئے، اور قطع رحم بھی کیا۔ قطع رحم یہ کیا کہ خلفائے ثلاثہ خاندانِ قریش
کی ایک شاخ ہیں اور بنی ہاشم بھی اُسی خاندانِ قریش کی ایک اعلیٰ ترین شاخ ہیں۔ اب دیکھ
لیجیے کہ خلفائے ثلاثہ نے بنی ہاشم کی حق تلفی کی اور اُنپر غالب آئے جس کی وجہ سے اُن پر قطع رحم
کا الزام قائم ہوا۔ اگر اہلبیتِ رسول یعنی بنی ہاشم پر کوئی اور بادشاہ جو اہلبیت کا یک جدی نہوتا
ظلم کرتا تو اُس پر قطع رحم کا الزام قائم نہوتا۔ اس سے ان ظالم بادشاہوں کا خاندان بھی معلوم ہو گیا
کہ جس خاندان پر وہ ظلم کرینگے اور اُن کا حق تلف کر کے قطع رحم کے مرتکب ہوں گے وہ اُسی
خاندان کے ہونگے جس خاندان کی ایک شاخ مظلوم گروہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں گروہ ظالم
و مظلوم خاندانِ قریش کی شاخیں ہیں جس سے ظاہر ہو گیا کہ جن بادشاہوں کی مذمت سورہ محمدؐ
کے تیسرے رکوع میں ہے وہ خاندانِ قریش سے ہونگے اور مظلوم گروہ بھی خاندانِ قریش کی ایک
شاخ ہے۔ اب غور فرمایئے کہ رکوع مذکور سوائے خلفائے ثلاثہ کے کسی اور پر صادق آسکتا ہے؟
ہرگز کسی اور پر صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ پرانے مسلمان ہیں۔ حکم جہاد سے ڈرے بھی، موقع

جہاد سے بھاگے بھی بادشاہ بھی ہوے اور خاندانِ قریش کی ایک شاخ ہیں)۔ ورنہ کوئی سلفائے ثلثہ کا پیرو رکوع مذکورہ کے مضمون کو کسی اور پر صادق کر کے دکھاے +

مگر یاد رکھیں کہ یہ امر کسی طرح ممکن نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں کوئی ایسا بادشاہ سوا خلفاے ثلثہ کے ہرگز نہ ملیگا جو پُرانا مسلمان ہو، حکم جہاد سے خائف ہوا ہو، موقع جہاد سے فرار کرنیوالا ہو، پھر بادشاہ ہوا ہو اور اپنے خاندان کی دوسری شاخ پر ظلم کیا ہو۔ جس ظلم کو مؤلف تحفہ اثنا عشریہ نے خلفاے ثلثہ کے حق ہونے کی دلیل قرار دیا ہے کہ بنی ہاشم پر خلفاے ثلثہ غالب رہے جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ بنی ہاشم ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور دونوں گروہ یعنی مظلوم اور ظالم ایک ہی خاندانِ قریش کی شاخیں ہیں۔ پھر بھلا کیونکر ممکن ہے کہ رکوع مذکور کا مضمون کسی اور بادشاہ پر صادق آسکے؟

غرضکہ گروہِ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ خلفاے ثلثہ سورہ محمدؐ کے رکوع ۳ کے بادشاہ ہونیکے مصداق ہیں اور اسی وجہ سے گروہِ شیعہ خلفاے ثلثہ کو امام قبول کرنے اور اُن کی پیروی کرنے سے انکاری ہیں +

سورہ محمدؐ کے تیسرے رکوع کا مضمون قطعی فیصلہ ہے کہ خلفاے ثلثہ خدا کے نزدیک قابلِ عذاب ہیں اگر کوئی منصف مزاج غور کرے +

مگر سنت جماعت اِسکے معتقد ہیں کہ وہ (خلفاے ثلثہ) مومن اور صالح العمل تھے اور بوجہ بادشاہ ہو جانے کے وہ اُن خلفاء کو آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا مصداق قرار دیتے ہیں +

اب اس تنازع کے فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ جب حضرات اہلِ سُنّت قرآنی فیصلہ یعنی سورہ محمدؐ کے تیسرے رکوع کے مضمون کو تسلیم نہیں کرتے تو اب سوا اِسکے کوئی صورت باقی نہیں رہتی کہ اسلام سے پہلی جو کتابیں الہامی موجود ہیں اُن سے مدد لی جاے۔ چنانچہ مرزا قادیانی آنجہانی نے بھی لکھا ہے کہ ایسی بلند اور عمیق دریافت کے لیے جو حق و باطل میں فیصلہ کرے کتب الہامی ذریعہ

ہو سکتی ہیں (دیکھو تفسیری نوٹ حکیم نورالدین خلیفہ اول مرزا قادیانی مندرجہ صفحہ ۲۴۔ چار سطر آخر تفسیر پارہ ۲۷ جہاں خود مرزا صاحب مذکور کی عبارت مندرجہ بالا نقل کی ہے)

اب اگر کوئی یہ کہے کہ تم (مؤلف رسالہ ہذا) تو مرزا مذکور کو کاذب جانتے ہو تو اس کے قول کی سند کیوں لیتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مؤلف آئندہ قرآن ہی سے ثابت کرے گا کہ کتب الہامی سے استدلال کرنا بھی ایک عمدہ دلیل حق و باطل میں فیصلہ کرنے کے لیے ہے لیکن اس خیال سے کہ شاید اہلسنت قرآن کے استدلال کو نہ مانیں جیسا کہ سورہ محمدؐ کے رکوع ۳ کے مضمون کو نہیں مانتے لہذا مرزائی جماعت کو لاجواب کرنے کے لیے لکھا گیا ہے کہ مرزا مذکور نے بھی حق و باطل میں فیصلہ کے لیے کتب الہامی کو ذریعہ قرار دینا قبول کیا ہے۔ تاکہ جب کتب الہامی سے حق و باطل میں فیصلہ دکھایا جائے تو مرزائی جماعت لاجواب ہو سکے اور کچھ عذر نہ کر سکے۔ اور میں مرزا کے اس قول کو اس لیے قبول کرتا ہوں کہ قرآن کے مطابق ہے۔ جیسا کہ قرآن بھی کتب سابقہ کا اتنی تصدیق کرنے والا ہے جس قدر کہ ان کتابوں میں امر حق درج ہے نہ کہ اُن کا جو باطل باتیں اُن میں درج ہو گئی ہیں۔

اب قرآن کی وہ آیت لکھتا ہوں جس میں خداوند تعالے نے ظاہر کیا ہے کہ حق و باطل میں فیصلہ کیلیے کتب الہامی کی پیشین گوئی منجملہ دیگر دلائل حقیت کے ایک محکم دلیل ہوتی ہے اور وہ آیت یہ ہے:-

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل (پارہ ۹ رکوع ۹) ترجمہ۔ میں اپنی رحمت اُن کے لیے لکھوں گا جو اس رسول یعنی نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جس کی (خاتم الانبیاء کی) نبی برحق ہونے کی بشارت کو وہ یہود و نصاریٰ اپنے پاس اپنی کتابوں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

جس سے ظاہر ہے کہ قرآن نے بھی حق و باطل میں فیصلہ کے لیے کتب الہامی کی پیشین گوئی کو ایک مضبوط دلیل قرار دیا ہے۔

ا؎ مؤلف صاحب کی یہ عبارت کتاب ہذا کے دوسرے صفحہ پر نقل کی گئی ہے۔ ۱۲ مصنف

بس اب وہ پیشین گوئی لکھتا ہوں جسکو دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ پیشینگوئی اُن واقعات کی بابت ہے جو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد ظہور میں آنے والی ہیں *

وہ پیشینگوئی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواری حضرت یوحنا کے مکاشفات ہیں جنکا خلاصہ ساتویں صدی عیسوی (ساتویں فرشتہ کی آواز کے دنوں) کی بابت حسب ذیل ہے جو باب ۱۲ و ۱۳ مکاشفات میں درج ہے *

واقعات مندرجہ باب ۱۲ مکاشفات

وہ واقعات یہ ہیں کہ ایک ایسی عورت نظر آئی جو سورج کو اوڑھے ہوئے ہے چاند اُس کے پاؤں کے نیچے ہے اور بارہ ۱۲ ستارہ کا تاج اُسکے سر پر (سورج کے نیچے) ہے *

جس کا مطلب یہ ہی کہ ساتویں صدی عیسوی میں ایک نبی ظاہر ہوگا جس کو سورج لکھا ہے اور اُس کے بارہ ۱۲ نائب ہونگے جن کو بارہ ۱۲ ستارے لکھا ہے اور ایک خاتون معظمہ معصومہ طاہرہ ہوگی جسکو چاند سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی یہ نبوت چودہ ۱۴ معصوموں کا مجموعہ ہوگی جس میں ایک نبی ہوگا بارہ ۱۲ نائب ہونگے ایک جناب سیدہ ۔ اس نبوت کا فرزند اکبر داول یعنی نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جو لوہے کا عصا (تلوار) لیکر بضرورت مدافعت اعدائے دین خداوندی قوموں پر حکومت کریگا یعنی سورج جب ظاہر ہوگا تو ایک سرخ اژدہا (ابلیس) ظاہر ہوگا جو اس نبوت کے اجرا اور اُس کے فرزند اکبر کو فنا کرنا چاہے گا اور اُس کے فنا کرنے کی یہ تدبیر کریگا کہ کفار مکہ وغیرہ کو اُس کے مقابلہ کو کھڑا کردیگا تاکہ اس نبوت کو فنا کردے مگر زمین یا مٹی یعنی ابو تراب (مٹی کا باپ) اُن کفار کو قتل کر ڈالے گا جس سے ابلیس کا ارادہ نبوت کے فرزند کو فنا کردینے کا پورا نہ ہوسکے گا *

تب ابلیس چاہیگا کہ اس نبوت کی باقی اولاد (بارہ ۱۲ ستارے اور ایک چاند) کو فنا کرے جس باقی اولاد کی یہ صفت ہے کہ وہ خدا کا حکم ماننے والی ہے یعنی معصوم ہے علاوہ روح نبوت

اُس میں موجود ہے۔ اور اس کام کے لیے ابلیس نے اُس نبوت کی باقی اولاد سے لڑنے کا سامان کیا +

باب ۱۲ کے واقعات مختصراً ختم ہوئے جنکی تفصیل اسی رسالہ میں سابق میں مفصل طور سے بیان ہو چکے ہیں +

واقعات مندرجہ باب ۱۳ مکاشفات

اِس نبوت کی باقی اولاد سے لڑنے کا سامان ابلیس نے یہ کیا کہ ایک درندہ جانور ظاہر ہوا جس کو شیطان نے اپنا اقتدار اور تخت اور بڑا اختیار دیکر نبوت مذکور کی باقی اولاد سے لڑنے کے لیے اپنا قایم مقام مقرر کیا +

اِس درندہ جانور کی علامات حسب ذیل ہیں جسکی بابت آخر باب ۱۳ میں لکھا ہے کہ جو لوگ عقل و فہم یعنی سمجھ رکھتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ وہ درندہ جانور انسان ہے اور اُسکے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں اور اُسکے سات سر ہیں یعنی سات شخص اُس سے پہلے بادشاہ ہونگے اور آٹھواں بادشاہ وہ ہے جسکے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں +

ان سات سروں یعنی سات بادشاہوں میں سے ایک سر یعنی بادشاہ پر زخم کاری لگا مگر وہ زخم کاری چنگا ہو گیا جسکی بابت اسی رسالہ میں ذکر ہو چکا کہ زخم کاری لگنے سے خلیفہ سوم (عثمان) کا قتل ہونا اور حضرت علیؑ کا خلیفہ ہو جانا ہے۔ اور زخم مذکور کے چنگا ہو جانے سے یہ مُراد ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت ہو کر پھر بادشاہت معاویہ مخالف اہلبیتؑ کو پہنچ گئی +

ساتویں بادشاہ کی حکومت تھوڑی ہوگی اور ساتواں سر یعنی ساتواں بادشاہ مروان ہے جو صرف ۷ یا ۹ ماہ بادشاہ رہا +

آٹھواں بادشاہ عبدالملک بن مروان بن حکم ہے جسکے نام کے عدد مع باپ دادا کے ۶۶۶ ہیں۔ اس درندہ جانور کے دس سینگ ہیں یعنی وہ دس بادشاہ مراد ہیں جو عبدالملک کے بعد

ساتھ اور بعد ہوں گے +

اِن سب بادشاہونکی ایک ہی راے ہے اور سب ہلاکت میں جاتے ہیں یعنی سب کا انجام بد ہوگا +

اب وہ لوگ جنکو خدا کا خوف ہے اور قیامت کے دن خدا کی بازپرس کا یقین ہے اور نجات کے خواہاں ہیں غور کریں کہ عبدالملک بن مروان بن حکم کے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں اور آٹھواں بادشاہ ہے اور اُس سے پہلے سات بادشاہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، معاویہؓ، یزید بن معاویہؓ، معاویہ بن یزیدؓ اور مروانؓ ہیں۔ جن میں سے عثمان قتل ہوے اور حضرت علیؑ بادشاہ ہوگئے یعنی زخم کاری لگا اور حضرت علیؑ کی شہادت ہوکر پھر سلطنت معاویہ مخالف اہلبیت کو پہنچ گئی یعنی زخم کاری چنگا ہوگیا اور ساتواں بادشاہ مروان سات یا نو ماہ بادشاہ رہا اور دسؑ بادشاہ جو اُس کے ساتھ اور بعد ہونگے حجاج، ولیدؒ بن عبدالملک، سلیمانؒ بن عبدالملک، عمرؒ بن عبدالعزیز، یزیدؒ بن عبدالملک ہشامؒ بن عبدالملک، ولیدؒ بن یزید بن عبدالملک، یزیدؒ بن ولید، ابراہیم بن ولید، مروانؒ حمار آخری بادشاہ مروانی شاخ بنی اُمیہ +

اِن سب کی ایکہی راے ہے یعنی سب کا مذہب مخالفت اہلبیتؑ میں ایک ہی یعنی اپنے آپ کو بمقابلہ اہلبیت حقدار بادشاہت جانتے تھے اور اہلبیت کو باغی جانتے تھے اور وہ سب بدانجام یعنی جہنمی ہیں۔ جس کے ثبوت کے لیے پیشین گوئی میں بیان ہوا ہے کہ اُس کے سروں پر (یعنی سات پہلے بادشاہوں پر) کفر کے نام لکھے ہیں۔ یعنی وہ ابتدائی بادشاہ ایسے عقائد کی تعلیم دینگے جن سے خدا کی بابت کفر پیدا ہو جسکی وجہ سے اُن کے لیے جہنم ہوگا +

پھر لکھا ہے کہ اُس جانور کی دُم آسمانِ دین کے بارہ ۱۲ ستارے کی تہائی (⅓) یعنی چار امام ($\frac{12}{3}=4$) کو قتل کریگی۔ یہ بھی دنیاے اسلام میں ہوچکا۔ امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر دیا امام حسینؑ کو یزید بن معاویہ نے شہید کرایا۔ امام زین العابدینؑ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دلوایا۔ امام محمد باقرؑ کو ہشام بن عبدالملک نے زہر دلوایا۔ اور یہ امور واقع ہوچکے بس اِس جانور کی دُم یعنی بنی اُمیہ اور مروانی بادشاہوں نے بارہ ۱۲ امام کی تہائی یعنی چار امام کو ہلاک کیا ہے

نہ کم نہ زیادہ کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات عباسیوں
کی سلطنت کے زمانہ میں ہوئی جبکہ مروانی سلطنت جاتی رہی تھی +

پھر لکھا ہے کہ یہ درندہ جانور مقدسوں (بقیہ اولاد نبوت یعنی اہلبیت رسالت) سے مقابل ہوگا
اور اُن پر غالب آئیگا +

یہ معاملہ بھی واقع ہوچکا یعنی خلفاے ثلٰثہ وغیرہ اہلبیت رسالت پر غالب آئے جو پیشگوئی
کے مطابق شیطانی غلبہ ہے +

افسوس ہے کہ اسی غلبہ کو خلفاے ثلٰثہ کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل سمجھا ہے حالانکہ
ثابت ہے کہ وہ شیطانی غلبہ ہے اور جو گروہ مغلوب ہے وہی حق پر ہے اور اس غلبہ کو دلیل
حقیت خلافت ثلٰثہ سمجھکر اس غلبہ کا اقبال کیا جس سے راقم کو درندہ جانور کے مقدسوں پر
غالب آنے کے ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ علاوہ اسکے تمام اہل اسلام جانتے
ہیں کہ خلفاے ثلٰثہ اہلبیت پر غالب رہے اب کسی طرفدار خلفاے ثلٰثہ وغیرہ کو مجال نہیں ہے
کہ اس پیشین گوئی کو جس میں بارہ ائمہ اہلبیت کا حق پر ہونا اور خلفاے ثلٰثہ وغیرہ کا بدانجام
اور جہنمی ہونا علانیہ درج ہے کسی اور پر صادق کر سکے کیونکہ نہ کوئی اور بارہ امامین صادق
آئینگے نہ کوئی دوسرا اُس کا مصداق ہو سکیگا ۔ فالحمد للہ علی ذالک +

اہلبیت کے حق پر ہونے اور پھر مغلوب اور مخذول ہونے کو دیکھو۔ حدیث مندرجہ ازالۃ الخفا
مقصد اول صفحہ ۱۰۸ سطر ۲۴ تا ۲۵ مندرجہ صفحہ ۴۴ رسالہ ہذا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک
گروہ اس اُمت کا حق پر ہوگا اور وہ ہمیشہ موجود رہیگا اور مخذول کیا جائیگا جو بالکل اہلبیت پر
صادق آتا ہے اور آخر کو وہی گروہ آدمیوں پر غالب ہوجائیگا اور یہ بھی اہلبیت کا ہی حال ہے
کہ امام مہدی آخرالزماں (بقیہ اہلبیت) کل روے زمین کے بادشاہ ہوجائینگے +

اب مؤلف اس کی وجہ عرض کرتا ہے کہ اسلام کے فرقوں میں حق و باطل کے فیصلہ کیلیے
جو پیشین گوئی معرفت حضرت یوحنا کی اس درجہ صراحت و شدومد اور کثرت علامات سے بیان

کرائی کہ کسی طرح انکار کی گنجائش باقی نہ رہی اور پھر غیر مسلم لوگ بھی اس پیشین گوئی کو حرف بحرف پورا ہوتا ہوا دیکھکر جناب رسالت مآبؐ کی نبوت پر ایمان لائیں کیونکہ وہ واقعات جو اس پیشین گوئی میں درج ہیں سوائے اُمتِ محمدی کے کسی اور پر صادق نہیں آسکتی÷

اس کی وجہ یہ ہے کہ اور نبی جو آتے تھے اور عقائد حقہ کی تعلیم دے جاتے تھے اور اُنکی وفات کے بعد لوگ وہی نبی مذکور کی اطاعت سے باہر ہو جاتے تھے اور عقائد حقہ کی بجائے عقائدِ باطلہ قائم کر لیتے تھے اُس کا تو یہ علاج تھا کہ اُس نبی کے بعد دوسرا نبی آکر اُن عقائدِ باطلہ کو غلط بتا کر پھر عقائدِ صحیحہ کی تعلیم کر دیتا تھا۔ مگر یہاں یہ بات نہیں ہے اس لیے کہ یہ نبوت آخری نبوت ہے اور یہ رسول خاتم النبیین ہے اِسکے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اور جو اُسکے نائبان برحق ہیں جو عقائدِ حقہ کی تعلیم دینے کو موجود رہیں گے اُن سے قطع تعلق کر لیا جائیگا اور وہ معطل کر دیے جائیں گے یہاں تک کہ اُن کی اور اُن کے مخالفین کی بابت یہ تنازع پیدا ہو جائیگا کہ ان میں سے کون حق پر ہے لہٰذا عالم الغیب والشہادہ ہادی برحق نے ملہم ربانی حضرت یوحنا کی زبانی اس صراحت و کثرت علامات سے ایسی پیشین گوئی کرائی کہ جس پیشین گوئی کا گروہ مخصوص و مقصود کے سوا بوجہ کثرت علامات کے کسی دوسرے شخص یا گروہ پر صادق آنا غیر ممکن ہو جائے اور جو مابین اہلِ اسلام حق و باطل میں اس طرح فیصلہ کر دے کہ کسی منکر ہستی کو بھی لب ہلانے کی قدرت باقی نہ رہے۔ اور کم سے کم یہ کہنے کی مجال نہ رہے کہ جو باتیں اس پیشین گوئی میں مدرج ہیں وہ لغویات ہیں کیونکہ جو امور اس میں درج ہیں وہ امور تو واقع ہو چکے۔ اور یہ امر بھی فیصل ہو جائے کہ یہ رسول خاتم النبیین ہے ورنہ اگر یہ نبی خاتم النبیین نہ ہوتا اور دوسرا نبی آنے کو ہوتا تو اس درجہ صراحت کی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ وہ نبی آکر عقائدِ باطلہ کو غلط ظاہر کر کے عقائدِ صحیحہ تعلیم دے دیتا÷

ایک جھوٹا نبی غلام احمد قادیانی جو نبی بنکر آیا تو وہ بھی درندہ جانور کا گیت گاتا آیا۔ کیونکہ باضافہ چند امور کے وہ درندہ جانور ہی کی امامت کا قایل ہے اور اُسی کی پیروی کی تعلیم دیتا ہی

حالانکہ خود کہتا ہے کہ حق و باطل میں فیصلہ کے لیے پیشین گوئی ذریعہ ہوتی ہے اور پھر پیشین گوئی سے کام نہ لیا ؟

اگر وہ برحق نبی ہوتا تو ہرگز ہرگز درندہ جانور قایم مقام ابلیس کی تائید نہ کرتا - کیا ممکن ہی کہ نبی برحق ابلیس کے قائم مقام کی پیروی و تائید کرے ؟

یہاں کتاب یسعیا باب ۵۱ کی آیات ۷ و ۸ کا لکھدینا بھی مناسب بلکہ ضروری ہی : -

آیت نمبر ۷ " میری (یہ کلام رسول اللہ کا بطور پیشین گوئی نقل ہوا ہی کہ حضرت اِس طرح ارشاد کرینگے) سنو اے تم سب جو صداقت شناس ہو اور اے لوگو جنکے دل میں میری شریعت ہے (اِس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو صداقت یعنی حق اہلبیت کو پہچانتے اور اُن کی امامت کے بموجب حدیث ثقلین کے معتقد ہیں اور جنکے دل میں رسول اللہ کی اصل شریعت ہی نہ وہ جو درندہ جانور نے تعلیم دی ہے) انسان کی ملامت سے مت ڈرو اور اُن کی طعنہ زنی سے ہراساں نہ ہو" (یعنی وہ جو اہلبیت کے مغلوب و مخذول و مقتول ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ تمہارے امام کہاں ہیں وہ کیوں ظاہر نہیں ہوتے اِس سے ہراساں نہ ہو)

آیت نمبر ۸ " کیونکہ کیڑا اُنہیں کپڑے کی مانند کھائیگا اور کرم اُنہیں پشمینہ کی طرح کھا جائیگا (یعنی مذہب باطل پر ہونیکا کیڑا اُنکو آہستہ آہستہ فنا کرتا رہے گا اور آخر کو نیست و نابود کر دیگا) پر میری صداقت ابد تک رہیگی (اِس سے ظاہر ہے کہ یہ قول خاتم النبیین کا ہے جب ہی تو وہ فرماتے ہیں کہ میری صداقت یعنی میری تعلیم جو تعلیم حق ہے ابد تک رہیگی - چنانچہ حدیث مندرجہ ازالۃ الخفا مقصد اوّل صفحہ ۱۰۸ سطر ۲۴ تا ۲۹ میں حضرت نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ ایک گروہ امر اللہ پر قائم رہیگا یعنی میری تعلیم ابد تک رہیگی - اور ابد تک رہنے سے یہ مُراد ہی کہ میرے بعد اور نبی نہ آئیگا

میری ہی تعلیم ابد تک رہیگی) اور میری نجات پشت در پشت (یعنی میرے نائبان برحق جو میری تعلیم حقہ کے محافظ ہیں اور جنکی پیروی باعث نجات ہے کیونکہ وہ بجنسہ میری ہی تعلیم ہے پشت در پشت ہوتے رہینگے یعنی ایک امام کے بعد دوسرا امام سابق کے امام کی نسل اور پشت سے ہوتا رہیگا) جیسا کہ شیعیان اثنا عشری کا مذہب ہے +

اس پیشین گوئی کو ہر ذی فہم اور خدا سے خوف کرنے والا قبول کریگا کہ مذہب شیعہ اثنا عشری کے مطابق ہے اور سوائے ہٹ دھرم کے کسی کو شک باقی نہ رہیگا +

ایک بات جو اس پیشین گوئی کتاب یسعیا باب ۵۱ کی آیات ۶ و ۸ سے ظاہر ہوتی ہے وہ بھی عرض کردینا نہایت ضروری ہے - اس کا بیان یہ ہے کہ :-

اس پیشین گوئی کے اس فقرہ سے کہ میری صداقت ابد تک رہیگی یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ جسکی صداقت ابد تک رہیگی وہ خاتم النبیین ہے اور وہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں - بعد اسکے حضرت کا مقولہ یہ درج ہے کہ میری نجات پشت در پشت (رہیگی) اس فقرہ سے ثابت ہوا کہ رسول خاتم النبیین کے نائبان برحق جنکی پیروی باعث نجات ہے وہ اس طرح ہونگے کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام پہلے کا بیٹا ہوتا رہیگا جیسا کہ شیعہ اثنا عشری کے امام گزرے ہیں اور رسول اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ پہلے اولی الامر جنکی اطاعت کا حکم خدا نے قرآن میں دیا ہے حضرت علیؑ ہیں - ان کے بعد حسنؑ ان کے بعد حسینؑ ہیں اور حسینؑ کے بعد انکے بیٹے امام زین العابدینؑ پھر ہر امام کے بعد اس کا بیٹا امام ہوتا رہا - پس اس پیشین گوئی سے معلوم ہوا کہ امامان برحق جنکی پیروی باعث نجات ہے وہ پشت در پشت ہونگے - اب دیکھو کہ یہ صفت اہل سنت وجماعت کے پیشوا خلفاء ثلثہ میں بھی ہے یا نہیں جنکو وہ امامان برحق اور ان کو باعث نجات جانتے ہیں اور جو ان کی پیروی سے بیزاری کرے اسکو رافضی کہتے ہیں +

یہ علانیہ بات ہے کہ یہ صفت اُن میں موجود نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے بعد
حضرت عمر خلیفہ ہوئے جو ابوبکر کے بیٹے نہ تھے لہٰذا اُن کی پُشت میں نہ تھے اور عمر کے بعد
عثمان خلیفہ ہوئے جو عمر کے بیٹے نہ تھے بلکہ تینوں خاندانِ قریش کی الگ الگ شاخوں کے
شخص تھے - ابوبکر بنی تیم تھے - عمر بنی عدی تھے - عثمان بنی اُمیہ سے تھے +

پس ثابت ہوگیا کہ جن اماموں کی پیروی باعثِ نجات ہے وہ خلفاے ثلٰثہ نہیں
جن میں پُشت در پُشت کی صفت موجود نہیں بلکہ باعثِ نجات اُن اماموں کی پیروی ہے
جو پُشت در پُشت امام ہوتے رہے اور وہ ائمہ اہلبیت ہیں - فَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ تَائیدِ
الحَقِّ الحَقِیق +

اب ایسے دو شخصوں کی بابت پیشین گوئی درج کی جاتی ہے جن میں ایک ظالم ہے
اور دوسرا مظلوم اور اُن دونوں کی ایسی علامتیں اس پیشین گوئی میں درج ہیں کہ انکے
سوا کسی دوسرے پر صادق نہیں آسکتیں اور ان علامتوں کو دیکھکر کسی منصف مزاج کو
پھر شک کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی - دونوں شخصوں کے متعلق آیات نقشۂ مندرجہ
ذیل میں اس طرح لکھی جاتی ہیں کہ خانۂ اوّل میں مظلوم کی علامات و حالات اور خانۂ دوم
میں ظالم کی علامات درج ہونگی +

آیات باب ۵۱ کتاب یسعیاہ پیغمبر متعلقہ ہر دو شخص مذکور	
آیات متعلق شخص مظلوم و مقدس مع مطلب	آیات متعلق ظالم جو اُس مقدس پر ظلم کریگا مع مطلب
آیت ۹ "جاگ جاگ توانائی پہن لے اے خداوند کے بازو" اس میں خداوند کا بندہ مخاطب ہے - اس خداوند کے بازو سے حضرت علی مراد ہیں کیونکہ	اس خانہ میں چند آیات تک شخص مظلوم سے خطاب ہے اُسکے بعد ظالم کی علامات ہیں - آیت ۱۲ "میں وہ جو تمہیں تسلی دیتا ہے میں ہی ہوں" یعنی خدا اُنکو بصورت مظلومی تسلی دیتا ہے کہ

آیات متعلق شخص مظلوم و مقدس مع مطلب

اُس کا ایک لقب ید اللہ (خدا کا ہاتھ) ہے۔

آیت ۹ کا ٹکڑا "جاگ جیسا کہ اگلے زمانے میں اور سلف کی پشتوں میں"

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اُس زمانے کی نسبت خطاب ہے جبکہ وہ رسول اللہ کے بعد زندہ رہا کیونکہ ظالم کا معاملہ رسول کے بعد ہی ہوا ہے اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس زمانہ اور اس وجود سے پیشتر بھی اُنکی روحانی عالم میں کچھ عجائب کام کیے ہیں، جنکی وجہ سے اُسے مظہر العجائب کہتے ہیں جیسا کہ سلمان فارسی کی مدد قبل پیدائش کی تھی۔

کیا کسی شخص کو سوائے ید اللہ (حضرت علیؑ) کے دکھا سکتے ہو جس نے اپنے زمانۂ خطاب کے وجود سے پہلے عجائب کام کیے ہوں۔؟ ہرگز ممکن نہیں!

آیت ۹ کا ایک ٹکڑا "کیا تو وہی نہیں جس نے رہب کو کاٹا اور اژدہے کو گھائل کیا"

یہ بھی حضرت علیؑ ہی کا ذکر ہے جنہوں نے گہوارے میں ایام طفلی میں اژدہے کو چیر ڈالا

آیات متعلق ظالم جو اُس مقدس پر ظلم کریگا مع مطلب

مغلوب ہونے سے گھبراو مت!

"تو کون ہے کہ انسان سے جو مر جاتا ہے اور بنی آدم سے جو گھاس کی مانند ہے ڈرتا ہے اور خداوند اپنے خالق کو بھولا جاتا ہے جس نے آسمان پھیلائے اور زمین کی بنیاد ڈالی"

یہ سب کلمات تسلی ہیں کہ جب میں (خدا) مددگار ہوں تو کوئی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

"اور تو ہر روز ظالم کے جوش و خروش سے کہ گویا وہ ہلاک کرنے کو تیار ہے ڈرتا ہے"

جس سے ظاہر ہے کہ شخص مقدس کا ایک دشمن ظالم ہے جو ہر روز اسی فکر میں رہتا ہے کہ اس مقدس (علیؑ) کو قتل کرا دے۔

"پر ظالم کا جوش و خروش کہاں ہے؟"

یعنی بے حقیقت چیز ہے۔

"جھکایا ہوا بندھا ہوا"

یعنی خدا کی مشیت کے مقابل بندھا ہوا ی کچھ نہیں کر سکتا۔

آیات متعلق شخص مظلوم و مقدس مع مطلب

آیت ۱۶ "اور میں نے اپنی باتیں تیرے مُنھ میں ڈالیں"

توریت کتاب استثنا باب ۱۸ کی آیت ۱۸ میں ذکر ہے کہ حضرت موسے کو خداوند تعالی نے خبر دی کہ بنی اسرائیل کیلیے اُنکے بھائیوں بنی اسمعیل سے مجھسا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُس کے مُنھ میں ڈالونگا ۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسمعیل میں جناب رسالتمآب نبی ہوے اور اُن کی کتاب یعنی قرآن خدا کا کلام ہے جو اُن کے مُنھ میں ڈالا گیا ۔

دوسری جگہ کتاب یسعیاہ کے باب ۵۹ میں ایک شخص کا ذکر ہے کہ خدا کہتا ہے کہ "میں نے اپنی باتیں اُسکے منھ میں ڈالیں" جناب تو دو شخص معلوم ہوے جنکی نسبت یہ ذکر ہے کہ اُنکے مُنھ میں خدا نے اپنی باتیں ڈالیں ۔ ایک رسول اللہ ایک یہ شخص جس کا ذکر کتاب یسعیاہ باب ۵۹ میں ہے ۔ رسول اللہ تو وہ شخص ہو نہیں سکتے جنکا ذکر باب ۵۹ کتاب یسعیاہ میں ہے کیونکہ وہ ید اللہ نہیں کہلاتے انہوں نے گھوارے میں اژدہے کو نہیں چیرا ۔ اُنپر ایک ظالم نے قتل کیلیے جوش و خروش نہیں کیا جو غار میں نہ مریگا ۔ لہذا یہ شخص سواے آنحضرت علی کے کوئی اور نہیں ہو سکتا کیونکہ بعد رسول خدا کے خدا کی باتیں حضرت علی ہی کے مُنھ میں کامل طور سے پڑی ہیں ۔

آیات متعلق ظالم جو اُس مقدس پر ظلم کریگا مع مطلب

"جلدی سے آزاد کیا جائیگا"

یعنی اُس کی حکومت اور زور تھوڑے ہی دنوں رہیگا ۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر نے دو برس ۹ یا ۱۰ ماہ بادشاہت کی ۔

آیت ۱۴ ا کا ٹکڑا "وہ غار میں نہ مریگا"

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس مقدس شخص پر ظلم کرنے والا کبھی غار میں گیا ہوگا اور وہاں اُس کے مرنے کا سبب بھی پیدا ہو گیا ہوگا یعنی سانپ نے کاٹا ہوگا مگر وہاں موت نہ آویگی ۔

یہ علامت سواے حضرت ابوبکر کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی ۔

تمام کتاب مقدس میں خدا کے کلام کا کچھ مقدس لوگوں کے منھ میں پڑنا صرف تین جگہ آیا ہے دو جگہ کا ذکر تو نقشہ بالا کے خانہ اول میں موجود تیسری جگہ کتاب یسعیاہ باب ۵۹ آیت ۲۱ میں ذکر ہوا ہے جو ان دونوں خانوں کی عبارت کی شرح کے بعد تحریر کیا جاوے گا +

نقشہ بالا کی شرح

حضرات! آپ نے اس پیشین گوئی کو دیکھا کہ ایک طرف ایک شخص ہے جو یداللہ کہلاتا ہے جس نے زمانہ حال سے پیشتر زمانہ روحانیت میں کچھ عجائب کام کیے ہیں جن کی وجہ سے وہ مظہر العجائب کہلاتا ہے جس نے اژدہے کو بھی گھائل کیا ہے جس کے منھ میں خدا کی باتیں پڑی ہیں یعنی کلام اللہ کا علم کامل ملا ہے۔ کیا کسی کو شک ہو سکتا ہے کہ یہ مقدس شخص حضرت علیؑ کے سوا کوئی اور ہو؟ ہرگز نہیں۔

اب ان کے دشمن ظالم کے ظلم کا ذکر یہ ہے کہ وہ ہر روز اس مقدس شخص کو ہلاک کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ کبھی آگ لگانے کو عمر کو بھیجتا ہے (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۹) کبھی قتل کی دھمکی دیتا ہے (دیکھو کتاب امامۃ وسیاسۃ صفحہ ۱۴ سطر ۸[1] کی عبارت جو ذیل میں نوٹ کی صورت میں تحریر ہے) اور اُس کی حکومت بھی تھوڑی ہوگی اور ایک علامت یہ ہے کہ

---

[1] فاخرجوا علیاً فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ قالوا اذاً واللہ الذی لا الٰہ الا ہو نضرب عنقک قال اذاً تقتلون عبد اللہ واخا رسولہ قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا وابو بکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تأمر فیہ بامرک فقال لا اکرہہ علی شیء ما کانت فاطمۃ الی جنبہ **ترجمہ** پس باہر نکال لائے علیؑ کو اور ابو بکر کے پاس لائے اور علیؑ سے کہا کہ بیعت کرو تو علیؑ نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہوگا عمر نے کہا کہ ہم تیری گردن ماردینگے تو حضرت علیؑ نے کہا کہ تم بندہ خدا اور برادر رسولؐ کو قتل کروگے؟ تو عمر نے کہا کہ بندہ خدا تو صحیح ہے مگر برادر رسول نہیں۔ ابو بکر خاموش تھے کچھ کلام نہیں کرتے تھے عمر نے ابو بکر سے کہا کہ تم علیؑ کے معاملہ میں اپنا حکم نہیں صادر کرتے تو ابو بکر نے کہا کہ میں علیؑ کو اُس وقت تک کسی امر پر مجبور نہ کرونگا جب تک فاطمہؑ انکے پہلو میں زندہ باقی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر کو یقین تھا کہ فاطمہ کو صدمہ عظیم پہنچایا جاوے گا جس سے انتقال

وہ غار میں جائیگا مگر وہاں موت نہیں آئیگی ÷

اب تلاش کرو کہ جو ایسے متقدمین کو (جنکی علامتیں اور حالات خانۂ اوّل میں درج ہیں) ہر روز ہلاک کرنے کو تیار رہا ہو اور حکومت بھی تھوڑی ہی پائی ہو اور غار میں گیا ہو اور باوجود موجودگی سببِ موت (یعنی سانپ کے کاٹنے کے) مرا نہو وہ کون شخص ہے یقیناً سوائے حضرت ابوبکر کے کوئی نہیں ہوسکتا اور وہی حضرت علیؑ پر غالب رہے ÷

اے عام اہلِ تسنن اور مرزائیو! ابو ابوبکر کے غلبہ کو اور اُن کے یارِ غار ہونے کو، ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل کو زبان سے نہ نکالوگے بلکہ شرمندہ ہوگے کہ ناحق ہم نے غلبہ کو اور یارِ غار ہونے کو دلیلِ حقیقت قرار دیا جس کی وجہ سے ہمارے اوپر ایسی بلائے عظیم شیعین علیؑ کے ہاتھوں نازل ہوئی کہ ہماری زبان بند ہوگئی ÷

اب چونکہ قرآن کہتا ہے کہ میں کتب الہامی سابقہ کے مضامینِ حقّہ کی تصدیق کرتا ہوں اور نیز اس وجہ سے کہ کتاب یسعیاہ کے باب ۵۱ کے ظالم کی جو غار میں نہ مرے گا فقط علامات سے وہ لوگ پتہ لگا سکتے ہیں جو تاریخ پر عبور رکھتے ہیں لہٰذا منجملہ دیگر وجوہ نزولِ آیتِ غار کے ایک وجہ یہ ہوئی کہ پیشین گوئی مذکور کی تصدیق آیتِ قرآنی سے ہو جائے ÷

اب وہ آیتِ غار لکھتا ہوں جو سیپارہ ۱۰ رکوع ۱۲ میں ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا الخ ترجمہ (یہ آیت اُن منافقین کی ملامت میں نازل ہوئی ہے جو رسول کی مدد نہیں کرتے تھے چنانچہ فرماتا ہے) اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے ہو (تو کچھ پروا کی بات نہیں) اللہ اُس کی مدد ایسے موقع پر کرچکا ہے جبکہ اُسکو کافروں نے (مکہ سے) نکالا تھا ظلم کی وجہ سے ترکِ وطن (یعنی مکہ چھوڑ دینے) پر مجبور ہوا تھا اور وہ (نبی) دو میں کا دوسرا تھا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے (اور وہ دوسرا رسول کی کچھ پشتی نہ بندھاتا تھا بلکہ رسول ہی

اُسے تسلی دینی پڑی تھی) کہ وہ رسول اپنے ساتھی (ابوبکر) سے کہتے تھے کہ رنج نہ کر کیونکہ ہمارے ساتھ تو اللہ ہے (اوپر کے مضمون سے وہ مواقع ظاہر کیے جہاں خدا نے مدد کی اب اُس مدد کا ذکر کیا اور وہ یہ ہے کہ) اللہ (ہم) نے اپنا سکینہ رسول پر نازل کیا اور اُس کی مدد ایسے لشکروں کے ساتھ کی جن کو تم نے نہیں دیکھا +

رسول پر سکینہ نازل ہونے کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اور مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے اپنے تراجم قرآن میں کیا ہے اور صحیح ترجمہ کیا ہے کیونکہ رسول ہی کی مدد کا تذکرہ خداوند تعالیٰ کر رہا ہے جیسا کہ شروع آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے اُس کی مدد کی اس کی تفصیل یہ ہے کہ اُس پر سکینہ نازل کیا اور فرشتوں سے اُسکی مدد کی +

اِس آیت سے اور تاریخ سے بالیقین معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے ساتھ غار میں جانے والے حضرت ابوبکر ہیں +

اب یہ دیکھنا ہے کہ اِس آیت سے حضرت ابوبکر کی تعریف نکلتی ہے یا کچھ اور +

آیتِ مندرجہ بالا سے یہ تو ظاہر ہے کہ صرف رسول پر سکینہ نازل ہوا یعنی ایک شخص پر مگر غیر منصف اور متعصب اہلِ سنت یہ بھی کہتے ہیں کہ سکینہ حضرت ابوبکر پر نازل ہوا تھا رسول پر سکینہ نازل ہونے کی ضرورت نہ تھی رسولوں پر ہر وقت سکینہ رہتا تھا۔ اِس بے عقلی کی دلیل "کہ رسول پر سکینہ نازل ہونے کی ضرورت نہ تھی" کا جواب اگر قرآن ہی سے دیدیا جائے تو بہتر ہوگا۔ ایک آیت اِسی سورہ توبہ سیپارہ دس رکوع ۱۰ میں ہے جس میں جنگ حنین کا تذکرہ ہے اُس آیت کا ایک ٹکڑا یہ ہے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ پھر اللہ نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور رسول کے طفیل میں مومنین پر نازل کیا +

دوسری آیت سورۂ فتح میں ہے جو بعد صلح حدیبیہ نازل ہوئی ہے اور سیپارہ ۲۶ میں رکوع ۱۱ میں ہے اور وہ یہ ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اپنے رسولؐ پر اور (رسولؐ کے طفیل میں) مومنین پر نازل کیا
ان آیتوں کے مضمون سے ظاہر ہے کہ رسولؐ پر بھی سکینہ نازل ہوتا رہتا تھا۔ یہ کہنا
غلط ہے کہ رسولؐ پر سکینہ نازل ہونے کی ضرورت نہ تھی ❖

یہ بھی ظاہر ہوا کہ اگر مومنین پر سکینہ نازل ہوتا ہے تو رسولؐ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے
اور آیت غار میں صرف ایک شخص واحد پر سکینہ نازل ہوا جو رسول اللہ ہیں اور حضرت ابوبکر
پر نازل نہیں ہوا۔ ان دو آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جب رسولؐ کے ساتھ مومنین موجود
ہوں تو سکینہ رسولؐ پر اور مومنین دونوں پر نازل ہوتا ہے۔ اور آیتِ غار سے ظاہر ہے
کہ سکینہ صرف ذاتِ واحد (رسولؐ اللہ) پر نازل ہوا جس سے ثابت ہوا کہ رسولؐ کے ساتھ
کوئی مومن نہ تھا اگر مومن ساتھ ہوتا تو اس پر بھی سکینہ نازل ہوتا جیسا کہ دونوں آیات مذکورہ
بالا سے ظاہر ہے کہ جب رسولؐ کے ساتھ مومنین موجود تھے تو رسول اور مومنین دونوں پر سکینہ
نازل ہوا ❖

پس ثابت ہوا کہ آیت غار میں صرف رسولؐ پر سکینہ نازل کرنے کے ذکر سے خداوند تعالیٰ
کا یہ منشا ہے کہ رسولؐ کے ساتھ غار میں کوئی مومن نہ تھا ورنہ اگر مومن ساتھ ہوتا تو کیا خدا یہ نہ کہہ سکتا
تھا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْھِمَا پس اللہ نے اپنا سکینہ دونوں پر نازل کیا کیونکہ
ابھی تو کہا جا چکا ہے اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ۔ یا یوں کہا جا سکتا تھا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ
وَعَلٰی صَاحِبِہٖ یعنی پھر اللہ نے اپنا سکینہ رسولؐ پر اور اس کے ساتھی پر نازل کیا کیونکہ
اسی آیت میں صاحبہ بیان ہو چکا ہے پھر کیا وجہ ہوئی کہ نہ ھُمَا کہا نہ عَلٰی صَاحِبِہٖ کہا صرف
عَلَیْہِ رسولؐ پر کہا گیا۔ منظور یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ رسولؐ کے ساتھ غار میں مومن نہیں تھا
جبکہ اس آیت غار سے بتبدل مضامین آیات دیگر متعلق نزول سکینہ ثابت ہوا کہ حضرت
ابوبکر مومن نہ تھے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کتاب یسعیا باب ۵۱ میں جس ظالم کے غار میں مرنے
کا ذکر ہے وہ یہی حضرت ابوبکر ہی ہیں اس لیے کہ باب ۵۱ مذکور میں جس مقدس و مظلوم کا ذکر

وہ ضرور اُمتِ محمدی کا شخص ہے کیونکہ اُس کے مُنہ میں خدا نے اپنی باتیں رسول اللہ کے بعد ڈالی ہیں یعنی قرآن کا علم کامل جو کلام خدا ہے اُس کو ملا ہے تو یہ ظالم بھی اُمتِ محمدی ہی کا شخص ہوگا کیونکہ ایک ہی زمانہ میں ہونا دونوں (ظالم و مظلوم) کا ضرور ہے ✤ پس بالکل ثابت ہوگیا کہ ظالم متذکرہ باب ۱۵ یسعیاہ نبی اور شخص متذکرہ آیت غار ایک ہی ہے ✤

فریادِ اہلسنت

جب شیعہ اِسی قرآن کی آیات سے اپنے مذہب کے حق ہونے کے دلائل پیش کرتے ہیں جس کی نسبت مسلّم ہے کہ وہ جمع کردہ حضرت عثمانؓ کا ہے۔ اور حضرت علیؓ کا جمع کردہ نہیں ہے یہ تو ہم پر بجلی سی نازل ہوتی ہے کہ اگر حضرت علیؓ کا جمع کردہ قرآن ہوتا اور شیعہ اُس سے استدلال کرتے تو ہم کہدیتے کہ ہم اس کو نہیں مانتے مگر یہ قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے اب ہم کیا عذر کرسکتے ہیں اور ممکن ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے اپنے جمع کردہ قرآن کو منجملہ دیگر وجوہ کے ایک اسی وجہ سے بھی نہ جاری کیا ہو کہ جب ہمارے شیعہ عثمانؓ کے جمع کردہ قرآن کے دلائل سے اہل سنت کا سر توڑینگے تو بہت مزہ دار اور پر لطف بحث ہوگی کیونکہ پھر اہل سنت سر نہ اُٹھا سکیں گے ✤

جب شیعہ موجودہ قرآن سے کوئی استدلال پیش کرتے ہیں اور ہم اُن کے استدلال کی تردید نہیں کرسکتے تو ہمارے علماء نے یہ تدبیر نکالی ہے کہ جب کوئی شیعہ قرآنی استدلال پیش کرے تو تم قرآنی استدلال کے جواب کو چھوڑکر یعنی اُس استدلال کی بحث کو ترک کرکے دوسرے کوچہ میں گھس جاؤ اور یہ بحث شروع کردو کہ تم جب اس قرآن کو عثمان کا جمع کیا ہوا جانتے ہو تو تم اُس سے کیوں استدلال کرتے ہو۔ مگر جب ہم نے اِس پر عمل کیا تو شیعہ لوگوں نے دوسرا الزام ہمارے اوپر قایم کردیا کہ اہل طریق عمل سے تو یہ ثابت ہوا کہ تم ہی قرآنی استدلال کو نہیں مانتے جب ہی تو قرآنی استدلال کو چھوڑ کر دوسرے کوچہ میں

چلی گئی - اور پھر یہی کہتے ہیں کہ قرآن موجودہ خدا کا کلام ہی جو رسول اللہ پر نازل ہوا تھا تو جب یہ قرآن موجودہ خدا کا کلام ہی (اور واقعی ہی مؤلف) تو حضرت عثمان کو اس قرآن سے صرف اتنا ہی تعلق ہی کہ جیسے ایک ناقابل جلد بند کو کسی عمدہ کتاب سے ہوتا ہے کہ وہ اپنی ناقابلیت سے اُس کتاب کے بعض اوراق کو مقدم و موخر کر دیتا ہے اسی طرح حضرت عثمان نے بہت جگہہ آیات کو مقدم و موخر کر دیا ہے -

افسوس ہی کہ اہل سنت قرآن کو حضرت عثمان کی طرف نسبت دیکر قرآن کی وقعت بھی گھٹا دیتے ہیں اور بھائیو وہ خدا کا کلام ہے حضرت عثمان کا اُسمین کیا رکہا ہے سوائے مقدم و موخر کر دینے کے مقدم مقدم موخر کر دینے کو دیکھنا ہو تو یہ دو آیتیں دیکھو - ایک آیت یہ ہی قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ پارہ ۲۵ رکوع ۴ ترجمہ ای رسول (اپنی امت سے) کہو کہ میں تم سے رسالت پر سوائے اپنی قرابت مندونکے محبت کے کچھہ اجر نہیں مانگتا ہون -

دوسری آیت قل ما سئلتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ پارہ ۲۲ رکوع ۱۲ ترجمہ ای رسول کہدو کہ جو اجر رسالت کا مین تمسے مانگ چکا ہون وہ تم ہی کو مفید ہی میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے ان دونون آیتون کے مضمون کو دیکھکر ہر ذی فہم یہ ہی سمجھیگا کہ آیت اوّل اوّل نازل ہوئی ہے کیونکہ اُسمین اجر کا سوال ہی اُسکے بعد دوسری آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ اُسمین یہ ذکر ہے کہ جو اجر میں تم سے طلب کر چکا ہون وہ تم ہی کو مفید ہے -

مگر قرآن مرتبہ حضرت عثمان مین آیت اول پارہ ۲۵ رکوع ۴ مین ہی اور آیت دوم اُس سے پہلے یعنے پارہ ۲۲ رکوع ۱۲ مین ہے جو یقیناً آیت اوّل سے بعد کو نازل ہوئی ہے اور اسوجہ سے قرآن میں آیت اوّل سے بعد کو درج ہونا چاہئے تھی مگر اُس سے مقدم ہی تمام کتاب مقدس (بائبل) مین صرف تین جگہہ یہ تذکرہ ہے کہ خدا نے اپنا کلام اپنے کچھہ بندگان خاص الخاص کے مونہہ مین ڈالا - اُن تین مقامونمین سے ایک توریت کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ مین ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بھائیونمین سے تجھہ سا ایک نبی پیدا کر دیگا اور اپنا کلام اُسکے مونہہ میں

ڈالونگا اس پیشین گوئی کے مصداق تو باتفاق کل اہل اسلام جناب سولخدا ہیں اس لیے کہ انکو
کلام خدا (قران مجید) ملا ہے دوسری جگہ کتاب یشعیا باب ۵۱ آیت ۱۶ مین ہی کہ خدا فرماتا ہی کہ مین نے
اپنی باتین تیری مونہہ مین ڈالین جس شخص کی مونہہ میں اس آیت کی روسی خدا کا کلام پڑنا لکہا ہی اسکی علامتین
اسی باب مین یہ لکھے ہیں کہ وہ ید اللہ ہی اُس نے عالم روحانی مین کچھ کام کیے ہیں (عالم جسمانی)
میں اژدہی کو گہائل کیا ہے اور وہ مظلوم ہی اور اُسکے اوپر ظلم کرنیوالا غار مین نہ مریگا تو یہ شخص
جسکی مونہہ مین خدا نے اپنی باتین ڈالین سوائی حضرت علی کے کوئی نہین ہو سکتا چنانچہ رسول اللہ
نے بھی علیؑ مع القران والقران مع علی فرمایا ہے تیسری جگہ کتاب یشعیا باب ۵۹ آیت ۲۱ مین
ہے جسکی عبارت یہ ہے کہ میری روح جو تجھپر ہے اور میری باتین جو مین نے تیری مونہہ مین
ڈالی ہین وہ تیرے مونہہ سے اور تیری نسل کے مونہہ سے اور تیری نسل کی نسل کے مونہہ
سے اب سے لیکے ابد تک جاتی نہ رہینگے۔

جبکہ توریت کتاب استثنا باب ۱۸ - آیت ۸ اکی مصداق باتفاق کل اہل اسلام جناب
رسالت مآب ہیں تو اب جو کہا گیا ہے کہ جو باتیں مین نے تیرے مونہہ مین ڈالی ہیں وہ تیری
نسل کی مونہہ سی اور تیری نسل کی نسل کے مونہہ سی ابد تک جاتی نہ رہینگی اُس نسل سے مراد یقیناً
ائمہ اہلبیت ہوئی جو نسل رسول سے ہیں یعنی رسول کے بعد خدا کی باتین (کلام اللہ شریف) (یعنی
بعد رسول کے) رسول کی نسل مین رہیگا جیسا کہ قران مجید کی آیت ذیل سی یہی ظاہر ہوتا ہی ثم
اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا پ ۲۲ ع ۱۶ ترجمہ پہر ہمنے اس کتاب کا وارث اپنے
بندوںمین سے اُنکو بنایا جنکو ہمنے (اہل سمجھکر) منتخب کرلیا ہی اور رسول اللہ نی فرمایا کہ قران اور اہلبیت
قیامت تک جدا نہونگے تو یہ بندی جنکو کتاب کا وارث بنایا ہی جنسے کتاب قیامت تک جدا نہوگی ائمہ
نسل رسول ہوئی اور یہی مضمون یشعیا کی کتاب سی ظاہر ہی کہ وہ کتاب نسل رسول سی ابد تک جدا نہوگی اور
وہی امامت کیلئی خدا نی منتخب کئی ہیں۔ اور ابد تک کتاب باقی رہیگی یہ ثابت ہوا کہ یہ نبی خاتم النبیین ہی
جسکی کتاب ابد تک رہیگی۔ اور یشعیا کی کتاب پ ۵۹ آیت ۲۱ مین جو یہ فقرہ ہی کہ میری روح جو تجھپر ہی اُس روح سی وہ
روح مراد ہی جو آیت ذیل میں ہے کذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا پ ۲۵ رکوع ۶ ترجمہ اسیطرح ہمنے

روح کو تمھارے اوپر نازل کیا اس روح کی نسبت بھی ارشاد ہوا کہ وہ تیری نسل میں برابر ابد تک باقی رہے گی جس کی وجہ سے نسل رسول سے آئمہ اہل بیت ہیں جو اصل جانشین رسول ہیں ؎

ناظرین صرف مندرجہ بالا علامات کو علاماتِ درندہ جانور کا خاتمہ نہ سمجھیں جو درندہ جانور کے اہل بیت پر غالب ہونے تک بیان ہو چکی ہیں۔ کیونکہ اور علامتیں بھی بکثرت آئندہ بیان ہونے والی ہیں جن سے اس یقین میں اور مدد ملیگی کہ درندہ جانور سے خلفائے ثلثہ اور اُن کے بعد کے بادشاہ ہی مراد ہیں جو مخالفِ اہل بیت رسالت رہے ؎

منجملہ بقیہ علامات کے ایک وہ ہے جو باب ۱۳ کی آیت ۸ میں درج ہے جسکی عبارت حسب ذیل ہے ؎

اور زمین کے وے سب رہنے والے جنکے نام برہ کے دفتر حیات (ابدی یعنی نجات) میں جو بنائے عالم سے قتل ہوا ہے نہیں لکھے گئے اُس (درندہ جانور) کی پوجا کرینگے ؎

اس آیت میں ایک برہ کا تذکرہ ہے جو بنائے عالم سے قتل ہوا ہے اور ایک اُس کے دفتر حیات کا اور دو گروہوں کا تذکرہ ہے جس میں سے ایک وہ ہے جنکے نام برہ کے دفتر حیات میں لکھے گئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ایک اور گروہ ہے جنکے نام برہ کے دفتر حیات میں لکھے گئے ہیں اور جنکے نام برہ کے دفتر حیات میں نہیں لکھے گئے وہ درندہ جانور کی پوجا کرینگے ؎

پس اس آیت میں چار باتوں کا تذکرہ ہے۔

نمبر ۱ برہ جو بنائے عالم سے قتل ہوا ہے۔

نمبر ۲ اُس (برے) کا دفتر حیات۔

نمبر ۳ ایک گروہ جو درندہ جانور کی پوجا کریگا اور کثرت سے ہوگا جسکے واسطے زمین کے سب رہنے والے کہا گیا ہے مگر ان کے لئے تخصیص کر دی گئی ہے کہ انکا نام

برہ کے دفتر حیات سے خارج رہے گا اور اُس دفتر میں نہیں لکھا گیا ؛

نمبر ۴ ایک گروہ جس کا نام برہ کے دفتر حیات میں لکھا گیا ہے ؛

ان چاروں کا مختصر مطلب اول لکھتا ہوں تاکہ ناظرین کے ذہن میں آجائے بعد کو مفصل لکھوں گا ؛

نمبر ۱ برہ سے مراد امام حسینؑ علیہ السلام ہیں جن کا قتل ہونا ابتدائے خلقت عالم ہی میں مشیت ایزدی میں اس طرح گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آچکا ہے کہ بعض افراد امت محمدی امام حسینؑ کو قتل کرینگے اور خداوند تعالیٰ اُن کی دست درازی اس لئے نہ روکے گا کہ منافقین کا نفاق اور اُن کی بے ایمانی ثابت اور اُن کے اجماع خلافت کی غلطی اظہر من الشمس ہو جائے ۔ امام حسینؑ کی ثابت قدمی اور صبر کامل اور امامت ثابت ہو جائے برہ کے حالات و شہادت کا امام حسینؑ پر پورا صادق آنا السعید الغبر کی کتاب کے باب ۳۵ کی شرح میں دیکھو جو آیندہ لکھی جائے گی ۔

دیکھو صفحہ ۸۵ الغایۃ ۲۰۹

نمبر ۲ "برے کا دفتر حیات" دفتر حیات سے وہ فہرست مراد ہے جس میں اُن لوگوں کے نام تحریر ہیں جو نجات پانے والے ہیں یعنی حیات ابدی پائیں گے جس سے ظاہر ہے کہ جن کی نسبت لکھا گیا ہے کہ حیات کے دفتر میں اُن کے نام لکھے جائینگے وہ جنتی اور دفتر سے مراد جنتیوں کی فہرست ہے ۔ اور دفتر حیات کو برے (امام حسینؑ) کیطرف منسوب کرنے سے ظاہر ہے کہ نجات امام حسینؑ علیہ السلام کی پیروی میں منحصر ہے جب ہی تو امام حسینؑ کا دفتر کہا گیا ۔ اسکی نسبت ایک اور بات کہی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ حضرت علیؑ امام حسنؑ کی تعلیمات حقہ بوجہ درندہ جانور کے غلبہ کے غارت ہونیکے قریب ہوگئی تھی اُن تعلیمات کو امام حسینؑ نے شہادت کو قبول کرکے اور درندہ جانور کے غلبہ کو شیطانی غلبہ ثابت کرکے پھر اُن تعلیمات حقہ کو ہمیشہ کیلئے قایم کر دیا اسوجہ سے بھی اس دفتر حیات کو امام حسینؑ سے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضرت ازسر نو باعث نجات امت ہوئے ہیں ؛

پس وہ گروہ جو تذکرہ و عزاداری امام حسین (برّہ) کو حرام جانتا ہے اُسکا نام برّہ (امام حسین) کے دفتر حیات (ابدی) میں کیسے درج ہو سکتا بلکہ جنکے نام برّہ (امام حسین) کے دفتر حیات میں لکھے ہوئے ہین وہ وہ گروہ ہے جو ائمہ اہلبیت کی امامت کے معتقد اور اُنکے پیرو اور امام حسین کی عزاداری کے پابند ہین اور وہ درندہ جانور کو نہ امامت کے قابل جانتے ہیں نہ اُن کے بتائے ہوئے عقائد و اعمال کی پیروی کرتے ہیں بلکہ وہ اُن عقائد و اعمال کے پیرو ہین جو اہلبیت رسالت نے بتلائے ہین اور یہ گروہ بموجب اس حدیث کے کہ میری اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اُسمیں سوار ہوا نجات یافتہ ہوا جو اس سے جدا ہو گیا وہ گمراہ ہو گیا جنکی نسبت پیشین گوئی میں (بوجہ پیروی درندہ جانور یعنے بادشاہان مذکور کو امام ماننے کے) وجہ سے درج ہے کہ حیات (ابدی نجات) کے دفتر مین اُسکا نام درج نہیں ہے یعنی جہنمی ہے دیکھو حدیث ۷۲ فرقہ جہنمی ایک جنتی وہ گروہ ہے جو درندہ جانور (خلفار ثلثہ و بادشاہان مابعد یعنے ۱۸ بادشاہان متذکرہ سابق) کی پوجا کرینگے یعنی پیروی اختیار کرینگے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اُنکے نام برہ کے دفتر حیات مین نہین لکھی گئی۔

یہ گروہ ایسا ہے جسکا نام برّہ (امام حسین) کے دفتر حیات مین لکھا گیا ہے یعنی وہ گروہ نجات یافتہ ہے جو امام حسین (برہ) معہ گیارہ امام کی امامت کا قابل ہے کیونکہ شرح باب ۵۳ یشعیا مین تحریر ہے کہ بارہوان امام (جسکی عمر دراز ہو گی) برّہ کی نسل سے ہوگا دیکھو صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳ اس مضمون سے یہ بھی بلا اشتباہ ظاہر ہے کہ برّہ اور درندہ جانور کی تعلیمات میں اختلاف عظیم ہے اور درندہ جانور کی پیروون کا یہ خیال کہ دونو کی تعلیم متفق اور دونو باہم شیر و شکر تھے یہ اُنکا خیال بالکل غلط ہے اس خیال کو اُنکے علمار ظاہر کر کر بچاری بے علم اہل سنت کو بہکا دیتے ہین کہ اہلبیت اور خلفار ثلثہ وغیرہ متفق تھے اُن مین کچھ اختلاف نہ تھا۔ اختلاف کا ہونا رافضی (شیعہ) کہتے ہیں تم اُنکی بات مت سنو وہ غلط کہتے ہیں۔ بلکہ دونو متفق تھے اُن کے اس گمراہ کنندہ قول کو غلط کرنے کو اور بچاری کم علم لوگون یا بے علمون کی ہدایت

کے لئے ہادی برحق نے اس پیشین گوئی میں ظاہر کر دیا کہ دونوں کی تعلیمات یکسان نہیں ہین نہ وہ متفق اور شیر شکر تھے اسیوجہ سے پیشین گوئی مین یہ ظاہر کیا ہے کہ جو لوگ درندہ جانور کی پوجا کرینگے یعنی اُنکے بتلائے ہوئے عقائد مانینگے اور اُن کے بتلائے ہوئے احکام پر چلینگے اُن کے نام برہ (امام حسین) کے دفتر حیات مین نہین لکھی گئی جس کی وجہ صریحاً یہ ہے کہ برہ کی تعلیم عقائد و اعمال کے خلاف اُنہون نے عقیدہ و افعال اختیار کرلئے ہین اور جبکہ اُنہون نے برہ کی تعلیم کے خلاف عقائد کرلئے ہین تو اُسکے دفتر مین اُن کا نام کیسے درج ہو سکتے ہین اور اگر دونو کی تعلیمات ایک ہوتین تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن کے نام برہ کے دفتر حیات مین نہ لکھے جاتے اور اُس سے خارج رہتے وہ تعلیمات عقائد و افعال کا اختلاف ہی ہے جسنے اُن کے نام برہ کے دفتر حیات سے خارج کرائے۔

مضمون بالا مین جو بیان ہوا ہے کہ ایک گروہ کا نام برہ کی دفتر حیات (ابدی یعنی نجات) مین نہیں لکھا گیا جو درندہ جانور کے احکام کی پیروی کریگا۔

اب اس گروہ کی تلاش کرنی چاہیے کہ مسلمانون مین وہ کونسا گروہ ہے جو درندہ جانور کی احکام کی پیروی کرتا ہے جسکے نتیجہ مین اُسکا نام برہ کے دفتر حیات (ابدی یعنی نجات) سے خارج ہوا۔

سابق مین ثابت ہوچکا ہے کہ درندہ جانور سے اٹھارہ بادشاہون کا سلسلہ مراد ہے جنکا آٹھوان عبدالملک بن مروان بن حکم ہے جسکے نام کا عدد مع باپ و دادا کے ۶۶۶ ہین اور عبدالملک سے پہلے سات بادشاہ جنکی اول حضرت ابوبکر اور ساتوان مروان ہے جسکی حکومت تھوڑی یعنی ۹ یا ۱۰ ماہ ہوئے ہے اور دس وہ بادشاہ ہین جو عبدالملک کے بعد ہوئے جنکا آخری مروان حمار ہے جو مروانیون کا آخری بادشاہ تھا جس کے بعد عباسیونکی سلطنت شروع ہوئی۔

بس اس گروہ سے وہ سب مسلمان مراد ہوئے جو درندہ جانور کی احکام کی پیروی کرتے ہین اور درندہ

جانور سے مراد بادشاہ ہیں پس جو گروہ زندہ جانور کا تابع ہے وہ بادشاہوں کا تابع ہے اور بادشاہوں کو ہی خلیفۂ رسول اور امام و پیشوا اور لائق پیروی جانتا ہے۔ اور وہ فرقہ اہل سنت وجماعت ہے؎

جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا کے مقصد اول صفحہ ۵۶ سطر ۱۳ و ۲۰ و ۲۱ میں جہاں خلافت و امامت کے معنی کئے ہیں تحریر کیا ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک خلافت و امامت مرادف یعنی دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور اسکی صراحت اسطرح کی ہے کہ فرقہ امامیہ زین العابدینؑ و محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ کی امامت کے قائل ہیں حالانکہ وہ بادشاہ نہیں ہوئے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک جو بادشاہ نہیں وہ امام بھی نہیں؎

جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ اہل سنت وجماعت بادشاہ ہی کو امام جانتے ہیں اور بادشاہ کے ہی بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرتے ہیں (جنکے احکام پر عمل کرنا شاہ ولی اللہ نے اہلسنت کے لئے ضروری قرار دیا ہے اور اُن کا یہ قول اس بحث کے بعد لکھا جائے گا) اور یہ وجہ ہے اُن کے نزدیک امام وہی ہوتا ہے جو بادشاہ ہو۔ فرقہ امامیہ پر بطور اعتراض ذکر بیوقوفی امامیہ تحریر کیا ہے کہ وہ زین العابدینؑ وغیرہ کو امام جانتے ہیں۔ حالانکہ وہ بادشاہ نہیں ہوئے اور اُس فرقہ امامیہ کی بیوقوفی یہ ہے کہ اہل سنت کے خلاف وہ اُن لوگوں کو امام جانتے ہیں جو بادشاہ نہیں ہوئے تھا

اب تو یقیناً کسی کو شک نہیں رہ سکتا کہ وہ گروہ جو زندہ کی پوجا کرنیوالا ہے یعنی بادشاہوں کو امام

ابوحنیفہ و مالک اور شافعی و احمد ابن حنبل کو جو امام کہا جاتا ہے وہ بمعنی مجتہد ہے نہ امام المسلمین کے معنی میں چنانچہ اہلسنت کو اختیار ہے کہ ان چاروں میں سے جس کی چاہے پیروی کرے جس سے ظاہر ہے کہ وہ امام المسلمین نہیں ہیں کیونکہ امام المسلمین کی اطاعت سب پر فرض ہے اور ابوحنیفہ وغیرہ میں سے ایک کی پیروی۔ یہاں شاہ ولی اللہ خلیفۂ رسول و امام المسلمین کی بحث کر رہے ہیں ۱۲ مصنف

جانتا ہے وہ اہل سنت وجماعت ہے +

اور سابق میں ثابت ہو چکا ہے کہ جو گروہ درندہ جانور گے بادشاہوں کے احکام کی پیروی کرتا ہے وہ درندہ جانور کا پوجا کرنے والا ہے اور اس وجہ سے کہ درندہ کو اقتدار اور تخت اور بڑا اختیار ابلیس نے دیا ہے تو وہ درندہ ابلیس کا بھی پوجنے والا ہے اور ازالۃ الخفا کی تحریر کے موافق اہل سنت بادشاہ ہی کو امام جانتے ہیں لہٰذا اُن کے پوجنے والے ہوئے جیسا کہ پیشین گوئی کے اس ٹکڑے میں مذکور ہے کہ وہ اُس (درندہ جانور) کی پوجا کریں گے یعنی اُن بادشاہوں کے بتلائے ہوئے احکام دینی کی پیروی کرینگے - حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ اگر قرآن اور اہل بیت کی جو حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے پیروی کروگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے مگر اس حکم کو خلیفہ اجماعی کے سامنے کون سنتا ہے +

اب وہ قول شاہ ولی اللہ کا مندرجۂ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۱۱۹ سطر ۱۵ و ۱۶ لکھتا ہوں جس میں موصوف نے خلیفۂ وقت کی پیروی کو لازمی اور ضروری قرار دیا ہے - اور وہ قول یہ ہے +

"واین نیز معلوم بالقطع است کہ اگر در فیصل مجتہد فیہ حکم خلیفہ را قبول نہ کنند و ہر یکے برائے خود در رود حکم خلافت مضبوط نہ گردد و مصلحت اقامت خلافت متحقق نہ گردد"

ترجمہ :- اور یہ بھی قطعی معلوم ہے کہ اگر فیصلہ مجتہد فیہ میں خلیفہ کے حکم کو قبول نہ کیا جاوے اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق عمل کرے تو خلافت کا حکم مضبوط نہ ہوگا اور خلافت کے قائم کرنے کی یعنی خلیفہ قائم کرنے کی مصلحت پوری نہ ہو سکے گی +

شاہ ولی اللہ صاحب کے اس قول سے (جس کو قطعی لکھا ہے) جو مطالب و نتائج ظاہر ہوتے وہ ذیل میں عرض کرتا ہوں :-

سب باتوں سے مقدم ہر مسلمان کو اپنے قلب کی تہہ میں یہ امر ہر وقت قائم رکھنا چاہئے
کہ اصل دین قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلعم ہیں - اور خلیفۂ رسول اللہ کا کام
صرف انہیں احکام کا قایم رکھنا ہے جس کے واسطے اُس کا معصوم ہونا اور عالم قرآن
واحادیث ہونا ضروری ہے - جس کی وجہ سے احکام خداوندی کو قایم رکھ سکے اور
یہی مصلحت خلیفہ کے قایم ہونے کی ہے ورنہ اگر خلیفہ جاہل اور غیر معصوم ہوا تو وہ
بوجہ اپنی جہالت کے اور بوجہ غیر معصوم ہونے کے اپنی جہالت ونفسانیت سے خلاف
حکم قرآن احکام صادر کرے گا اور یہ امر خلیفہ قایم ہونے کی مصلحت کے خلاف ہے ؛
اور بیشک ایسے خلفا کے احکام کا ماننا ضروری ہے جو قرآن وحدیث کے عالم اور
عامل ہوں جو سوائے آئمہ اہل بیت کوئی نہیں ؛

اب ملاحظہ فرمائیے کہ اہل سنت وجماعت نے ایک طرف تو ایسے خلیفہ مقرر کئے جو
قرآن واحادیث رسول سے ناواقف تھے جس کی وجہ سے ان سے اکثر احکام خلاف
حکم قرآن صادر ہوتے تھے جو اس سے ظاہر ہے کہ اکثر احکام غلط کو اگر موقع ملتا تھا تو
حضرت علیؑ درست کر دیتے تھے جس کے بابت حضرت عمر لولا علی لہلک عمر کہتے تھے
یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر (بوجہ غلط وخلاف حکم خدا حکم صادر کرنے کے) ہلاک ہو جاتا ؛ اور
پھر اس پر یہ اصرار ہے کہ خلیفہ کا حکم ماننا ضروری ہے ورنہ خلیفہ کا حکم مضبوط نہ ہوگا اور خلیفہ
قایم کرنے کی مصلحت پوری نہ ہوگی ؛

اس کا صریح یہ مطلب ہوا کہ ہم ایسا جاہل بلکہ چاہے فاسق وفاجر خلیفہ مقرر کرینگے
جو صریح احکام خدا کے خلاف حکم کرے اور فسق وفجور میں مبتلا ہو مگر اُس کا حکم ماننا ضروری
ہے کیونکہ خلیفہ کا حکم مضبوط نہ ہوگا - تو صاف یہی کیوں نہیں کہتے کہ ہمارے نزدیک تو خلیفہ
قایم کرنے کی یہی مصلحت ہے کہ چاہے احکام اسلام میں تغیر وتبدل ہو جائے اور
اسلام خاک میں مل جائے مگر خلیفہ کے حکم سے باہر نہ ہونا چاہئے

وہ بوجہ اپنی جہالت و فاسق ہونے کے خلاف اسلام ہی حکم صادر کرتا ہو؟

افسوس تو اسی کا ہے کہ اگر خلفائے ثلثہ نے بادشاہت کی طمع مین اصل نائب و وصی رسول کو (جو عالم علم قرآن و احادیث تھے جنکی شان مین رسول اللہ نے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا (مین علم عطا کردہ خداوند تعالیٰ کا شہر ہون اور علی اُس کا دروازہ ہے) فرمایا ہے) مسلمانون کی حکومت پر قابض نہ ہونے دیا تو خیر اس سے اسلام کو چندان ضرر منصور نہ تھا اگر حضرت علی و اہلبیت رسول کو تعلیم دینیات و عقائد مین پیشوا بنا رہنے دیتے ::

قیامت تو یہی ہوئی کہ طمع بادشاہت مین بادشاہت بھی غصب کی اور باوجود لاعلمی احکام اسلام سے واقف ہونے کے دینی پیشوا بھی بن بیٹھے اور پھر یہ اصرار کہ احکام وعقائد اسلام وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہین اور ہمارے احکام کے خلاف کسی مسلمان کو عمل کرنا جائز نہین جس سے خوب واضح ہے کہ صرف بادشاہت کا ہی لینا منظور نہ تھا بلکہ احکام و تعلیمات اسلام کو برباد کرنا بھی منظور تھا ::

ایسے جاہل اور فاسق و فاجر خلیفہ مقرر کرنے کا اور اُس کو خلیفہ برحق قرار دینے کا اور پھر اُس کے احکام کے قبول کرنے کو (چاہے خلاف قرآن ہون) لازمی قرار دینے ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب یزید بن معاویہ (بموجب اصول اہل سنت کہ استخلاف اور غلبہ پا جانے سے خلیفہ برحق ہو جاتا ہے) خلیفہ برحق قرار دیا گیا جو صریح فاسق و فاجر و ملحد تھا - تو جب وہ خلیفہ برحق ہوا تو جو اُس کے احکام ہونگے وہ بقول شاہ ولی اللہ واجب العمل ہونگے - اور مسلمانون کو اُس کے احکام کی تعمیل ضروری اور لازمی ہے ورنہ خلیفہ کے تقرر کی مصلحت پوری نہ ہوگی اسی بدعتی قاعدہ کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے اطاعت اور بیعت یزید قبول نہ فرمائی ::

کیونکہ اگر بیعت کرتے ہیں تو اُس کی اطاعت خلاف احکام اسلام ماننا ضروری ہے اور
اُسکے احکام برباد کنندہ و بیخ کن اسلام ہیں تو بیعت کا صریح مطلب یہ ہوتا کہ اسلام
کی بیخ کنی منظور کی گئی ۔
لہذا امام حسین علیہ السلام نے بیعت قبول نہ کی اور اسلام کے قایم رکھنے کے واسطے
شہادت قبول کی ۔
ہائے افسوس یہ لوگ جو اسلام کے قایم رکھنے کے لیے اپنی اور اپنی ہمراہیان
کی جانیں نذر دیتے ہیں پیشوائے اسلام نہ مانے گیے اور فاسق و فاجر اور جاہل بلکہ
مخرب احکام اسلام خلیفۂ رسول مانے گئے خدا اسلام کی جانب سے اُنکو سزا دے ۔
اب ملاحظہ کیجیے قول امام شافعی کا جو شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا مقصد اول
صفحہ ۱۱۹ سطر ۱۷ و ۱۸ میں نقل کیا ہے اور وہ عبارت بعد اُس عبارت کے تحریر فرمائی
ہے جو اوپر مذکور ہوئی جسکا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ کا حکم ماننا ضروری ہے اور وہ عبارت
اُسی عبارتِ سابق کے نتیجہ کے طور پر لکھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں :
"بملاحظہ ہمیں مراتب امام شافعی گفتہ" یعنی اُسی قاعدہ کی بنا پر کہ خلیفہ کا حکم
ماننا ضروری ہے امام شافعی نے کہا ہے "وَاِذَا رَجَعْنَا اِلَی التَّقْلِیْدِ فَقَوْلُ الْاَئِمَّۃِ
اِلٰی بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَقَالَ فِی الْقَدِیْمِ وَعَلِیٌّ اَحَبُّ اِلَیْنَا" ترجمہ جس وقت
ہم تقلید کریں گے تو ابوبکر و عمر و عثمان (تینوں خلیفہ) کے اقوال کی پیروی کرینگے ۔ اگرچہ
حضرت علیؑ کے احکام مجکو زیادہ محبوب اور پسند ہیں ۔"
اِس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "و توقف در قول مرتضٰے بمذہب
جدید از جہت عدم تمکین است و عدم اجتماع اُمت بر قول او" ترجمہ اور مرتضٰے ؑ
(یعنی حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ کوئی لفظ تعظیمی مثل "حضرت" وغیرہ کے نہیں لکھا) کے اقوال
اور احکام کے قبول کرنے میں اِس لیے توقف ہے (صرف توقف ہی نہیں بلکہ صاف انکار ہے)

کہ اُن کی پیروی سے مذہب جدید ہو جائیگا۔ اس لیے کہ اُن کے بتائے ہوے احکام کا رواج نہیں ہوا نہ اُمت (وہی اہل سُنت وجماعت) نے جنکے احکام پر اجماع کیا۔ جو (اجماع اُمت ہونا) منجملہ دلائل موثرہ کے ایک عمدہ دلیل ہے۔"

یہ کیوں نہیں کہتے کہ اُن کے احکام سے قصداً روگردانی کی گئی ہے کیونکہ وہ محمد کی تعلیم کے مطابق ہیں۔ مگر ہم تو خلفاے ثلثہ کے بتلاے ہوے احکام کی پیروی چھوڑنی لگے ہیں جو تعلیم رسول کے خلاف جاری ہوئے ہیں۔ تو علانیہ بات ہے کہ حضرت علی کے احکام کی پیروی بیشک مذہب جدید کی پیروی ہوگی +

افسوس! حضرت علیؑ کے احکام جو بجنسہ رسول کے احکام ہیں اُن کا نام جدید رکھا گیا اور رسول کے احکام کے خلاف جو نئے احکام خلفاے ثلثہ نے جاری کیے اُن کو جدید نہیں کہا جاتا۔ اور یہ جو فقرہ لکھا ہے کہ اُمت کا اجماع نہ ہونا ایک عمدہ دلیل حضرت علیؑ کے احکام نہ ماننے کے لیے ہے جن کا ماننا مذہب جدید ہو جائیگا یعنی خلفاے ثلثہ کی احکام کی پیروی چھوڑنی پڑیگی جن کا رواج اہل سُنت وجماعت میں ہو چکا ہے +

اس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس کو سنتِ رسول اللہ سُنتِ رسول اللہ کا رہے ہیں وہ سُنتِ خلفاے ثلثہ ہے نہ سُنتِ رسول اللہ۔ کیونکہ سُنتِ رسول اللہ تو وہی ہے جو حضرت علیؑ نے بتلاے ہیں +

اس اجماعِ امت کے نہ ہونے کی دلیل کو (چاہے حق کے خلاف اجماع ہو گیا ہو۔ ایک عمدہ دلیل حق کے نہ قبول کرنے کی قرار دینے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو ذیل کی مثال سے واضح ہوگا:۔

حضرت عیسے علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے کچھ عرصہ کے بعد جب یہ عقیدہ کرلیا کہ حضرت عیسےؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ اس پر اجماعِ اُمت ہو گیا۔ اب جناب رسولِ خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ عقیدہ غلط ہے اور حضرت عیسے خدا کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول

تھی تو شاہ ولی اللہ کے قاعدہ کے مطابق رسول اللہ کی تعلیم کو قبول نہ کرنا چاہئے
کیونکہ اجتماع امت کے خلاف ہے اور اس کے ماننے سے مذہب جدید ہو جائیگا ؀
صاحب عقل تو اس دلیل کو ردی سے بھی زیادہ بدتر جگہ پھینکدے گا۔ البتہ بیعقل
اس دلیل کو عمدہ دلیل سمجھے گا جیسا کہ اہل سنت کو شاہ ولی اللہ نے سمجھا دیا ہے ؀

پس معلوم ہوا کہ جو احکام دینی اہل سنت و جماعت میں رائج ہیں وہ بادشاہوں
(ابوبکر عمر عثمان) کے جاری کیے ہوئے ہیں اور یہی مطلب پیشین گوئی کے اس فقرہ کا ہے
زمین (اسلام) کے سب رہنے والے اس جانور کی پوجا کرینگے، جنکے نام برّے کے
دفتر حیات میں نہیں لکھے گئے۔ چنانچہ دیکھ لو وہ انہی احکام کی پیروی کرتے ہیں جو
بادشاہوں (خلفائے ثلثہ) نے جاری کیے ہیں ؀

امام شافعی کے اس قول سے کہ ابوبکر و عمر و عثمان کی پیروی کرینگے اور شاہ ولی اللہ
کے اس قول سے کہ حضرت علیؑ کے احکام کی اگر پیروی کی جائے تو مذہب جدید ہوگا یہ بھی
ظاہر ہوا کہ خلفائے ثلثہ اور حضرت علیؑ کے احکام میں اختلاف ہے ورنہ اگر اختلاف نہ ہوتا
تو حضرت علیؑ کے احکام کی پیروی کو مذہب جدید نہ کہا جاتا کیونکہ خلفائے ثلثہ اور حضرت
علیؑ کے احکام (اختلاف نہ ہونے کی صورت میں) ایک ہی ہوتے ؀

پس ثابت ہو گیا کہ احکام خلفائے ثلثہ ہیں کہ پیروی اہل سنت کر رہے ہیں حق نہیں
کیونکہ ان کے احکام اور حضرت علیؑ کے احکام میں اختلاف ہے۔ اور رسول اللہ
فرما چکے ہیں کہ "حق علیؑ کے ساتھ ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ "میں تم میں قرآن اور اہلبیت
چھوڑتا ہوں اگر تم ان کی پیروی کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے"۔ پس دیکھ لو کہ اہل سنت
و جماعت نے اہلبیت رسولؐ کی پیروی چھوڑ کر ان احکام کی پیروی اختیار کر لی جو
درندہ جانور قایم مقام ابلیس کے جاری کردہ ہیں جو مخالف ان احکام کے ہیں جو حضرت علیؑ کے
نکالے ہوئے ہیں اور اسیوجہ سے انکے نام برّہ (امام حسینؑ) کے دفتر حیات (نجات ابدی)

میں نہیں لکھی گئی تھا اور کیون اُن کے نام بڑے (امام حسینؑ) کے دفتر حیات مین لکھا جاتا جبکہ وہ امام حسینؑ کے تذکرہ شہادت کو حرام بتاتے ہین اور عزاداری امام حسینؑ سے منع کرتے ہین - اِس لئے کہ اُس سے درندہ جانور کے ظلم جو اُس نے اہلبیت رسالت پر کیے ہین طشت از بام ہوئے جاتے ہین :*:

خلاصہ یہ ہوا کہ سب مسلمان اُس {جانور ۸ بادشاہ} کی پوجا کرین گے یعنی ان کے احکام کی پیروی کرین مگر یہ سب وہی ہیں جن کے نام بڑے کے دفتر حیات یعنی فہرست محبان و پیروان اہلبیت مین درج نہین ہوئے :*:

خلاصہ یہ کہ مسلمانون کے دو گروہ ہو گئے ایک وہ جو درندہ جانور کی پیروی کریگا اور اس کا نام بڑے کے دفتر حیات میں نہین لکھا گیا - دوسرا وہ گروہ جسکا نام بڑے کے دفتر حیات مین لکھا گیا جو پیروان و عزاداران امام حسینؑ و بقیہ اہلبیت ائمہ ہیں - اور یہی گروہ وہ ایک فرقہ منجملہ ۷۳ فرقہ امت محمدی کے ہے جو بوجہ سوار ہونے کشتی اہلبیت کے ناجی ہے - اور باقی کشتی اہلبیت سے جدا رہنے کی وجہ سے گمراہ ہین اور یہی مضمون اس پیشین گوئی سے ظاہر ہے کہ جو لوگ جانور کی پیروی کرین گے اُن کے نام بڑے کے دفتر حیات مین درج نہین ہوئے - یعنی نجات سے محروم ہے :*:

اب ذرا تفصیل سے بڑے کا حال لکھتا ہون جس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بنائے عالم سے قتل ہوا ہے :*:

یہ تو لکھا جا چکا کہ امام حسینؑ کو منافقین امت محمدیؐ کے پیرو بظلم شدید قتل کرینگے قریب زمانہ ہوا کہ ایک شخص مرزا حیرت دہلوی نے جب غور کیا کہ شہادت امام حسینؑ کا خلفاء ثلثہ پر سے الزام کسی طرح رفع نہین ہوتا - تو اُس نے یہ مسلک اختیار کیا کہ امام حسینؑ کربلا مین قتل ہی نہین ہوئے :*:

اب صاحبانِ انصاف کو غور کرنا چاہیے کہ بترے کے حالات جو یسعیاہ پیغمبر کی کتاب کے باب ۵۳ میں درج ہیں جن کو اوّل پڑھ لینا چاہیے جو آئندہ لکھے گئے ہیں اُس پر غور کر کے خیال کریں کہ اُس بترے سے امام حسینؑ کے سوائے کیا کوئی اور مراد ہو سکتا ہے؟ جسکی نسبت لکھا ہے کہ وہ قتل ہوگا ÷

بھلا اس کے قتل کی پیشین گوئی موجود ہوتے ہوئے کوئی جواب میں کہہ سکتا ہے کہ وہ قتل نہیں ہوئے اور واقعۂ کربلا بالکل غلط ہے؟ علاوہ اسکے رسول اللہ نے امام حسینؑ کے شہید ہونے کی اکثر موقعوں پر خبریں دی ہیں ÷

افسوس کہ مرزا حیرت نے امام حسینؑ کی شہادت کے وقوع سے انکار کیا ہے۔ اگر مرزا حیرت کے نزدیک کل راویان شہادت امام حسینؑ اور کل مورخ (اہلِ سُنّت و شیعہ) جنھوں نے اپنی تاریخوں میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعۂ کربلا کو درج کیا ہے سب جھوٹے اور کاذب ہیں تو کیا اُن کا قابو مکاشفاتِ یوحنا میں بھی چل گیا جو اسلام سے بہت عرصہ یعنی ۶۰۰ سو برس پیشتر کی کتاب ہے اور اُس میں درج کردیا کہ بترہ بنائے عالم سے قتل ہوا ہے یعنی قتل ہونے والا ہے جس سے سوائے امام حسینؑ کے کوئی اور شخص مُراد نہیں ہو سکتا۔ دیکھو کتاب یسعیاہ پیغمبر کا باب ۵۳ صفحۂ کتاب ہذا

مرزا حیرت کے ہمخیال لوگو اب بھی درندہ جانور کی پیروی اچھوڑ دو جس کی وجہ سے تم کو امام حسینؑ کی شہادت سے انکار کرنا ضروری ہوگیا۔ اور اپنا نام بترے کے دفترِ حیات میں لکھالو۔ یعنی پیروان و عزاداران حسین مظلوم میں داخل ہو جاؤ ÷

قرآن مجید میں بھی ان دونوں گروہوں کا ذکر پارہ ۲۳ رکوع ۱۴ میں درج ہے جہاں خداوند تعالےٰ نے شیطان کو مردود و ملعون کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے اور پھر شیطان کا قول بیان کیا اور اُسکے قول کے بعد اپنا حکم سُنایا ہے اور وہ آیات یہ ہیں:۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ

بعزتك لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين قال فالحق والحق اقول لاملئن جهنم منك وممن تبعك منهم اجمعين۔

ترجمہ (شیطان کی طرف خطاب کرکر) خدا نے فرمایا کہ تو مردود ہے اور تیرے اوپر قیامت تک میری لعنت ہے (اس کے بعد کی تین آیتوں کا ترجمہ نہیں کیا گیا جن میں شیطان کا مہلت مانگنا اور خداوند تعالے کا اُس کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دینا درج ہے) پھر شیطان نے کہا کہ تیرے (خدا کی) عزت کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ میں اُن سب کو اغوا کرونگا سوائے اُن لوگوں کے جو اُن میں تیرے خالص بندے ہیں اسپر خداوند تعالی نے فرمایا کہ میں حق کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور اُن سب سے جو اُن میں سے تیری پیروی کریں گے جہنم کو بھر دونگا ان آیات سے ظاہر ہے کہ شیطان سب کو اغوا کریگا سوائے خدا کے خالص بندوں کے جن کو وہ گمراہ نہ کرسکے گا جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو اہلبیت کی پیروی کریگا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا بعد اس کے خداوند تعالے نے حکم اخیر سنایا کہ اُن میں سے جو تیری پیروی کریگا وہ داخل جہنم ہوگا۔ اور سابق میں پیشین گوئی کی شرح کرتے ہوئے نہایت صاف طور پر ثابت کر دیا گیا کہ جو درندہ جانور (سلسلہ بادشاہان) کو امام و پیشوا جانتا ہے اور اُس کے احکام کی پیروی کرتا ہے وہ ابلیس کا بھی پیروی کرنیوالا ہے کیونکہ جانور مذکور کو ابلیس نے ہی اختیار دیا ہے اس لئے ابلیس کا قائمقام ہے۔ اور یہی مضمون آیات مذکورۂ بالا میں درج ہے کہ جو کوئی تیرے (ابلیس کی) پیروی کریگا داخل جہنم ہوگا۔

اب کتاب لیسعیا پیغمبر کی باب ۵۳ کی شرح لکھتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ برہ سے جو بنائے عالم سے قتل ہوا یعنی قتل ہونے والا ہے سوائے امام حسین کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا۔

شرح باب ۵۳ کتاب لیشعیا پیغمبر

جن اشخاص پر پیشین گوئی مندرجہ باب ۵۳ لیشعیا صادق آسکتی ہے وہ صرف دو شخص کہے

جاتے ہین۔ ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام جن کو عیسائی حضرات اس پیشین گوئی کا مصداق بتلاتے ہین۔ دوسرے امام حسین علیہ السلام جن کو اہل اسلام اس پیشین گوئی کا مصداق بتلاتے ہین اب پیشین گوئی کی پوری نقل کرکے اور ہر ایک آیت کا مطلب ظاہر کرکے دکھایا جاتا ہے کہ پیشین گوئی مذکور کا مضمون کس پر صادق آسکتا ہے اور کس پر صادق نہیں آسکتا +

نقل باب ۵۳ کتاب یشعیا پیغمبر

آیت نمبر ۱ – ہمارے پیغام پر کون اعتقاد لایا اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا یہ مضمون دونون حضرات (حضرت عیسےٰ مسیح اور امام حسین ع) پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ دونون حضرات خداوند تعالی کے پیغام پر ایمان کامل رکھتے اور خدا کا ہاتھ بھی دونون پر ظاہر ہوا کیونکہ حضرت عیسےٰ آسمان پر بلائے گئے اور اُن کے مخالفین یہودی ہمیشہ کو ملعون قرار دئے گئے اور امام حسین ع پر خدا کا ہاتھ اس طرح ظاہر ہوا کہ امام حسین ع کی شہادت کی وجہ سے اُن کا اعزاز دنیا میں جیسا ظاہر ہے ویسا دنیا میں کسی کا نام نہیں ہوا۔ اور اُن کے مخالف یزید کو ایک جہان مردود و ملعون کہہ رہا ہے ۞

اور خدا کے پیغام پر اعتقاد لانا اُن لوگون پر بھی صادق آتا ہے جو اُس شخص مقدس پر ایمان لاتے ہیں جس کا ذکر اس پیشین گوئی مین ہے یعنی وہ لوگ خدا کے اُس پیغام پر ایمان لاتے ہیں جو خدا نے اِس باب ۵۳ میں کسی شخص معین کے مصائب اور اُن مصائب پر اُنکا صبر کرنا اور اُن مصائب کی وجہ سے اُس کے فضائل بیان کئے ہیں اور وہ گروہ فرقہ شیعہ ہے نہ اہل سنت و جماعت کیونکہ وہ تذکرۂ شہادت حسین مظلوم کرنا اور سُننا حرام جانتے ہیں پھر وہ اس پیغام خداوندی پر ایمان لانے والے کیسے ہو سکتے ہین؟

آیت نمبر ۲ – ۲ وہ اُس کے آگے کوپل کی طرح پھوٹ نکلا ہے (انگریزی مین "نکلیگا") اور اُس جڑ کی مانند جو خشک زمین سے پھیلتی ہو (یعنے خشک زمین سے . . . .

پھوٹے اور پیدا ہو ؛

اِن دونوں آیتوں میں اُس کی پیدائش اور اُسکی ماں کا ذکر مع نام کے ہے اُسکی ماں کو خشک زمین اس لئے کہا گیا کہ امام حسین علیہ السّلام کی پیدائش کی بار حضرت فاطمہ زہرا کے دودھ نہ تھا یا بہت کم تھا۔ اِس لئے امام حسین علیہ السّلام نے رسول اللہ کے لعابِ دہن سے پرورش پائی تھی۔ اِس طرح کہ رسول اللہ اپنی زبان امام حسینؑ کے مُنھ مین دیدیتے تھے اور امام حسینؑ اُسی سے شکم سیر ہو جاتے تھے۔ اور امام حسینؑ کا خون رسول اللہؐ کا خون تھا۔ اور چونکہ امام حسینؑ اپنی ماں کے دودھ سے جدا ہو گئی تھی لہٰذا اُنکی ماں کا نام فاطمہ ہوا کیونکہ فاطم اُس ناقہ کو کہتے ہیں جس سے اُس کا بچہ جدا کر لیا گیا ہو ؛

اِس آیت کے مضمون سے جو مؤلف نے حضرت فاطمہؑ کا نام پیدا کیا ہے یہ صرف میری ایجاد نہین ہے بلکہ زمانۂ سابق کے عالمان یہود و نصاریٰ بھی ایسا ہی خیال کرتے تھے جس کا ثبوت واقعۂ مندرجۂ ذیل سے ہوتا ہے :۔

چنانچہ امام حسینؑ کی شہادت کے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں اُن مین ایک یہ واقعہ بھی درج ہے کہ جب سرہائے شہدائے کربلا و زنان اہلبیت مع امام زین العابدین علیہ السّلام کے یزید ملعون کے دربار مین پیش کئے گئے اُس وقت ایک عالم یہودی یا نصرانی (جو کسی غیر مسلم بادشاہ کی جانب سے یزید کے یہاں بطور سفیر آیا ہوا تھا) بھی دربار مین موجود تھا۔ اُس نے جب حالات و واقعاتِ کربلا اور مصائب مظلوم کربلا زبانی لشکریان یزید سُنے جس کو وہ فخریہ بیان کرتے تھے تو اس عالم کو یقین ہو گیا کہ یہ واقعات تو بالکل اُس پیشین گوئی کے مطابق ہین جو کتاب یشعیا باب ۵۳ مین درج ہیں اور یہ شخص مقتول بیشک برگزیدۂ خدا ہے۔ اس یقین مین کچھ کسر تھی لہٰذا اُس نے دریافت کیا کہ اس کی ماں کا کیا نام تھا۔ جب اُس کی ماں کا نام فاطمہ بتلایا گیا تو اُس کو یقین کامل ہو گیا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر کتاب یشعیا باب ۵۳ مین ہے جس میں اُس کے بڑے فضائل و مراتب

تحریر ہیں اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عالمان یہود بھی خشک زمین سے اُس کی ماں کا نام فاطمہ خیال کرتے تھے جس پر مصائب مندرجہ باب ۵۳ کتاب یسعیا گذرینگے۔

بقیہ آیت ۲- اُس کے ڈیل ڈول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اُسپر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اُس کے مشتاق ہوں۔

اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کو کچھ دنیاوی شان و شوکت حاصل نہ تھی اور نہ کچھ رونق تھی جس کی وجہ سے ہم (گروہ کثیر مسلمانون کا اہل سنت وجماعت) اُسپر نگاہ کریں اور اُن کے مشتاق ہون کیونکہ ہم تو اُن کی پیروی کرتے ہیں جو بادشاہ ہو اور اس شخص کو بادشاہت حاصل نہیں پھر کیوں اُسپر نگاہ کریں اور کیوں اُس کے مشتاق ہوں۔

آیت ۳- وہ آدمیوں (پیروان درندہ جانور جو امام کو بذریعہ پنچایت خود مقرر کرتی ہیں) میں سے نہایت ذلیل اور حقیر تھا۔

ان لوگون کے خیال مین وہ ایسا ذلیل وحقیر تھا کہ کربلا میں اُسپر سلام کرنا جائز نہ تھا کیونکہ وہ تو اُن خلفار کا مطیع نہیں جو اُن کے بنائے ہوئے ہیں اور اس قدر حقیر اُن کے نزدیک تھا کہ جب بروز عاشورہ اُس نے نماز ظہر کے ادا کرنے کے لئے مہلت مانگی تو مہلت نہیں دی گئی بلکہ کہا گیا کہ تمہاری نماز قبول نہ ہو گی اب سچے مسلمان خیال کرسکتے ہیں کہ کیا امام حسینؑ سے شخص کی نماز قبول نہ ہو اور یزیدیوں کی نماز قبول ہو یہ عقیدہ بھی اُسی بدعت عظمہ سے پیدا ہوا تھا جو سقیفہ میں انتخاب خلیفہ بذریعہ پنچایت کے قرار پائے تھے اور ابتک وہی اثر چلا جاتا ہے کہ شیعہ کو سلام کرنا جائز نہیں اُن کی نماز نماز نہیں اس لئے کہ وہ خلفار پنچایتی کو اپنا امام نہیں مانتے۔ اور اسی لئے مثل امام حسینؑ کے واجب القتل ہیں چنانچہ سرکار انگریزی سے قبل بہت قتل کئے گئے جب سے اس عادل گورنمنٹ کی سلطنت آئی تب سے اس مظلوم گروہ شیعہ کو امن ملا ہے۔

بقیہ آیت ۳- وہ مرد غمناک اور رنج کا آشنا ہوا۔

اس آیت کے لفظ مرد سے ظاہر ہے کہ جس کو آیت نمبر ۲ میں کوپل کی طرح پھوٹنا اور خشک زمین سے پیدا ہونا لکھا ہے وہ کوئی انسان ہے نہ کہ درخت کی کوپل - کوپل اور خشک زمین بطور تمثیل بیان ہوئے ہیں اصل میں وہ کسی انسان کا ذکر ہے اور اُس کی ماں کا جس سے وہ پیدا ہوا ہے -

اور اُس کا غمناک اور رنج کا آشنا ہونا ایسا علانیہ ہے کہ جسکو ایک جہان جانتا ہے اور اس قدر طشت ازبام ہو گیا ہے اور اس درجہ شہرت اور تواتر کو پہونچ گیا ہے کہ باوجودیکہ حامیان یزید جن کو حمایت سلطنت حاصل تھی بلکہ خود مالکان سلطنت اسلام اُس کے پوشیدہ کرنے کی کوشش تیرہ سو برس سے کرتے چلے آتے ہیں مگر اُس کی شہرت کی شمع گل نہیں ہو سکتی کیونکہ اُسکو خدا نے روشن کیا ہے - اور اس قدر کوشش پر اُس شمع کے گل نہ ہونے کی بابت آیت قرانی صفحہ ۱۰۸ پر لکھی گئی ہے -

بقیہ آیت ۳ - لوگ اُس سے گویا روپوش تھے اُس کی تحقیر کی گئی اور ہم نے اُس کی کچھ قدر نہ جانی یہ مضمون دونو حضرات (حضرت عیسیٰؑ و امام حسینؑ) پر صادق آتا ہے کیونکہ دونو کی تحقیر کی گئی اور دونو کی کچھ قدر نہ جانی -

امام حسینؑ کے حال سے یہ مطابقت ہے کہ باوجودیکہ وہ طالب امداد تھے مگر لوگ اُس کی مدد سے پہلوتہی کرتے تھے اور گویا مونہہ چھپائے لیتے ہیں جب اُس کی تحقیر کیجاتی ہے تو اُس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور یہ فقرہ کہ ہم نے اُسکی قدر جانی اُس کا یہ مطلب ہے کہ باوجودیکہ وہ (اپنی اعمال پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ کی وجہ سے جس سے انسان کامل ہوتا ہے) نہایت قابل قدر تھا مگر ہم نے (بوجہ اختیار کر لینے پیروی خلفائے ثلثہ وغیرہ) اُس کی کچھ قدر نہ جانی ؎

آیت نمبر ۴ - یقیناً اُس نے ہماری مشقتیں اُٹھالیں اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا ''

اِس آیت کے مضمون (جس کا مطلب صاف ہے) کے مصداق صرف امام حسینؑ ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت باوجود علم کے کربلا کو شہید ہونے اپنے ارادہ سے گئے اس لئے کہ ایک امرِ حق (جانشینِ نبی بذریعہ پنچایت نہیں ہوتا بلکہ بحکم خدا ہوتا ہے) امام حسینؑ کی شہادت اعلانی کے بغیر ثابت نہ ہوسکتا تھا۔ اِس علم وارادہ سے جانا امام حسینؑ پر اس فقرہ کو خوب صادق کرتا ہے کہ غموں کا بوجھ اپنے اوپر (اپنے ارادہ سے) چڑھایا اور حضرت عیسیٰؑ پر یہ مضمون صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ دعا کرتے تھے کہ خداوند اس بلا کے پیالے کو مجھ سے ٹال دے لہذا حضرت عیسےٰ پر یہ فقرہ "غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا" صادق نہیں آسکتا۔

بقیۂ آیت نمبر ۴۔ پر ہم نے اُسکا یہ حال سمجھا کہ وہ خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا ہے۔ یہ غلط خیال اُمتِ محمدی کے گمراہ فرقہ کا بیان کیا گیا ہے یعنی تابعین درندہ جانور کا۔ جو اہل سُنّت وجماعت ہیں جو مخالفینِ اہلبیتؑ رسالت ہیں اور لفظ "ہم" اُن ہی کے لئے بولا گیا ہے۔ چنانچہ وہ علانیہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کی تقدیر میں لکھا تھا کہ وہ اس طرح قتل ہونگے اور خدا نے ہی اُنھیں قتل کرایا ہے اور فرقہ مرزائی تو یہاں تک ڈوبا[۵] کہ کہتا ہے کہ "امام حسینؑ

[۵] ڈوبا کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ مرزا قادیانی آنجہانی نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ دیکھو عبارت مرزا مذکور مندرجۂ تفسیر پارۂ دوم حکیم نور الدین از صفحہ ۴۴ تا ۴۶۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ کبھی تو وہ کاذب اپنے مریدوں کو یہ ہدایت کرتا تھا کہ خلافت راشدہ شایع کرکے یہ ثابت کرو کہ اہلبیتؑ رسولؐ پر منافقوں کی بلائیں نازل ہوئیں اور پھر یہ عبارت بھی لکھ ڈالی جو امام حسینؑ پر پوری صادق آتی ہے۔

صادقین پر ابتلا کیوں آتے ہیں

"یہ امر بحضورِ دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ امر ضروری ہے کہ صادقین پر کوئی بات محض دنیا کی اوقات میں بطور ابتلا کے وارد ہوتی ہے اور پھر اس قدر کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات الہٰیہ اپنے جلوے دکھاتی ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مخاصمین کے سب جھگڑے بے اُن

کا قتل اور غارت ہونا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا منافقین کی علامت ہی- پھر اس شہادت پر افسوس اور رنج کرنا بیکار ہے- مگر یہ اُن کی سمجھ کی غلطی ہے جو درندہ جانور کی پیروی اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی- نہ درندہ کی پیروی اختیار کرتے نہ یہ خیالات پیدا ہوتے ؛

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۰) سے انفصال پا جاتے ہیں لیکن اس روز روشن کے ظہور سے پہلے ضرور ہو کہ خدا تعالےٰ کے فرستادوں پر سخت سخت آزمائشیں وارد ہوں اور اُن کے پیرو اور تابعین بھی بخوبی جانچے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالےٰ سچوں اور کچوں اور ثابت قدموں اور بزدلوں میں فرق کرکے دکھلا دیوے ؛

عشق اوّل سرکش و خونی بود   تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلا جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں اُن کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کرکے اُن کو دکھلاتا ہے- یہ ابتلا اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ اُن کو ذلیل و خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے اُن کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّوجل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلا جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کے مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اُس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند منار تک پہنچا دے (جیسے اہلبیتؑ لمؤلف) اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے اُن کو سکھا دے- یہ ہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدائے تعالےٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آتا ہے (اسی سنت اللہ کے مطابق اہلبیتؑ رسول صلعم پر مصائب پڑے جسکو مرزائی منافقوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہونا بتلاتے ہیں- لمؤلف) دریائے عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تا ان موتیوں کے وارث ہوں کہ جو دریائے قدرت کے نیچے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ وہ جل بھُن کر خاکستر ہوں بلکہ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں- صادق اِن تمام موتوں میں بھی مرکر زندہ ہو جاتا ہے کیونکہ خدائے تعالےٰ کے فضل کا ہاتھ اس پر ہوتا ہے اور سچائی اور سچائی کی روح اُسکے اندر بولتی ہے- اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جاویں اور چاروں طرف سے اُن پر لعنت کی بارشیں برسیں اور اُن کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبے گانٹھے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے (جیسے کہ امام حسینؑ و ائمہ اہل بیت علیہ السلام (لمؤلف)

اصلیت یہ ہے کہ علم خداوندی میں گذرا تھا کہ پیروان منافقین امت محمدی یعنی درندہ جانور (خلفاء ثلثہ وغیرہ) امام حسینؑ کو قتل کرینگے جس کو خداوند تعالیٰ ثبوت امر حق (جانشین نبی بحکم خدا ہوتا ہے) و بیخ کنی بدعت اعظم (جانشین نبی بذریعہ پنچایت ہوتا ہے) کی مصلحت کی وجہ سے اُن کی کارروائی کو بہ قوت جبری نہیں روکیگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱) کیونکہ اُس سچے پیوند کی برکت سے جو اُن کو محبوب حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے خدائے تعالیٰ ان پر بظاہر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہوں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل پھول دیں کیونکہ ہر ایک جو ہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اول صدمات کا تختہ مشق ہو مثلاً جس زمین میں کاشت کی جاتی ہے اوّلاً ضرور ہے کہ قلبہ رانی کرکے اُس کا جگر پہاڑ کے غبار کی طرح بنایا جاوے اور پھر دانے جو اُس زمین میں بکھیر دئے جاتے ہیں بظاہر ضائع کئے جاتے ہیں لیکن اُن کے اندر ایک حقیقت ہوتی ہے۔ پس اسی طرح روحانی نظام بھی ہے۔ اور ہمیشہ سے چلا آتا ہے زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اِس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں فخر الرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلا درمیان میں نہوتا تو انبیا اور اولیا اُن مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے جو ابتلا کی برکت سے انہوں نے پائے۔

ابتلائے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے

آئندہ آیت پیشین گوئی میں اس فرقہ گمراہ کے خیال کی غلطی اور مؤلف کے خیال کی صحت کو خود بیان کردیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲) اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہانتک کہ ربانی مددون نے بھی جن کا انکو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک موںہہ چھپالیا اور خدائے تعالےٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو یکبارگی کچھ ایسا بدلدیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور تنگی اور تکلیف میں اُنہیں ایسا چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ اُن پر ذرا مہربان نہیں بلکہ اُن کے دشمنوں پر مہربان ہے اور اُن کے ابتلاؤن کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلا نازل ہوا غرض جیسی بارش سخت تاریک رات مین نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمایشون کی بارشین ان پر ہوتین پر وہ اپنے پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سُست اور دل شکستہ نہ ہوے بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار ان پر پڑتا گیا اُتنا ہی اُنہون نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اسیقدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر اُنہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا اُسیقدر اُن کی ہمت بلند اور اُن کی شجاعت ذاتی جوش مین آتی گئی بالآخر وہ اُن تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہوکر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہوگئے اور عزت اور حرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانون کے ایسے حباب کی طرح معدوم ہوگئے کہ گویا وہ کچھ نہیں تھے غرض انبیار اور اولیار ابتلا سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھکر انہیں پر ابتلا نازل ہوتے ہین اور انہیں کی قوت ایمانی اُن آزمایشون کی برداشت بھی کرتی ہے عوام الناس جیسے خدائے تعالےٰ کو شناخت نہیں کرسکتے ویسے اُس کے خالص بندون کی شناخت سے بھی قاصر ہین بالخصوص اُن محبوبان الٰہی کی آزمائش کے وقتون میں تو عوام الناس بڑے بڑے دہوکون میں پڑجاتے ہیں گویا ڈوب ہی

آیت ۵۔ پر وہ ہمارے گناہون کے سبب گھائل کیا اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا اس آیت میں اُس کے گھائل ہونے اور کچلے جانے کا سبب ظاہری بیان ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ امت محمدی کے گروہ کثیر نے بہ مخالفت حکم خدا اور رسول اور بہ اتباع خلفاء ثلثہ بعد وفات رسول بلکہ بروز وفات سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ اصول قرار دے لیا کہ امام برحق وہ ہوتا ہے جو بذریعہ پنچایت بادشاہ منتخب ہوا ہو چاہے وہ قابل امامت ہو یا نہ ہو بلکہ مثل یزید ملعون کے فاسق و فاجر و شرابی بلکہ ملحد ہو۔ اور اُس کا مخالف یا منکر قتل کیا جائے چاہے وہ علی ہی کیون نہ ہو (چنانچہ حضرت علی کو عمر بوجہ انکار بیعت ابوبکر قتل کرنے کو تیار تھے) اور اولاد رسول اور معصوم ہی کیون نہ ہو چنانچہ دیکھو امام حسین اسی قاعدہ بدعت اعظم کی خلاف ورزی کرنے کی مجرم اور بوجہ نہ کرنے بیعت یزید خلیفہ پنچایتی فاسق و فاجر کے مجرم و باغی قرار پاکر قتل کئے گئے اور اُسوقت سے ابتک شیعیان اہلبیت کا وہ جرم جو قابل عفو اہل سنت کے نزدیک نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۳) جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتی کہ اُن کے انجام کے منتظر رہیں عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہٗ جس پودہ کو اپنی ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُسکو نابود کر دے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودہ پھل پھول زیادہ لاوے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلا کا اُنپر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلا اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا اِن ربانی سپاہیون کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں اور جس شخص کو اس سنت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔ (جیسا کہ خلفاء ثلثہ کو کامیابی ہوئی وہ استدراج تھا نہ کامیابی کیونکہ اُنپر کوئی مصیبت نہیں پڑی یہانتک کہ کسی جگہ جہاد مین کوئی زخم تک نہیں لگا (مؤلف)

اور جس جرم کی وجہ سے وہ واجب القتل ہیں وہ وہی جرم ہے جو امام حسینؑ کا جرم تھا کہ وہ خلفاء پنچایتی (خلفاء ثلثہ) وغیرہ کو امام برحق نہیں مانتے بلکہ وہ اُن کو خلیفہ رسول مانتے ہیں جن کا تقرر منجانب اللہ زبانی رسول اللہ بموجب حدیث ثقلین ہوا ہے (قران و اہل بیت کی پیروی)

اور یہی اصول (خلیفہ و امام کا تقرر بذریعہ پنچایت قرار دینا) وہ بدکاری ہے جس کی خلاف ورزی کے جرم مین امام حسینؑ گھائل کئے گئے اور بعد قتل کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلے گئے کیونکہ اُنھوں نے خلیفہ پنچایتی کی بیعت و اطاعت کرنا قبول نہ کیا تھا ٭

یہ مضمون بھی حضرت عیسیٰؑ پر صادق نہیں آسکتا اس لئے وہ کچلے نہیں گئے چنانچہ خود عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت کو صلیب دی گئی یعنی سولی پر لٹکائے گئے کچلے نہیں گئے ٭ اس آیت کے لفظ ہمارے گناہ سے جو امت کے گناہ مراد ہونا اوپر بیان کیا گیا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ آئندہ اسی باب کے آیت ۹ میں ذکر ہے کہ اُس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا تھا اور اُس کے موںہہ میں ہرگز چھل نہ تھا اور آیت ۱۰ مین ذکر ہے کہ خدا کی مرضی اُس کی ہاتھہ کے وسیلہ سے ملے گی اور آیت ۱۲ کے آخر میں ذکر ہے کہ اُس نے گنہگارون کی شفاعت کی پس چونکہ اُس کے موںہہ میں چھل نہین ہے اور ایسا رتبہ والا ہے کہ خدا کی مرضی اُسکے ذریعہ سے ملے گی بلکہ وہ گنہگاروں کا شفیع ہوگا تو وہ تو گنہگار ہو نہیں سکتا لا محالہ اُسکا قتل دوسرون کے گناہوں کے سبب سے واقع ہوا یعنے اسلام مین غلط اصول قرار دئے جانے کی وجہ سے وہ گھائل کیا گیا قتل کیا گیا کچلا گیا ٭

بقیہ آیت ۵ - ہماری ہی سلامتی کے لئے اُسپر سیاست ہوئی تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہون اس آیت میں مصائب و شہادت امام حسینؑ کی مصلحت بیان ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ علم خداوندی مین گذرا ہے کہ گروہ کثیر امت محمدی کا اپنی اغراض نفسانی پورا کرنے کے لئے اور طمع حصول مال و دنیا مین یہ من گھڑت بدعت اور

غلط اصول قرار دے گی کہ خلیفہ و امام برحق وہ ہوتا ہے جو بذریعہ پنچایت بادشاہ مقرر
ہوا اور اس اصول کی وجہ سے گمراہ ہوجائے گی لہذا امام حسین کا قتل ہونا اسی مصلحت
سے نہ روکا اور اُس شہادت کو ہونے دینا مشیت ایزدی میں اس لئے قرار دیا گیا کہ
گمراہ امت محمدی کو سلامتی حاصل ہو یعنی بعد شہادت حسینؑ مظلومؑ کے غور کرنیوالے
لوگ (گمراہ گروہ میں سے) اُس غلط اصول (یعنے تقرر خلیفہ و امام بذریعہ پنچایت)
کی غلطی سے خوب واقف ہوجائیں اور اُس کو گمراہ کنندہ اصول سمجھکر ترک کردیں
اور راہ حق یعنے تقرر امام منجانب اللہ ربانی رسول اللہ (مذہب شیعہ) اختیار کریں
اور گمراہی سے نجات پائیں جس کے واسطے لفظ چنگے ہون بولا گیا ہے جس کے معنے
یہ ہیں کہ گمراہی کی بیماری سے نجات پاکر تندرست ہوجائیں چنانچہ عام مسلمانون میں مشہور
ہے کہ اگر امام حسینؑ کی شہادت نہ ہوتی تو امت کی بخشش نہ ہوتی جس کا یہ مطلب ہے کہ
اگر شہادت نہ ہوتی تو اُس غلطی تقرر خلیفہ بذریعہ پنچایت سے نجات نہ پاتے اور گمراہ رہتے
اور جب گمراہ رہتے تو بخشش بھی نہ ہوتی اور جن لوگوں نے اس شہادت سے کچھ
نتیجہ فیصلہ حق و باطل کا نہیں نکالا اور اُن کو اس شہادت سے راہ حق کی ہدایت نہیں
ہوئی وہ اب بھی بخشش سے محروم ہیں اور اسیوجہ سے مکاشفات یوحنا کی پیشین گوئی
میں لکھا جو لوگ درندہ جانور کی پیرو ہیں اُن کے نام برہ (امام حسینؑ) کے دفتر حیات
(نجات اخروی) میں نہیں لکھے گئے ؎

فیصلہ حق و باطل اس شہادت سے اس طرح ہوتا ہے کہ عام اہل اسلام کا (سوائے
خارجیون کے) اسپر اتفاق ہے کہ یزید ناحق پر تھا اور امام حسینؑ حق پر تھے حالانکہ یزید پر
اجماع ہوچکا تھا اور امام حسینؑ پر اجماع نہیں ہوا تھا اور پھر حق پر تھے تو امام حسینؑ کے
حق پر ہونے کی وجہ سوائے تقرر منجانب اللہ نہیں ہے کیونکہ اُن پر اجماع نہیں ہوا تھا
تو نتیجہ یہ ہوا کہ اجماعی خلیفہ حق پر نہیں ہوتا اور حق پر وہی ہوتا ہے جس کا تقرر منجانب اللہ

ہوا ہو جیسے امام حسین علیہ السلام کہ باوجود اجماع نہ ہونے کے حق پر تھے اور اگر بقول
اہل سنت اجماع والا خلیفہ حق پر ہوتا ہے تو یزید حق پر ہوا اور جب بقول اہل سنت
خلیفہ برحق و جانشین نبی و امام المسلمین وہی ہوتا ہے جو بادشاہ ہو اور اس پر اجماع ہونا
ضروری ہے تو امام حسین علیہ السلام بیشک ناحق پر ہوئے اور ناحق پر ہی قتل ہوئے تو بہشتی
بھی نہ ہوئے مگر وہ یقینی بہشتی ہیں اور غالباً اسی وجہ سے رسول اللہ کو حدیث انّ الحسنؑ
والحسینؑ سیدا شباب اہل الجنہ بیان کرنے کی ضرورت ہوئی ہوگی کہ جب حسینؑ قتل ہوگا تو
یہ خیال ہوگا کہ وہ حق پر تھا یا نہ تھا تو جو مومن میرے اس قول کو کہ حسنؑ و حسینؑ بہشت کے
جوانوں کے دو سردار ہیں صحیح سمجھینگے وہ تو حسینؑ کو باوجود نہ ہونے اجماع کے حق پر
سمجھیں گے اور جس گروہ کو بمقابلہ اپنے آبائی گمراہی و ہٹ دھرمی کے میرے قول
وحدیث کی کچھ پروا نہ ہوگی اُن کو اختیار ہے کہ میرے قول کو غلط اور حسین علیہ السلام
کو ناحق سمجھکر جہنم کی راہ لیں تو بالیقین ثابت ہوا کہ حسین علیہ السلام حق پر تھے اور
بالیقین یزید ناحق پر تھا تو کل اجماعی خلیفہ یعنے ابوبکر و عثمان وغیرہ ناحق پر ہوئے اور
خلیفہ اور جانشین نبی وہی ہوا جس کا تقرر رسول اللہ نے بحکم خدا کیا ہو چاہے اُس پر
اجماع ہو یا نہ ہو اور اُسکو بادشاہت ملے یا نہ ملے جیسا کہ ائمہ اہلبیت کو رسول اللہ صلعم
نے امامت کے لئے مقرر کیا اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا قایم مقام مقرر کیا دیکھو حدیث
من کنت مولاہ فعلی مولاہ (ترجمہ میں جس کا حاکم و پیشوا ہوں اُس کا پیشوا و حاکم
علیؑ ہے) اب غور کرو کہ رسولخدا صلعم کیا سب مسلمانوں (جن میں خلفائے ثلثہ بھی شامل
تھے اور اگر رسولؐ اُن کے مولا نہ تھے تو وہ مسلمان نہ تھے بلکہ جو شخص رسول کو حاکم و پیشوا نہ جانتا
ہو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا) کے پیشوا اور حاکم نہ تھے ضرور تھے اسی معنے سے حضرت علیؑ
بھی بعد رسول اللہ کے سب کے حاکم اور پیشوا ہوئے جنمیں ابوبکر و عمر وغیرہ بھی داخل ہیں اور پھر
علیؑ سے طالب بیعت ہوتے ہیں اور حضرت عمر تو یہانتک بڑھتے ہیں کہ بیعت نہ کرنے پر

حضرت فاطمہ کے دروازہ پر جا کر اور حضرت فاطمہ کو مخاطب کر کر دہمکی دیتے ہیں کہ میں تم سمیت تمہارے گھر کو آگ لگا دونگا دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۹ سطرین آخر۲ اور پہلے اسی کتاب مین بیان ہو چکا کہ شیطان کا قایم مقام گروہ مقدسون پر غالب رہیگا۔ اور اگر رسولخدا خلفائے ثلثہ کے حاکم اور پیشوا نتھے (جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان نہ ہوئے) تو بیشک علی بھی اُن کے مولا و پیشوا نہ ہوئے ؛

آیت ۶۔ ہم سب بھیڑونکی مانند بھٹک گئے یہ گمراہ امت محمدی کا حال ہے کہ جیسے بھیڑین بغیر محافظ کے بھٹک جاتی ہیں اسی طرح یہ امت بغیر اصلی محافظ کے جسکو رسول نے مقرر کیا تھا اُس کی پیروی چھوڑ کر راہ حق کے راستہ سے بھٹک گئی ؛

بقیہ آیت ۶۔ ہم مین سے ہر ایک اپنی راہ کو پہرا پر خداوند عالم نے ہم سبھون کی بدکاری اُسپر لادی ہم مین سے ہر ایک اپنی راہ کو پہرا مطلب یہ ہے کہ جب اصل محافظ (حضرت علیؑ) کی اطاعت چھوڑ دی تو ہر شخص امور مذہبی میں اپنی اپنی رائے لگانے لگا ؛

خداوند عالم نے ہم سب کی بدکاری اُسپر لادی کا مطلب یہ ہے کہ جب اسطرح کی گمراہی پھیل گئی تو اُسکے رفع کرنے کے غرض سے یہ شہادت ہونا مشیت ایزدی میں قرار پایا ہم سب کی بدکاری اُسپر اس لئے لادی کہ چونکہ امامت حقہ و خلافت ناجائز کا فیصلہ کرنا منظور تھا لہذا اُس کے واسطے امام برحق ہی تجویز ہونا چاہیے تھا دوسرے یہ کہ خدا کے علم میں گذرا تھا کہ جن مصائب کا ہونا گمراہی مذکور کے رفع کرنیکی غرض سے ضرور تھا اُنکی برداشت سوائے اُسکے کوئی نہ کرسکتا تھا اور یہ بھی علم تھا کہ وہ ان مصائب کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کریگا جیسا کہ آیت ۷ مین مذکور ہے ؛

آیت ۷۔ وہ تو نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا تو بھی اُسنے اپنا مونہہ نہ کہولا اسکا مطلب یہ ہے کہ باوجود نہایت ستائے جانے اور غمزدہ ہونیکے نہایت کامل صبر و استقلال سے اُن مصائب کو برداشت کیا اور بددعا زبان سے نہ نکالی بلکہ اُن لوگون کو جو اُسکے بعد اُسکے ہمراہیونمیں سے

باقی رہ گئے تھے اور جو بعد اُس کے قتل کے قید کئے گئے بد دعا کرنے کی سخت ممانعت کردی تھی اور انہوں نے بھی بد دعا نہیں کی اس بد دعا نہ کرنے کا منشا یہ تھا کہ جبکہ یہ شہادت حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے قرار دی گئی تھی تو اُسکی شہرت کامل طور پر ہونی ضرور تھی چنانچہ جب قائلان امام حسین اہلبیت کو قید کرکر کوفہ میں گئے تو عبد اللہ بن زیاد کے سامنے اور جب منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے دمشق کو جارہے تھے تو جہاں جہاں جاتے تھے اور دمشق میں پہونچکر یزید کے سامنے اپنے ظلموں کو اور واقعات کربلا کو فخریہ بیان کرتے تھے جس سے تمام دنیا کو معلوم ہوگیا کہ یہ ظالم اور بیدین اور یزید خلیفہ پنجابیتی سب بیدین اور کافر ہیں ورنہ اگر بد دعا کر کر ہلاک کردئے جاتے تو دنیا کو یہ واقعات معلوم ہی نہ ہوتے نہ اُس شہادت کی شہرت کافی طور پر ہوسکتی جو بغرض رفع گمراہی مذکور قرار دی گئی تھی اور وہ غرض حاصل نہ ہوسکتی۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام خود اس شہادت کی غرض سے کامل طور پر واقف تھے جب ہی نہ خود ایسی بد دعا کی جن سے وہ ظالم بالکل ہلاک ہوجائیں بلکہ اپنے بقیۂ اہل بیت کو بد دعا کی ممانعت کردی کیونکہ اُس سے شہادت کی غرض فوت ہوئی جاتی تھی اے منصف لوگو ایسا اور اس صورت کا صبر و استقلال کسی اور شخص میں بھی دیکھا ہے بالیقین کہیں نظر نہ آئے گا کیا ایسا شخص بھی امارت کے قابل نہیں ہوتا اور اُس کی امامت کے تقرر میں بقول منافقین ہرگز رعایت رشتہ داری نہیں ہوئی بلکہ ایسا ہی شخص امامت کے قابل ہوتا ہے جس کو خدا نے منتخب کیا اور رسول نے امت پر ظاہر کردیا*

بقیہ آیت ۷۔ وہ جیسے برہ جسے ذبح کرتے لیجاتے ہیں اور جیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والے کے آگے بے زبان ہوتی ہے اُسیطرح اُس نے اپنا موہنہ نہ کھولا*
پہلے فقرہ کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کو برہ کہا گیا جو مثل برہ کے ذبح کئے گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذبح نہیں کئے گئے باقی مضمون وہی ہے جو اس سے پہلے مذکور ہوا

اگر شیعوں کو یہ خیال ہو کہ ہم تو امام حسینؑ کو امام جانتے ہیں تو یہ خیال کیونکر صحیح ہو گا جبکہ تم خلفائے ثلٰثہ کو امام مانو۔ اُن کے تعلیم کردہ عقائد کو مانو جو خلاف تعلیم امام حسینؑ ہیں مسائل دینی ابو حنیفہ سے دریافت کرو۔ تو امام حسینؑ کا امام ہونا ایسا ہی ہوا کہ گھر بار تمہارا رہے مگر کوئی کٹھا کو ہاتھ نہ لگاتا۔ یعنی نہ تم خلیفۂ رسول ہو نہ تمہاری تعلیم کو ہم مانیں گے۔ نہ تم سے مسائل دینی دریافت کرینگے۔ خیر امام تمھیں بھی کہے دیتے ہیں مگر جو مطلب امام کہنے کا ہے وہ بالکل الگ ہے ؞

آیت نمبر ۱۰ ۔ لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کچلے اُس نے آسے غمگین کیا ہے۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ امت کی گمراہی رفع کرنیکی مصلحت کی وجہ سے مشیت ایزدی میں قرار پایا کہ وہ کچلا جاوے لہذا خدا نے اِس مصلحت سے آسے غمگین کیا ؞

بقیہ آیت نمبر ۱۰۔ جب اُسکی جان گناہ کے لئے گزرانی جاوے تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اور اُس کی عمر دراز ہو گی ؞

بقیہ آیت نمبر ۱۰ سے واضح ہے کہ اُس کی جان اُس گناہ کی نذر ہو جائیگی جو اوپر مذکور ہوا یعنی نائب رسولؐ کا بادشاہ ہونا اور پنچایت کی رائے سے منتخب کیا جانا ؞

بقیہ ٹکڑے میں دو امر تحریر ہیں ایک یہ کہ وہ اپنی نسل کو دیکھے گا دوسرا یہ کہ اُسکی عمر دراز ہو گی۔ پہلا امر جو بیان ہوا اُس سے ظاہر ہے کہ وہ صاحب اولاد ہو گا اور اپنی نسل کو دیکھے گا یہ فقرہ بھی امام حسینؑ ہی پر صادق آیا اور حضرت عیسےٰؑ پر کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ اُن جناب کی نہ شادی ہوئی نہ نسل ہوئی ؞

دوسرا فقرہ یہ ہے کہ اُس کی عمر دراز ہو گی ۔ اِس فقرہ میں یہ امر غور طلب ہے کہ آیا عمر کا دراز ہونا خود اُس شخص کی بابت ہے جسکی بابت یہ پیشین گوئی ہے یا نسل کی عمر دراز ہونیکا ذکر ہے ؞ اگر خود اُس شخص کی بابت عمر کا دراز ہونا کہا جاوے تو غلط ہے اسلئے کہ اُس کی بابت تو

اسی آیت میں ذکر ہو چکا ہے کہ اُسکی جان گناہ کی نذر ہو گئی پھر اُسکی عمر کیسے دراز ہو گی؟

پس لازم ہوا کہ عمر کا دراز ہونا اُس کی نسل کی بابت ہے۔ چنانچہ مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہ کہ امام حسینؑ کی نسل کا نواں امام (حضرت صاحب العصر) صلوٰة اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام اپنے والد ماجد حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات موقوعہ ۲۶۰ھ سے اب تک زندہ موجود ہیں جس پر اہل سنت کیا کیا اعتراض کرتے ہیں جن سب کو اس فقرہ نے کہ اُس کی عمر دراز ہوگی ہوا میں اڑا دیا۔

عربی توریت[1] کے اس مقام کے الفاظ یہ ہیں یری نسلہ تطول عمرہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ اپنی نسل کو دیکھیگا جس کی عمر دراز ہوگی۔

لفظ نسل سے ایک امر اور ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ جسکی عمر دراز ہوگی اُس شخص کا بیٹا نہیں ہے بلکہ آیندہ کو اُس کی نسل میں ایک ایسا شخص ہوگا جسکی عمر دراز ہوگی۔

فقرہ دُوبرہ (امام حسینؑ) اپنی نسل کو دیکھیگا جس کی عمر دراز ہوگی" سے دو باتوں کا تصفیہ ہو گیا ایک تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ دراز عمر والے حضرت صاحب العصر امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ دوسرے یہ کہ شیعہ کہتے ہیں کہ بارھویں امام یعنی مہدیؑ آخر الزمان امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہونگے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کی نسل سے ہونگے۔ اس کا فیصلہ بھی اسی فقرہ نے کر دیا کہ مہدی جس کی عمر دراز ہوگی بڑہ (یعنی امام حسینؑ) کی نسل سے ہوگا اور سنت جماعت کو یہ شبہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اُن کے والد کا نام حسن ہوگا۔ سو ظاہر ہے۔ امام مہدیؑ کے والد کا نام حسن عسکری ہے جو گیارھویں امام تھے۔

[1] یہ توریت عربی مؤلف نے ایک عیسائی سے بمقام مسقط خریدی تھی جبوقت مؤلف زیارت کربلا وغیرہ سے مشرف ہو کر ہندوستان کو واپس آ رہا تھا وہ عیسائی مسقط میں عربی بائبل بغرض اشاعت عیسائیت فروخت کرتا تھا اس لئے کہ اہل مسقط کی زبان عربی ہے۔ مصنف

امام مہدیؑ کی بابت تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ اُن کے احکام بجنسہٖ ویسے ہی ہوں گے جیسے کہ رسولؐ اللہ کے چنانچہ جس وقت یہ خبر دی گئی تھی تو بعض صحابہ نے کہا تھا کہ حضرت خود تو نہ ہونگے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ نہیں ؛

مہدیِ آخر الزماں کی بابت یہ تو اتفاق ہے جو اوپر مذکور ہوا مگر اختلاف یہ ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ وہ گیارھویں امام کے بیٹے ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہو چکے ہو اب تک زندہ ہیں (عمر کی درازی پر جو اعتراض اہلِ سنت کو ہے اس کا جواب پیشین گوئی درازی عمر نے دیکر اہلسنت کا منھ بند کر دیا) سنت جماعت کہتے ہیں کہ مہدی اُس وقت پیدا نہیں ہوئے بلکہ پیدا ہونگے (مرزا قادیانی نے پیدا ہو کر خود کو مہدی قرار دیا) ؛

اگر پیدا ہونا مانا جاتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اونکو وہ علم صحیح جو رسولؐ اللہ کو منجانب اللہ ملا تھا جس میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجایش نہ ہو سکے کون تعلیم دیگا ؟ فریقین کے علما تو وہ علم کہا نہیں سکتے - تو یاتو یہ کہا جائیگا کہ وحی کے ذریعہ سے خدا تعلیم دیگا تو لازم آئیگا کہ ویسی ہی نبوت پھر قائم ہوگی جیسے رسولؐ اللہ کی تھی اور رسولؐ خاتم النبیین نہ رہینگے - اور جو مہدی وحی کے ذریعہ سے احکام کا معلوم ہونا کہیگا اُس کو جمہور اہلِ اسلام مثل مرزا قادیانی منکر ختم رسالت کہکر کافر کہدینگے ؛

شیعہ مسلک کے مطابق تمام علمِ رسولؐ اللہ کا حضرت علیؑ کو پہنچا اور اُن سے ہر امام کو پہنچتا رہا یہانتک کہ گیارھویں سے بارھویں کو پورا علم پہنچ گیا - وحی تعلیم احکام کی ضرورت نہیں نہ انکار ختم رسالت لازم آیا ؛

بقیہ آیت نمبر ۱۰ - اور خدا کی مرضی اُس کے ہاتھ کے وسیلہ بر آویگی ؛

اِس آیت میں اُس شخص کے اُس رتبہ کا بیان ہے جو کہ اُسکو خدا نے عطا کیا ہے کہ وہ خدا کے نزدیک ایسا معزز ہے کہ خدا کی مرضی اُس کے ذریعہ سے ہاتھ آویگی ؛

آیت نمبر ۱۱ - اپنی جان ہی کا دکھ اُٹھا کے وہ اُسے دیکھیگا اور سیر ہوگا اپنی ہی

پہچان سے میرا صادق بندہ بہتونکو راستباز ٹھرائیگا ؛

اِس آیت کے فقرۂ اول کا یہ مطلب ہے کہ بغیر جان دینے اور شہید ہونے کے رتبۂ مذکورہ بالا حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ کتب مصائب حسینؑ مظلوم میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ کہ جب امام حسینؑ نے رسول خدا کو خواب میں دیکھکر درخواست کی کہ مجھکو اپنی قبر میں لے لیجئے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ مدارج جو خدا نے تمہارے لئے مقرر کئے ہیں بغیر شہید ہوئے حاصل نہیں ہو سکتے ؛

اور بعد مرنے کے اُس رتبہ عند اللہ کو دیکھ دیکھکر ایسا خوش ہوگا گویا کسی بات کا خواہشمند نہ رہیگا بلکہ پورا سیر ہو جائیگا۔ سیری جب ہی بولی جاتی ہے جب کسیطرح کی کسر نہ رہے۔ پھر اس کے نتیجہ میں اس رتبہ کے ذریعہ سے بہتوں کو راستباز ٹھرائیگا یعنی بہتوں کی شفاعت کریگا یا بہتونکو اس شہادت سے راہ حق نظر آجائیگی اور راستباز ہو جائینگے وہ اپنی ہی پہچان سے" کا یہ مطلب ہے کہ جسکو معرفت امام حاصل ہوگی یا جسکو امام حسینؑ پہچانیں گے کہ یہ میرا پیرو اور دوست ہے وہ نجات پائیگا۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اِس شخص کو خدا نے اپنا صادق بندہ فرمایا ہے جو ایک اعلیٰ ترین رتبہ ہے۔ اس آیت کا لفظ بندہ حضرت عیسیٰ پر صادق آنا خود عیسائی حضرات پسند نہ کریں گے کیونکہ بقول اُن کے تو حضرت عیسےٰ خدا کے بیٹے ہیں نہ کہ بندے ؛ مگر مسلمان اُن کو خدا کا بندہ سمجھتے ہیں ؛

بقیۂ آیت نمبر ۱۱۔ کیونکہ وہ اُن کی بدکاریاں اپنے اوپر اُٹھالیگا ؛

یہ دلیل اس کی بیان ہوئی ہے کہ کیونکہ وہ بہتوں کو راستباز ٹھرائیگا وہ یہ ہے کہ اُن کی بدکاریوں کا نتیجہ اُس کے اوپر پڑے گا اور اُن مصائب کو وہ اس لئے بخوشی اُٹھالیگا اور صبر کے ساتھ برداشت کریگا کہ لوگ اُس شہادت سے راہِ حق قبول کر کے راستباز اور مومن ہو جائیں کیونکہ اُسکو اپنے نانا رسول اللہ کی زبانی خوب معلوم تھا کہ جو گمراہی بعد رسول اللہ کے پیدا ہوئی ہے یعنی خلفائے ثلٰثہ کو خلیفۂ رسول بذریعہ پنچایت قرار دے کر

جانشینان رسولؐ ماننا وہ اُس کی شہادت سے واضح طور سے رفع ہو جائیگی اور دین حقہ (تقرر نائبِ رسول بحکم خدا) سب پر واضح ہو جائیگا سوائے اُن لوگوں کے جو اپنی آبائی تقلید کو چھوڑنا عار سمجھتے ہیں چاہے جہنم نصیب ہو مگر گمراہ باپ دادا کی پیروی نہ چھوڑیں گے حالانکہ گمراہ باپ دادا کی پیروی کرنے والوں کی مذمت قرآن میں بہت سی آیات سے ظاہر ہے ؛

آیت نمبر ۱۲

اِس لئے میں اُسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصّہ دوں گا اور وہ لوٹ کا مال زوروں کے ساتھ بانٹ لیگا ۔

آیت نمبر ۹ میں بیان ہو چکا ہے کہ خلاف حکم خدا و رسولؐ اور خلاف مضمون حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ[1] خلافت رسول کو اجماعی اصول پر قرار دینے سے جو گمراہی پیدا ہو گئی تھی اُس کے رفع کرنے کی غرض سے وہ سب مصائب عظیم صبر و استقلال سے برداشت کرے گا جیسا کہ اُس کے بزرگوں نے بھی لوگوں کو ہدایت پر لانے کے واسطے مصائب اٹھائی اس لئے اس آیت نمبر ۱۲ میں کہا گیا ہے کہ "اس لئے میں اُسے اور اس کے بزرگوں کے ساتھ حصّہ دونگا" یعنی جیسا اجر خداوند تعالیٰ اُسکے بزرگوں کو دیگا ویسا ہی اِس شخص کو دیگا ۔ اِس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ برّہ جس کا ذکر اس باب میں ہو رہا ہے وہ واقعی کوئی برّہ نہیں بلکہ اُس سے مراد انسان ہے جو برّہ کی طرح ذبح کیا گیا اور اُس کے کچھ بزرگ بھی ہیں جنکو خدا اجر کامل عطا کریگا اور ویسا ہی اِس کے ہمعصر کو دیگا ؛

"لوٹ کا مال بانٹ لیگا" کا یہ مطلب ہے کہ جیسے اُس کے بزرگ لوگوں کی شفاعت کریں گے اُسی طرح یہ بھی شفاعت کرے گا ۔ غرض کہ اُسکے بزرگ بھی ایسے ہیں جنکو شفاعت کا اذن حاصل ہو چکا ہے اور اِس شخص کو بھی شفاعت کا اذن ہو چکا ہے ؛ شفاعت کا اذنِ عام اِس شخص کو کیوں ملا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی

---

[1] میں جس کا (کل مسلمانوں کا جنمیں خلفائے ثلثہ شامل ہیں) مولا و پیشوا ہوں اُن سب کا علی مولا و پیشوا ہے ۱۲

بدعت اعظم (انتخاب خلیفہ بذریعہ پنچایت جو تمام فسادات اسلام کی بنیاد ہے) کی غلطی ثابت کرے گا اور گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھانے کے لیے:

بقیہ آیت نمبر ۱۲ حسب صراحت ''اُس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا،،

اِس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ اُس نے لوگوں کو ہدایت پر لانے کے واسطے (جیسا کہ آیت ۵ میں ہے کہ اس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں یعنی مرض گمراہی سے شفا پائیں) خدا کی راہ میں اپنی جان دینے میں ذرا تامل نہیں کیا بلکہ اسطرح جان دی کہ گویا انڈیل دی یعنی بے دریغ جان دیدی:

یہ فقرہ بھی حضرت عیسیٰ پر صادق نہیں آسکتا کیونکہ وہ اُس (بلا) کے پیالے سے بچنا چاہتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خداوندا اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے چنانچہ موافق مذہب اہل اسلام خدا نے اون کی دعا قبول فرما کر اس بلا کو حضرت عیسیٰ سے ٹال کر آسمان پر بلا لیا مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اُن کی دعا معاذ اللہ قبول نہ ہوئی اور وہ صلیب پر لٹکائے گئے یہ عقیدہ اہل اسلام کے بالکل خلاف ہے:

دوسرے فقرے ''وہ گنہگاروں میں شمار کیا گیا،، کا یہ مطلب ہے کہ وہ خارجی کہلایا گیا۔ چنانچہ جب امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مبارک نیزہ پر رکھے ہوئے مع اسیران اہلبیت دشمنان دین شہر بشہر پھرا رہے تھے اور جب اُن سے پوچھا جاتا تھا کہ یہ سر کس کا ہے اور یہ اسیر کس کے اہلبیت ہیں تو یہ جواب دیا جاتا تھا کہ خلیفہ پر ایک شخص نے خروج کیا تھا یہ اُس خارجی کا سر ہے اور اسی کے یہ اہلبیت ہیں:

اور لفظ ''شمار کیا گیا،، کا یہ مطلب ہے کہ وہ واقعی گنہگار (مجرم عاصی وخارجی) نہ تھا جس کی تائید اسی باب کی آیت ۹ سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ ''اُس نے کسیطرح کا ظلم نہ کیا تھا اور اُس کے منھ میں ہرگز چھل نہ تھا،، پھر بھلا وہ گنہگار کیسے ہوسکتا ہے بلکہ

وہ فرقہ گمراہ اور گنہگار ہے جس نے ایک غلط اصول بعد رسول اللہؐ قرار دیا جس کی وجہ سے وہ گنہگار شمار کیا گیا بلکہ اب تک اُس غلط اصول کے پیرو اُس کے اوپر خلیفہ (گو وہ خلیفہ بے دین ملحد و فاسق تھا) پر خروج کرنے کا (غلط الزام لگائے جاتے ہیں حالانکہ اُس کی خوبی آیت نمبر ۵ مذکورہ بالا میں اس طرح عیان ہوتی ہے کہ اُس نے کسی طرح دگا نہ کیا تھا اور اُس کے منھ میں ہرگز چھل نہ تھا جس سے صاف عیاں ہے کہ وہ معصوم تھا چنانچہ اسی بنا پر رسول اللہ نے بہشت کے جوانوں کا سردار اُس کی نسبت فرمایا ہے پھر بھی اُس غلط اصول (انتخاب خلیفہ بذریعہ پنچایت) کے ہٹ دھرم پیرو اُس پر الزام خروج قایم کرنے سے باز نہیں آتے ہیں

بقیہ آیت نمبر ۱۲ - اور اُس نے بہتوں کے گناہ اُٹھائے اور گنہگاروں کی شفاعت کی یعنی اس کا مطلب ہے کہ اُسکی شہادت کی وجہ سے بہتوں نے اُس گناہ سے توبہ کر کے مذہب حقہ اختیار کر لیا اور مذہب باطل چھوڑ دیا جس کے اصول (انتخاب خلیفہ بذریعہ پنچایت) کی وجہ سے امام حسینؑ قتل کئے گئے - اور مذہب حقہ کے پیرو اگرچہ انسانی عاصی و گنہگار ہوں گے اُن کی شفاعت مثل اپنے بزرگوں (رسول خدا و علی مرتضیٰ و جناب سیدہ و امام حسنؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے کریں گے ؛

اِس باب کے مضامین میں سے بعض بعض تو حضرت عیسےٰؑ پر صادق آتے ہیں مگر سب مضامین حضرت عیسےٰؑ پر صادق نہیں آسکتے جس کا ذکر ہر موقع پر کر دیا گیا ہے، اور جبکہ سب مضامین صادق نہیں آسکتے تو یہ پیشین گوئی حضرت عیسےٰؑ کی بابت نہیں ہو سکتی ؛ اور امام حسین علیہ السلام پر سب مضامین صادق آتے ہیں جس کا ثبوت بھی ہر جگہ دیدیا گیا پس بالیقین ثابت ہو گیا کہ یہ پیشین گوئی صرف امام حسینؑ کی بابت ہے ؛

اور اِس پیشین گوئی میں جو لفظ برہ ہے وہ صرف امام حسین پر صادق آتا ہے - کیونکہ وہ مثل برے کے ذبح کئے گئے اسی وجہ سے مکاشفات یوحنا باب ۱۲ کی آیت ۸

میں جس برّہ کا ذکر ہے کہ وہ بنائے عالم سے قتل ہوا ہے اور جن کے نام برّہ کے دفتر حیات میں نہیں لکھے گئے وہ وہ لوگ ہیں جو درندہ جانور مندرجہ مکاشفات باب ۱۳ کی پیروی اختیار کریں گے جو عین پیروی شیطان ہے۔ اس برّہ متذکرہ باب ۱۳ آیت ۸ سے صرف امام حسین علیہ السّلام مُراد ہیں اور کوئی شخص سوائے امام حسینؑ کے برّہ مذکور کا مصداق نہیں ہو سکتا +

اب دیکھئے آیت ۹ باب ۱۳ مکاشفات یوحنا اور وہ یہ ہے " اگر کسی کا کان ہو تو سُنے " اس آیت مین لوگوں کو ہدایت کی گئی ہے اور اُن کو سمجھنے کا اشارہ کیا گیا ہے کہ لوگ اِس مضمون کو (اگر اُن کے کان شنوا ہوں) سُنین اور غور کر کے نتیجہ نکالین اور راہِ ہدایت پر چلین یعنی بارہ ائمۂ اہلبیت مقرر کردہ خداوند تعالےٰ کی امامت کے معتقد ہو کر اُن کا اقتدا اختیار کرین (مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری) جن کا حق پر ہونا اور اُن کے مخالفین (بادشاہان درندہ جانور) کا باطل پر ہونا بلکہ مطیعان و قایم مقامان ابلیس ہونا اس پیشین گوئی سے اظہر من الشمس ہو چکا +

باب ۱۳ کی آیت ۱۰ " اگر کوئی قیدیون کا غول اکٹھا کر لاتا ہے سو قید مین پڑیگا اگر کوئی تلوار سے قتل کرتا ہے سو تلوار سے قتل ہو گا۔ مقدس لوگون کا صبر اور ایمان اِسی میں ہے "

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ یزیدیون نے قتل کیا اور قیدیانِ آلِ رسولؐ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شہر دمشق (دار السلطنت امیر معاویہ و یزید) کو لے گئے ویسی ہی سزا اُن کو دیجائے گی۔ چنانچہ کچھ تو مختار وغیرہ کے ذریعہ سے سزایاب ہو چکے مگر پوری سزا حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے زمانہ میں ہوگی۔ وہ تمام قاتلانِ امام حسینؑ بر دنیا مین طرح طرح کے عذاب ہو چکے جن کے ذکر سے کتابین بھری ہوئی ہیں +

اور فقرہ " مقدس لوگون کا صبر اور ایمان اِسی مین ہے " کا یہ مطلب ہے کہ اِس قتل اور

قید ہونے میں مقدس لوگوں (اہلبیت نبوت) کے صبر اور ایمان کامل کی آزمایش منظور تھی یعنی مخلوق کو یہ دکہانا منظور تھا کہ یہ لوگ (اہلبیت نبوت) ایسے صابر اور کامل الایمان ہیں کہ باوجود مصائب عظیم میں گرفتار ہونے کے راہ خدا سے ایک ذرہ برابر قدم نہیں ہٹاتے اور نہایت استقلال سے راہ حق پر ثابت قدم رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہوجائے کہ یہی لوگ قابلِ امامت تھے اور اِسی لیے خدا نے اُن کو امامت کے لئے نامزد کیا تہا۔ اور ایمان کی آزمائش ایسے ہی سخت موقعوں پر ہوا کرتی ہے چنانچہ اہلبیتؑ ثابت قدم رہے اور دیکہو خلفائے ثلثہ نے اکثر مواقع جنگ (جو آزمائشِ ایمان کا ایک موقع ہوتا ہے) سے ہٹ کر اور ثابت قدم نہ رہکر ثابت کردیا کہ وہ امتحانِ ایمان مین پورے نہین اُترے ؛

پس جبکہ امتحانِ ایمان میں (خلفائے پنچایتی) پورے نہ اُترے اور نہ صبر کی آزمائش میں پورے اُترے تو امامت وخلافت کے قابل بھی نہ ہوئے ؛

اِس امتحان ایمان میں پورے نہ اُترنے کا ذکر رسولؐ اللہ کی ایک حدیث مین ہے جو ازالۃ الخفا مقصدِ دوم صفحہ ۲۵۶ سطر ۶ تا ۱۳ پر درج ہے جس کو شاہ ولی اللہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ معاملہ منتظر الخلافۃ[۱] کے ثبوت میں تحریر کیا ہے۔ فضائل جناب امیرؑ کو شمار کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا مقصدِ دوم صفحہ ۲۵۶ سطر ۷ تا ۱۳ مین تحریر کیا ہے۔ جس کی پوری عبارت نقل کرکے اُس کا ترجمہ لکھونگا۔ اور پھر نتیجہ عرض کرونگا۔ وہ عبارت یہ ہے:۔

"وہم درین سفر بار تضی معاملۂ منتظر الخلافۃ بجا آورد وقد اخرج النسائی والحاکم واللفظ للنسائی

[۱] معاملۂ منتظر الخلافۃ سے شاہ ولی اللہ نے یہ مراد لی ہے کہ رسولؐ کسی شخص کیساتھ ایسا عمل کریں جس سے ظاہر ہوجائے کہ یہ شخص نائب رسولؐ ہونیوالا ہے جیسا کہ حدیث مندرجہ متن سے حضرت علیؑ کا منتظر الخلافۃ ہونا ظاہر کیا ہے مگر اس حدیث کو درج کرتے وقت یہ خیال نہ رہا کہ اسی حدیث سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا منتظر الخلافت نہونا اور امتحان ایمان میں پورا نہونا بھی تو واضح۔

عن علي رضي الله عنه قال جاء النبي صلى الله عليه وسلم اناس من قريش
فقالوا يا محمد انا جيرانك وحلفائك وان من عبيدنا قد اتوك ليس لهم رغبة
في الدين ولا رغبة في الفقه انما فروا من ضياعنا واموالنا فارددهم الينا
فقال لابي بكر ما تقول فقال صدقوا انهم لجيرانك وحلفائك فتغير وجه
النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انهم لجيرانك
وحلفائك فتغير وجه النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال يا معشر قريش والله
ليبعثن الله عليكم رجلا منكم قد امتحن الله قلبه للايمان وليضربنكم على
الدين او يضرب بعضكم قال ابو بكر انا هو يا رسول الله قال لا قال عمر انا هو يا
رسول الله قال لا ولكن ذالك الذي يخصف النعل وقد اعطا عليا نعله
يخصفها ۔

ترجمہ اور اسی (بیعت رضوان وصلح حدیبیہ کے) سفر میں مرتضےٰ[1] کے ساتھ معاملہ منتظر الخلافۃ وقوع میں آیا (جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ رسولؐ کے نائب ہونے والے ہیں)

اب حدیث مندرجۂ بالا کا وہ ترجمہ لکھتا ہوں جو ازالۃ الخفا اردو مطبع اخبار وطن لاہور میں بہ حصۂ سوم صفحہ ۲۸۶ سطر ۲۰ لغایۃ آخر وصفحہ ۲۸۷ از سطر ایک تا ۹ تحریر ہے:-

نسائی اور حاکم نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے (اور یہ الفاظ نسائی کے ہیں)، کہ اُنہوں نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ قریش کے آئے اور کہا ہم تمہارے ہمسایہ اور حلیف ہیں ہمارے کچھ غلام بھاگ کر آپکے پاس آگئے ہیں نہ اُن کو دین کی خواہش ہے اور نہ علم کا شوق ہے بلکہ وہ ہماری ملکیت اور مالوں سے

---

[1] شاہ ولی اللہ کے خیال قلبی کو دیکھو کہ لفظ مرتضیٰ کے ساتھ نہ لفظ حضرت لکھا ہے اور نہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور عبارت نسائی کو دیکھو کہ اُس نے عن علی رضی اللہ عنہ لکھا مگر شاہ صاحب لفظ مرتضیٰ لکھکر ۱۲

جُدا ہونے کی غرض سے بھاگ آئے ہیں سو آپ اُن کو ہمیں واپس کر دیجئے آنحضرتؐ نے ابوبکر سے پوچھا تم کیا کہتے ہو اُنہوں نے کہا یہ سچ کہتے ہیں وہ آپ کے ہمسایہ اور حلیف ہیں (یہ جواب سُنکر) آنحضرتؐ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ پھر عمر سے پوچھا تم کیا کہتے ہو اُنہوں نے کہا سچ کہتے ہیں وہ آپ کے ہمسایہ اور حلیف ہیں (یہ جواب سُنکر آپ کا چہرہ اور زیادہ متغیر ہو گیا اور کہا اے گروہِ قریش (حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ کو قریش ہونے کا تو فخر ہی) خدا کی قسم اللہ تعالےٰ تم (قریش) میں سے تمہارے اوپر ایک آدمی کو مسلط کریگا جس کے دل کو خدا نے ایمان کے لئے جانچ لیا ہے (امتحان کر لیا ہے) اور وہ تم کو (یعنی تم سب کو اور اگر قدرت اور مصلحت سب کے قتل کی نہ ہوئی تو) یا تم میں سے بعض کو دین کی مخالفت پر ماریگا۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ میں ہوں آپ نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا کیا وہ شخص میں ہوں آپ نے کہا نہیں بلکہ وہ شخص وہ ہے جو جوتی ٹانک رہا ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اپنی جوتی حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو ٹانکنے کے لئے دی تھی۔ ترجمہ ختم ہوا +

اس حدیث سے جو امور ظاہر ہوتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں :۔

اوّل تو یہ کہ اہلِ سُنّت وجماعت کا یہ خیال غلط ہے کہ رسولِ خدا حضرت ابوبکر و عمر کے مشورہ کے مطابق عمل کرتے تھے بلکہ اِس روایت حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی رائے سے آنحضرتؐ ایسے ملول ہوئے کہ چہرۂ انور متغیر ہو گیا اور اِن سے مشورہ اِسی لئے لیتے ہوں کہ ان کا نفاق معلوم ہو جائے دیکھ لو کُفّار کے ہم زبان ہو گئے اور مسلمانوں کے واپس کرنے کی صلاح دے رہے ہیں ؛

نمبر ۲ - رسول خدا فرماتے ہیں تم قریش (حضرت ابوبکر و عمر) پر خدا ایک قریشی کو مسلط کریگا (جو آخر حدیث سے واضح ہوا کہ وہ مسلط ہونے والا قریشی حضرت علیؑ ہیں) اور حدیث الائمہ من قریش میں قریش سے حضرت علیؑ اور اولاد رسولؐ مراد ہیں (جیسا کہ رسولؐ نے اس حدیث میں حضرت علیؑ کو قریشی فرمایا) ؛

نمبر۳۔ اُس مسلّط ہونے والے قریشی (حضرت علیؑ) کی یہ صفت ہے کہ خدا نے اُسکے دل کا ایمان کے لئے امتحان کر لیا ہے کہ وہ اِس امتحان مین کامل ہوا ✤

نمبر۴۔ تم قریش دینِ خدا کی مخالفت کرنے لگو گے ✤

نمبر۵۔ وہ مسلّط ہونے والا قریشی (حضرت علیؑ) تم قریش کو بوجہ مخالفت دینِ خدا قتل کریگا۔ جس سے واضح ہے کہ جن قریش (عائشہ وطلحہ وزبیر ومعاویہ) سے حضرت علیؑ نے قتال کیا اِس وجہ سے تھا کہ وہ مخالفتِ دین کرنے لگے تھے ✤

نمبر۶۔ تم سب دین کی مخالفت کرنے لگو گے جو سب قتل کی لایق ہو جاؤ گے مگر وہ مسلّط ہونے والا قریشی جو ایمان کے امتحان مین خدا کے نزدیک پورا اُترا ہے (حضرت علیؑ) تم سب کے قتل کی قدرت نہ پائیگا یا مصلحت حفاظتِ دین کی وجہ سے خاموش رہیگا اور بعض قریش (عائشہ زبیر طلحہ ومعاویہ) کو ماریگا۔ جیسا کہ اِس فقرہ حدیث سے ظاہر ہے کہ تم کو یا تم مین سے بعض کو قتل کریگا ✤

نمبر۷۔ حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر عرض کرتے ہیں کہ کیا وہ شخص میں ہوں جسکا جواب رسولِ خدا یہ دیتے ہیں کہ وہ شخص تم نہیں ہو۔ جس سے آنحضرت نے بالکل ظاہر کر دیا کہ یہ دونوں حضرات نہ ایمان میں پورے ہوئے نہ منتظر الخلافۃ ہین نہ ان کا قتال دین کی مخالفت کی وجہ سے ہوگا (یعنی جو صفتین مسلّط ہونے والے قریشی میں ہیں وہ تم میں نہیں ہیں) جیسا کہ مالک بن نویرہ کا قتل کیونکہ وہ دین کا مخالف نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ یہ کہتا تھا کہ تم خلیفۂ رسولؐ نہیں ہو۔ تم کو زکوٰۃ حوالہ نہیں کی جاسکتی۔ اس جُرم میں وہ مرتد قرار پایا۔ رسولؐ پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ تمہاری جنگ دین کی مخالفت کی بناپر نہ ہوگی ✤

نمبر۸۔ وہ مسلّط ہونے والا قریشی جو ایمان کے امتحان مین خدا کے نزدیک پورا اُترا اور جو سب قریش یا بعض قریش کو دین کی مخالفت کی وجہ سے ماریگا وہ حضرت علیؑ ہیں جو اُسوقت رسولؐ خدا کی جوتیاں ٹانک رہے تھے جس کی وجہ سے حضرت علیؑ کا ایک لقب

خاصف النعل (رسولؐ کی جوتی ٹانکنے والا) بھی ہے +

نمبر۹- یہ پیشین گوئی رسولؐ خدا کی پوری ہوئی کہ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہ وطلحہ و زبیر ومعاویہ وغیرہ کے ساتھہ قتال کیا اور ساتھہ ہی یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جنسے حضرت علیؑ نے قتال کیا وہ دین کی مخالفت کی وجہ سے قتال کیا اور واضح ہوگیا کہ جنکے ساتھہ حضرت نے قتال کیا وہ دین کی مخالفت کرنے لگے تھے - اگرچہ ان سے پہلے کے لوگ بھی دین کی مخالفت کرنے لگے تھے مگر حضرت علیؑ کو اُنکے قتل کرنے کی قدرت نہ ہوئی یا مصلحتِ حفاظتِ اسلام کی وجہ سے خاموش رہے - حفاظت دین کی مصلحت کی وجہ سے قتال نہ کرنے کی صراحت آئندہ ہوگی خلفائے ثلٰثہ کا امتحان مین پورا نہ ہونا رسول کے قول سے بھی ثابت ہوگیا جیسا کہ تاریخی واقعات سے عیان ہے - اب پھر ایمانِ اہلبیتؑ کی آزمائش (یعنی آزمائش کرکے دنیا کو دکھلانا) کی ایک وجہ منجملہ دیگر وجوہات کے عرض کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ جب رسول خداؐ صلعم نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی مقرر کیا اور اُن کے بعد امام حسنؑ وامام حسینؑ وامامان اولاد حسینؑ کو امام نامزد کیا تو منافقینِ اُمتِ محمدی کو خیال ہوا کہ یہ تقررِ رعایتِ رشتہ داری کی وجہ سے ہوا ہے کیا ہم اس امامت کے لائق نہیں ہیں (جیسا کہ اُس روایت سے ظاہر ہے جو صفحہ ۱۱۲ مین مذکور ہوچکی ہے جسمین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے رسولؐ خدا سے پوچھا کہ کیا وہ شخص قریشی (جسکے دل کا خدا ایمان کے لئے امتحان لے چکا ہے اور جو قریش کو دینی مخالفت کی وجہ سے ماریگا) مین ہون جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو لائق امامت سمجھنے لگے تھے جسکا جواب رسولؐ نے دیا کہ تم وہ شخص نہیں ہو) چنانچہ یہ خیال اُن کا اُن کے پیروون کے خیال مین ابتک چلا آتا ہے جو یہ کہتے ہین کہ اگر رسول اللہ اپنے داماد اور اولاد کو وصی مقرر کرتے تو رسولؐ پر رعایت رشتہ داری کا الزام قائم ہوتا (الزام تو اُنہی لوگون کے خیال مین قائم ہوتا جو اُسکو خدا کا برحق رسول نہ جانتے ہون اور یہ خیال کرتے ہون کہ یہ حضرت اپنی طرف سے جو چاہتے ہین بغیر حکم خدا کہ کرتے ہیں - چنانچہ اپنی خواہش سے رعایت رشتہ داری کرکے حضرت علیؑ وغیرہ کو امامت کیلئے

نامزد کردیا اور جنکے خیال مین وہ واقعی اللہ کا رسولؐ ہے تو یہ تقرر بھی حکم خدا سے کیا تو الزام اُس بیچارے نبیؐ پر کیون قائم ہوتا - کیونکہ وہ تو خدا کے حکم کا اظہار کرتا تھا ؛

غرضکہ منافقین کے خیالِ مذکور اور اُن کے تابعین کے خیال کی تردید کے واسطے واقعہ کربلا کو بقوت جبری نہ روکا اِس سے یہ دکھانا منظور تھا کہ اے منافقو اور اُنکے تابعین ذرا کربلا کے واقعہ کو خیال مین لاؤ اور دیکھو کہ حسینؑ مظلوم ایسے مصائب عظیم مین گرفتار ہے کہ جنکا مثل دنیا مین ممکن نہیں اور پھر راہِ شرع پر ایسا مستحکم طور سے قائم ہے کہ جس صبر و استقلال کی مثال دنیا مین نہ ملیگی -

تو کیا اب بھی انصافاً کہہ سکتے ہو کہ ایسا شخص قابلِ امامت نہ تھا اور اُس کے تقرر امامت مین رسولؐ نے رعایت رشتہ داری کی تھی ؟ ہرگز نہیں بلکہ کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہین کہ ایسا شخص ضرور قابلِ امامت تھا اور اُسکا تقرر امامت سوم پر بالکل بجا تھا جو خدا نے زبانی رسولؐ اللہ کی ظاہر کیا تھا - اور اُسمیں رسول کی رعایت رشتہ داری کا کچھ دخل نہ تھا بلکہ خدا نے قابلیت پر نظر فرما کر مقرر کیا - دیکھو اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ سیپارہ ۸ رکوع ۲ ترجمہ اُن اشخاص کو (بوجہ علم مافی الصدور کے) اللہ ہی خوب جانتا ہے جو رسول یا امام بنائے جانے کے لایق ہیں اور رسولِ خدا نے بحکمِ خدا اُنہیں (اہلبیت نبوت) کامل الایمان اور صابرون کو امامت کے لئے نامزد کیا ؛

پس جبکہ تم نے دیکھ لیا کہ واقعۂ کربلا مین کیسے مستقل اور صابر رہے تو اب ایمان لاؤ کہ امامت کے قابل اہلبیت نبی ہین - اور اپنے خود انتخاب کردہ امامونکی امامت سے توبہ کرو جنہون نے اکثر مواقع جہاد (جو آزمائش ایمان کا موقع ہوتا ہے) سے ہٹ کر ثابت کردیا کہ وہ آزمائش ایمان میں پورے نہیں اُترے - پھر یہ لوگ امامت کے قابل کیونکر ہو سکتے ہیں ؟ مگر اہلسنت تو اُسکی امامت کے معتقد ہونگے جو بادشاہ ہو - امام حسینؑ کو کیسے امام کہین وہ بادشاہ تو ہوئے ہی نہیں - جیسا کہ ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام وہی ہوتا ہے

جو بادشاہ ہو۔ چنانچہ اسی اصول پر زین العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ کی امامت کے
منکر ہیں کیونکہ وہ بادشاہ نہیں ہوئے +

اب پھر مکاشفات یوحنا کی شرح شروع کرتا ہوں +

اب آئندہ آیات میں باقی علامات و حالات درندہ جانور کے درج ہیں جنکا ذکر
ذیل میں درج کیا جاتا ہے :- دیکھو باب ۱۳ مکاشفات کی آیات نمبر ۱۱ و ۱۲ +

آیت نمبر ۱۱ "پھر میں نے ایک اور درندہ جانور دیکھا جو زمین سے اٹھا جو اژدہا
(ابلیس) کی طرح بولتا تھا"

آیت نمبر ۱۲ "یہ جانور پہلے جانور کا سارا اختیار رکھکر اُس کے آگے عمل کرتا ہے
زمین اور اُس کے رہنے والوں سے پہلے جانور کو جسکا زخم کاری چنگا کیا گیا تھا پجواتا ہے"

اِس دوسرے جانور سے مُراد حجّاج بن یوسف ثقفی ہے جو عبدالملک بن مروان بن
حکم (۶۶۶ کا عدد والا) کی جانب سے حاکم کوفہ و بصرہ تھا +

اب دکہایا جاتا ہے کہ یہ حالات جو ان آیات مین درج ہیں حجّاج مذکور پر صادق
آتے ہیں یا نہیں :-

آیت نمبر ۱۱ میں لکھا ہے کہ وہ (دوسرا جانور) اژدہا (ابلیس) کی طرح بولتا تھا یعنی اُسکی
تعلیم شیطانی تعلیم تھی۔ ایسی تعلیم اُس کی کیوں نہ ہوتی وہ ماتحت بھی تو شیطان کے قایم مقام
درندہ جانور (عبدالملک مذکور) کا تھا +

اُس کی تعلیم شیطانی کی تائید اور ثبوت مین صرف ایک حوالہ ایک عالمِ جید اہلسنت و جماعت
یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کا دینا کافی ہے۔ دیکھو ازالۃ الخفا فارسی مقصد اوّل صفحہ ۱۵۴
سطر ۷ و ۸ جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ رسولؐ نے حجّاج بن یوسف کے اعمال کی خبر
دی ہے اور "دُعاۃ علی ابواب جھنّم"[۱] کے لقب سے اُسکا ذکر کیا ہے یعنی وہ حجّاج اُن

[۱] دعاۃ علی ابواب جھنّم کا ترجمہ یہ ہے : جہنم کے دروازون پر جہنم کی طرف بلانیوالے ۔۱۲

لوگون مین سے ہی جو دروازہ جہنم پر سے لوگون کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں پس دیکھو اُس کی کیا تعلیم تھی جس کیوجہ سے وہ جہنم کی طرف بلانے والا قرار پایا۔

وہ حجاج اُن لوگون سے جو اُسکے سامنے گرفتار ہوکر آتے تھے کہتا تھا کہ علی علیہ السلام سے تبرا کرو اور عثمان کی محبت اختیار کرو اگر کوئی شخص گرفتار شدہ حضرت علیؑ سے تبرا نہ کرتا تھا اُس کو قتل کر دیتا تھا اور لوگون کو عثمان کی محبت کی ترغیب دلاتا تھا۔

یہی فعل اُسکا (یعنے علیؑ سے تبرا کرانا اور عثمان کی محبت کی ترغیب دلانا اور جو علیؑ سے تبرا نہ کریں اُن کو قتل کر دینا) جہنم کی طرف بلانا ہے جسکو آیت ۱۱ مکاشفات باب ۱۳ مین اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ وہ (دوسرا جانور یعنی حجاج) اژدہا (ابلیس) کی طرح بولتا تھا۔ سبحان اللہ حضرت عثمان بھی کیا خلیفہ برحق ہیں جن کی محبت وپیروی کی ترغیب دلانیوالا جہنم کی طرف بلانیوالا قرار پایا اور زبیر وعائشہ وغیرہ حامیان خون عثمان حق کی کسوٹی میں بقول رسول اللہ ظالم ثابت ہوچکے ہیں۔

آیت ۱۲ باب ۱۳ مکاشفات میں لکھا ہے کہ یہ دوسرا جانور (حجاج) پہلے جانور (عبدالملک وسابقین) کا سارا اختیار رکھکر اُس کے آگے (ماتحتی مین) عمل کرتا ہے سو ظاہر ہے کہ حجاج بن یوسف عبدالملک کی جانب سے حاکم کوفہ وبصرہ تھا اور اُس کی طرف سے بطور گورنر حکومت کرتا تھا۔

اِسی آیت ۱۲ مین یہ جو فقرہ ہے کہ "زمین" (اسلام) "اور اُسکے رہنے والون سے" (دوسرا جانور) "پہلے جانور کو جسکا زخم کاری چنگا کیا گیا تھا پجواتا ہے" اُسکا مطلب معلوم کرنیکو ذیل کے مضمون پر غور کرو۔

حالات تاریخی جن مین کسی شخص مسلم کو اختلاف نہین ہے ظاہر بلکہ روشن ہے کہ حجاج مذکور لوگون کو بطمع مال دنیا وبزور حکومت پیروی ومحبت حضرت عثمان کی ترغیب دلاتا تھا اور اس آیت ۱۲ مین ذکر ہے کہ دوسرا جانور اُس (پہلے) درندہ جانور کو پجواتا ہے جس کے

زخم کاری لگا تھا جو چنگا کیا گیا تو خوب واضح ہو گیا کہ درندہ جانور کے اُس سر سے جس میں زخم کاری لگا تھا حضرت عثمان ہی مراد ہیں جیسا کہ مؤلف اوپر لکھ چکا ہے اور دوسرے جانور سے مراد حجاج بن یوسف ہے کیونکہ وہ اس جانور کو پجواتا ہے (اُس کی پیروی کراتا ہے) جس کے زخم کاری لگا تھا جو چنگا کیا گیا یعنے پیروی و محبت حضرت عثمان کی تعلیم دیتا ہے اور یہ امر جملہ تواریخ سے اِس قدر عیان ہے کہ اخفا ممکن نہیں ہے ؛

اب باب ۱۳ کی آیت ۱۳ ملاحظہ کیجئے اور وہ یہ ہے "اور وہ بڑی کرامات کرتا ہے یہانتک کہ لوگوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ نازل کرتا ہے"

اس آیت میں بیان ہے کہ وہ دوسرا جانور (جس سے مراد حجاج بن یوسف ہے) بڑی کرامات کرتا ہے ؛

اب دیکھنا یہ امر ہے کہ کرامات سے کیا مراد ہے اُس کا حال یہ ہے کہ چونکہ اس دوسرے جانور کی بابت آیت ۱۱ باب ۱۳ میں ذکر ہے کہ وہ دوسرا جانور اژدہا (ابلیس) کی طرح بولتا ہے اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں کرامات سے وہ اصل کرامات تو (جو اولیا اللہ متقین و مومنین کامل کو حاصل ہوتی ہے) مراد ہو نہیں سکتی کیونکہ جب وہ جانور دم شیطان کی طرح بولتا ہے تو اصل کرامات تو ممکن نہیں۔ لہذا اس لفظ کرامات سے زور حکومت کے سوا اور کچھ مراد نہیں ہو سکتی جو حجاج کو بوجہ ماتحتی عبدالملک حاصل تھی ؛

اب سنئے اُس کرامات کی حقیقت کہ وہ کرامات کیا ہے وہ کرامات یہ ہے کہ وہ لوگوں کی نظر میں آسمان سے زمین پر آگ برساتا ہے ؛

اُس کا حال یہ ہے کہ تمام مورخین اسلام متفق اللسان ہیں کہ حجاج بن یوسف کو عبدالملک مذکور نے عبداللہ بن زبیر کی سرکوبی و قتل کے لئے بھیجا تھا اور جب حجاج مکہ معظمہ پہونچا تو عبداللہ بن زبیر حرم بیت اللہ کے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر لئے تو حجاج نے کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر بذریعہ منجنیق یعنی گوپھن کے خانہ کعبہ پر آگ برسائی جس سے لباس خانہ کعبہ اور چھت

خانہ کعبہ جل گئی اور دو سینگ (دنبہ فدیہ حضرت اسمٰعیل کے (جو بطور یادگار واقعہ فدیہ رکھے ہوئے تھے) جل گئے یہ ہے کرامات آگ برسانے کی اس سے واضح ہو گیا کہ اس دوسرے جانور سے بجز کسی کرامات آسمان سے زمین پر آگ برسانا لکھا ہے کوئی شخص سوائے حجاج بن یوسف کے مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک شرط اس دوسری جانور کی یہ ہے کہ وہ ۶۶۶ والے جانور (عبدالملک کا) ماتحت ہو اور یہ آگ کا برسانا اور عبدالملک کا ماتحت ہونا کسی دوسری میں پایا جانا ممکن نہیں اور حجاج میں دونوں شرطیں موجود ہیں۔ اگر کوئی صاحب کسی شخص کا آگ برسانا ظاہر کریں تو اُس میں عبدالملک کی ماتحتی نہ ہو گی غرضکہ اس جانور سے سوائے حجاج مذکور کوئی شخص مراد نہیں ہو سکتا۔ پس جب ثابت ہو گیا تو یہ ایک اور ثبوت اس بات کا ہو گیا کہ جس پہلے جانور کے سامنے (ماتحتی میں) یہ عمل کرتا ہے وہ عبدالملک بن مروان بن حکم ہی ہے (جسکے نام کے عدد معہ پورے پتہ کے ۶۶۶ ہیں۔

اب ملاحظہ کیجئے باب ۱۳ کی آیت ۱۴ و ۱۵۔

آیت ۱۴ "اور اُن کرامات سے جنھیں اُس درندہ جانور کے سامنے اُسکو کرنیکا اختیار دیا گیا زمین کے رہنے والونکو دغا دیتا ہے کہ زمین کے رہنے والوں سے کہتا ہے کہ تم اُس جانور کی جسمیں تلوار کا گھاؤ (زخم) تھا اور وہ تو بھی جیا مورت بناؤ"۔ اس آیت سے جو امور واضح ہیں حسب ذیل ہیں۔

جن کرامات کے کرنیکا اختیار اُسکو درندہ جانور (عبدالملک بادشاہ) نے دیا اس سے پھر ثابت ہوا کہ وہ کرامات زور حکومت ہی ہے کیونکہ بادشاہ کی ماتحتی سے زور حکومت ہی حاصل ہوتا ہے بادشاہ کو اصل کرامات دینے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

دوسرے اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کرامات کے ذریعہ سے لوگوں کو دغا دیتا ہے تو جن کرامات کے ذریعہ سے دغا دیجاوے وہ اصل کرامات کیسے ہو سکتے ہیں بلکہ کرامات سے قطعی زور حکومت مراد ہے۔

اب یہ غور کے قابل ہے کہ آیت ۱۴ مذکورۂ بالا مین لکھا ہے کہ اُن کرامات کے ذریعہ سے لوگوں کو دغا دیتا ہے (اور وہ دغا یہ ہے کہ لوگون سے اُس جانور کی مورت کو پجواتا ہے جسکی زخم کاری لگا تھا اور جسکے زخم کاری لگا تھا وہ حضرت عثمان ہیں ۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ حجاج جو اس جانور کو پجواتا ہے یعنی حضرت عثمان کی پیروی اور محبت کی ترغیب بزور حکومت دلاتا ہے تو اُس کا یہ فعل دغا کا فعل ہے یعنی اس فعل کا نتیجہ گمراہ کرنا ہے اب اس سے زیادہ اور کیا وصاحت چاہئے کہ عثمان کی محبت اور پیروی کی ترغیب دلانا دغا کا فعل ہے ایسے خلفار ہرگز خلیفۂ برحق نہین ہو سکتے جن کی محبت و پیروی کی ترغیب دلانے کو پیشین گوئی مین دغا کا فعل کہا گیا ہے ۔

اور آیت کے اس فقرہ "جسکے زخم کاری لگا تھا تو بھی وہ جیا" کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ سابق مین ثابت ہو چکا ہے کہ جانور کے اُس سر سے جس میں تلوار کا گھاؤ تھا حضرت عثمان مراد ہیں کیونکہ اُن کے قتل کے بعد سلطنت حضرت علیؑ کو مل گئے تھے یعنے بنی امیہ کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی تھی (جس کی نسبت زخم کاری لگنا کہا گیا ہے) مگر حضرت علیؑ کی شہادت ہوجانے سے سلطنت پھر بنی امیہ (امیر معاویہ کے قبضہ مین چلی گئی جسکے واسطے یہ لفظ بولا گیا کہ وہ جانور باوجود زخم کے بھی جیا ۔

آیت ۱۵ "اور اُسے یہ دیا گیا کہ اُس جانور کی مورت کو جان بخشے کہ اُس جانور کی مورت باتین بھی کرے اور اُن سب کو جو اُس جانور کی مورت کو نہ پوجین قتل کروائے" ۔

اس آیت کے الفاظ کا مطلب واضح کرنیسے قبل الفاظ کے معنے لکھدینا مناسب ہین جو حسب ذیل مین جو خطوط وحدانی کے اندر لکھدئے گئے ہیں ۔

اور اُسے یہ دیا گیا (یعنی سلطنت عبد الملک کیجانب سے ایسے اختیارات دئے گئے) کہ اُس جانور کی مورت (بدعات و قواعد جاری کردہ حضرت عثمان) کو جان بخشے (اُن قواعد مردہ کو زندہ کردے) کہ اُس جانور کی مورت باتین بھی کرے (وہ قواعد اس طرح جاری ہو جائین

کہ گویا حضرت عثمان ہی بول رہے ہیں) اور اُن سب کو جو اُس جانور کی مورت (بدعات وقواعد جاری کردہ حضرت عثمان) کو نہ پوجین (پیروی نہ کریں) قتل کروائے۔

اس آیت مین جو اُس جانور کی مورت بنانا اور اُس مورت کو جان بخشنا کہ وہ مورت باتین بھی کرے مذکور ہیں یہ سب الفاظ بطور تمثیل ہین جیسا کہ خود لفظ جانور بطور تمثیل بولا گیا ہے چنانچہ آیندہ باب ۱۳ کی آیت ۱۸ مین صاف تحریر ہے کہ جس جانور کے نام کے عدد ۶۶۶ ہین وہ کوئی جانور نہین ہے بلکہ انسان ہے ؛

بس اصل مطلب آیت ۱۵ کا یہ ہے کہ چونکہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علیؑ بادشاہ مانے گئے اور حضرت علیؑ نے بدعات جاری کردہ عثمان وغیرہ خلفاء سابقین کو جہانتک ممکن ہوا محو کیا تو حجاج نے اُن بدعات کو از سر نو زندہ کیا اور بزور حکومت (جسکو آیت مین کرامات لکھا ہے) اسقدر رواج دیا کہ گویا حضرت عثمان کی مورت بنادی جو فنا ہو گئی تھی اور اُس مین جان ڈالدی گویا خود زندہ ہو کر باتین کرنے لگے کیونکہ جو احکام حجاج مذکور نے جاری کئے وہ مطابق حضرت عثمان کے احکام کے تھے چنانچہ عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو عراق کا والی مقرر کیا تو اُس نے کوفہ کے تخت پر بیٹھکر پہلا حکم یہی دیا کہ کوئی شخص امور شرعی کا فیصلہ ابو تراب (حضرت علیؑ) کے فتوے کے مطابق نہ کیا کرے چنانچہ اُسکی اس حکم کا تذکرہ مسعودی نے مروج الذہب مین اس طرح لکھا ہے کہ ایک دن حجاج نے قاضی شرع کو بلا کر ایک مسئلہ بیان کیا اور کہا کہ اس مسئلہ مین ہر ایک خلیفہ کا حکم علحدہ علحدہ بیان کر جب قاضی شرع نے بیان کیا تو حجاج نے حکم دیا کہ عثمان کے حکم کی مطابق فتویٰ دیا کرو اور ابو تراب کی مطابق حکم ندیا کرو ؛

یہ تھی وہ بات کہ حجاج نے گویا عثمان کو پھر زندہ کر دیا اور گویا وہ زندہ ہو کر خود بولنے لگے

اب آیت مذکور کے ٹکڑہ ذیل کا مطلب دیکھو وہ ٹکڑہ یہ ہے "اور اُن سب کو جو اُس جانور کی مورت کو نہ پوجین قتل کروائے" اس سے یہ مطلب ہے کہ جو کوئی حضرت عثمان اور خلفاء

سابقین اور مابعد کے سوا عبدالملک کے اطاعت نہ کرے قتل کر دیا جاوے کیونکہ پوچھنے سے مراد اطاعت ہے جو سابق میں ثابت ہوچکا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ احکام جاری کردہ خلفائے ثلثہ وغیرہ کی اطاعت و پیروی نہ کرنے والے سب محبان و پیروان اہلبیت نبوت ہیں جو بموجب حدیث الثقلین فرمودہ رسول الثقلین اہلبیت نبوت کے پیرو ہیں اور جو ان خلفاء ثلثہ کو بوجہ ناواقفیت علوم دینی (قران و حدیث) اور بوجہ عدم معصومیت کے امامت کے قابل نہ جانتے تھے لہذا اُنکے احکام کی اطاعت اور پیروی بھی نہ کرتے تھے اور اسی جرم میں وہ قتل کئے جاتے تھے اور یہ امر تاریخ سے آفتاب کیطرح عیاں ہے کہ حجاج نے اسی جرم (عدم اطاعت خلفاء مذکور) میں ایک لاکھ سے زیادہ شیعہ قتل کئے جو گرفتار ہو کر آئے تھے اور عدم اقرار محبت عثمان کیوجہ قتل کئے جاتے تھے۔

دیکھو تاریخ کامل صفحہ ۲۲۳ جلد ۴ جہاں لکھا ہے کہ حجاج نے بیان کیا کہ میں نے ایک لاکھ ایسے اشخاص کو قتل کیا جو یزید (پانچوان منجملہ ۸ بادشاہان درندہ جانور) کو شرابی اور منافق کہتے تھے اور ظاہر ہے کہ یزید کو شرابی اور منافق کہنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو اہلبیت کی پیرو تھے ورنہ باقی تو اُس کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے (جسکی بیعت کے اقرار نہ کرنے کے جرم میں امام حسینؑ قتل کئے گئے) بلکہ حسب تحقیق مندرجہ رسالہ اصلاح بہت سے اُسکی نبوت کے قائل تھے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ آجتک بھی بہت مسلمان (منجملہ سنت وجماعت) اسکو کافر کہنے میں تامل کرتے ہیں (اور شیعوں کو کافر کہنے میں تامل نہیں کرتے) چنانچہ سنا گیا ہے (دروغ برگردن راوی) کہ مولوی تسلیم احمد صاحب امروہوی نے تو ایک مولود شریف کی مجلس محترم کی اختتام پر یزید کی مغفرت کے دعا کرنے کی فرمایش کی تھی اور مرزا حیرت دہلوی تو یزید کو حضرت یزید امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین لکھتے ہیں۔

پس یہ ایک لاکھ اشخاص شیعیان علیؑ تھے جو درندہ جانور کے نہ پوجنے کے جرم میں قتل کئے گئے۔

اب ایک اور علامت دوسرے جانور کی بیان کیجاتی ہے جو واقع ہو چکی اور جو حجاج مذکور (دوسرے جانور) پر یقیناً صادق آتی ہے کیونکہ اُس سے وہ عمل سرزد ہو چکا جو باب ۱۳ کی آیت ۱۶ مین لکھا ہے جو اُس کی ایک علامت ہے۔

آیت ۱۶ "اور سب چھوٹے بڑے دولتمند غریب آزاد غلام سبھوں کے دہنے ہاتھ پر نشان کروا دیتا ہے اس آیت مین چھوٹے سے کم رتبہ کے لوگ بڑے سے صحابہ ساکنان مدینہ طیبہ امیر غریب آزاد اور غلام غرضکہ جملہ ساکنان مدینہ طیبہ مراد ہیں۔

چنانچہ جب حجاج بعد قتل عبداللہ بن زبیر وخرابی بیت اللہ مدینہ منورہ پہونچا تو اُسنے اہل مدینہ کے ہاتھون پر داغ دلوائے۔ جو علامت اس کی تھی کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم عبدالملک کے صرف بیعت کنندہ اور پیرو ہی نہیں بلکہ غلام ہیں چنانچہ تاریخ کامل صفحہ ۱۲۹ جلد ۴ میں لکھا ہے کہ حجاج جب اس مہم (قتل عبداللہ بن زبیر) سے فارغ ہوکر وارد مدینہ ہوا تو ایک دو ماہ قیام کیا اور بہت سے صحابہ رسول اللہ کے ہاتھ داغی گئے چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری وانس بن مالک وسہل بن سعد کے ہاتھ بھی داغی گئے اور یہ سزا انہیں لوگوں سے مخصوص نہ تھی بلکہ تمامی اہل مدینہ اسی عذاب میں مبتلا تھے کیونکہ حجاج عام طور پر ان سب لوگون سے کہتا تھا انتم قتلۃ امیر المومنین عثمان یعنی تم لوگ امیرالمومنین عثمان کے قاتل ہو واہ کیا امیر المومنین ہیں جن کی ترغیب دلانے والے (حجاج) کو اس پیشین گوئی مین شیطان کے مثل بولنے والا اور دغا کا فعل کرنے والا اور حدیث رسول اللہ میں لوگون کو اپنی تعلیم غیر حقہ سے جہنم کی طرف بلانے والے کا خطاب ملا ہوا ہے۔

اب خوب واضح ہو گیا کہ وہ (دوسرا) جانور جو اُس (اوّل) جانور کو پوجواتا تھا جسکے زخم کاری لگا تھا جو بعد کو چنگا ہو گیا حجاج بن یوسف ہے اور جسکے زخم کاری لگا تھا جو چنگا کیا گیا حضرت عثمان ہیں اور جن لوگون کو حجاج قتل کراتا تھا وہ شیعیان و پیروان اہلبیت ہیں جو حضرت عثمان وغیرہ سلاطین درندہ جانور کو نہ قابل امامت جانتے تھے نہ اُنکے احکام کی پیروی کرتے تھے

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اُس کے جملہ افعال دغا و گمراہی کے افعال تھے یعنے لوگون کو راہ حق سے گمراہ کرتا تھا جس سے حضرت عثمان کا خلیفۂ ناجائز ہونا خوب واضح ہو گیا ؛

کیونکہ وہ حجاج انھیں کے احکام جاری کرتا تھا اور اُنہیں کے نہ ماننے والون کو قتل کراتا تھا ؛

سابق مین بیان ہو چکا ہے کہ اُس درندہ جانور کے پوجنے والے (اُس کے احکام کی پیروی کرنیوالے) سب اژدہا (شیطان) کے پوجنے والے ہین اور ہلاکت میں جانیوالے ہین یعنی قابل عذاب ہیں کیونکہ بوجہ پیروی سلاطین درندہ جانور اُن کے نام برہ (امام حسین علیہ السلام کے دفتر حیات یعنے نجات میں نہیں لکھے گئے یعنی محبان و پیروان اہل بیت رسالت نہیں ہیں یہ نتیجہ کہ بادشاہان درندہ جانور کی پیروی سے اہل بیت کی پیروی سے خارج ہونا لازم آتا ہے جس کی سزا یہ ہے کہ درندہ جانور کی پیروی کرنے والوں کے نام دفتر حیات یعنی نجات سے خارج ہیں جو پیشین گوئی سے واضح ہو گیا جو نہ شیعون کی کتاب ہے نہ سنیوں کی بلکہ امت محمدی کے وجود سے چھ سو برس پہلے کی کتاب ہے ؛

اب ملاحظہ کیجئے دو عالمان سنت و جماعت کی مستند و مسلمہ کتابوں کی عبارات یعنی تحفۂ اثنا عشری اور ازالۃ الخفا جن سے وہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو پیشین گوئی سے برآمد ہوا ہے۔ تحفہ اثنا عشری شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی اور ازالۃ الخفا اُن کے والد ماجد شاہ ولی اللہ کی ہے ؛

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشری مین اُس گروہ کو جو مطیع اہل بیت نہیں ہیں گمراہ اور خارج از دین تحریر فرمایا ہے چنانچہ شاہ صاحب مذکور کے تحفۂ مذکور کی عبارت بجنسہ درج ذیل ہے ؛

باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سُنی این حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمود اِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقلَین مَا اِنْ تَمَسَّکتُم بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعدِی کِتَابَ اللہِ وَعِترَتِی اَھلَبَیتِی پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی ما را پیغمبر حوالہ این دو چیز عظیم القدر فرمودہ است

پس مذہبی کہ مخالف این دو باشد در امور شرعیہ عقیدتاً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار این ہر دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین باشد۔

ترجمہ عبارت شاہ عبدالعزیز

جاننا چاہئے کہ باتفاق شیعہ و سُنّی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ مین تم مین دو گرانقدر چیزین چھوڑے جاتا ہون جب تک تم ان دونون کو پکڑے رہوگے یعنے پیروی کرتے رہوگے ہرگز میرے بعد گمراہ نہوگے۔

اب ملاحظہ ہو وہ قول امام شافعی کا جسکو شاہ ولی صاحب پدر شاہ عبدالعزیز نے ازالۃ الخفا مقصد اوّل صفحہ ۱۱۹ سطر ۷ و ۸ این درج کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے:

کہ جب ہم تقلید کرینگے تو ابوبکر و عمر و عثمان تین اماموں کے قول کی پیروی کرینگے اور اگرچہ حضرت علیؑ کے احکام مجھکو محبوب ہین مگر حضرت علیؑ کے احکام جاری کرنے سے مذہب جدید کی پیروی ہو جائیگی کیونکہ حضرت علیؑ کے احکام اہل سنت مین جاری نہیں ہوئے جس سے علانیہ ظاہر ہے کہ جو احکام اہل سنت مین جاری ہیں وہ خلفا ثلثہ کے جاری کردہ ہین جو احکام حضرت علیؑ (اہل بیت رسالت) کے مخالف اور رسول کی سنت کے مخالف ہین کیونکہ اگر خلفا ثلثہ اور حضرت علیؑ کے احکام ایک ہوتے تو حضرت علیؑ کے احکام جاری ہونیسے مذہب جدید نہ ہوتا نتیجہ یہ ہوا کہ جو احکام (جاری کردہ خلفائے ثلثہ) اہل سنت مین رائج ہین وہ مخالف احکام اہلبیت ہین اور چونکہ اہل بیت قران سے بموجب حدیث الثقلین جدا نہین ہو سکتے لہذا وہ احکام جو اہل سنت مین رائج ہین مخالف قران بھی ہین۔

اور بقول شاہ عبدالعزیز حسب ارشاد رسول اللہ) وہ مذہب باطل اور نامعتبر ہوتا ہے جو مخالف احکام اہلبیت و قران ہے اور ازالۃ الخفا کے مضمون مندرجہ بالا سے عیان ہو گیا کہ جو احکام اہلسنت و جماعت مین رائج ہین وہ اہل بیت کی تعلیم کئے ہوئے نہیں لہذا قران کے

مخالف ہین تو مذہب اہل سنت وجماعت باطل اور نامعتبر ہوا اور اُسپر عمل کرنے والا گمراہ اور دین سے خارج ہوا ؛

اس موقع پر چند باتین جو خلفاء ثلثہ کی تعلیم اور اہل بیت رسالت کی تعلیم مین علانیہ طور پر ایک دوسرے سے مخالف ہین لکھے دیتا ہون ؛

تعلیم اہلبیت	تعلیم خلفاء ثلثہ
خدا کو آنکھین نہین دیکھ سکتین نہ دنیا مین نہ آخرت مین	قیامت مین خدا کا دیدار ہوگا ؛
خدا مجسم نہین ہے	خدا اپنی پنڈلی قیامت مین کھولیگا ۔
بندہ افعال نیک و بد کرنے مین مختار ہے	بندہ کو افعال نیک و بد کرنیکا اختیار نہین بندہ مجبور ہے خدا ہی سب فعل بندونسے جبراً کراتا ہے ۔
ہر نبی و رسول معصوم ہوتا ہے	نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں ۔
وضو مین پاؤن کا مسح کرنا چاہیئے ۔	وضو مین پاؤن دہونا چاہیئے ۔
امام معصوم ہونا چاہیئے اور پیش نماز عادل	امام کا معصوم ہونا ضروری نہین بلکہ فاسق و فاجر بھی خلیفہ و امام ہوسکتا ہے اور نماز فاسق کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں ؛
نماز ہاتھ کھولکر پڑہنی چاہیئے	نماز ٹہرو پر اور سینہ پر ہاتھ باندھ کر پڑہنی چاہیئے اور بقول امام مالک ہاتھ کھولکر ۔

اب تو واضح ہو گیا کہ مذہب سنت وجماعت تعلیم اہلبیت کے خلاف ہے جو تعلیم موافق قرآن ہوتی ہے اور بقول شاہ عبد العزیز جو مذہب ان دونون (قرآن واہلبیت) کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور اُسپر عمل کرنیوالا گمراہ اور دین سے خارج ہے اسی لئے مکاشفات حضرت یوحنا مین سلاطین درندہ جانور کے احکام کی پیروی کرنیوالونکو شیطان کا مطیع فرمایا ہے جس کی سزا مین اُن کے نام دفتر حیات ونجات سے خارج ہیں اب ذرا ۷۳ فرقہ والی حدیث کو دیکھو کہ ایک فرقہ ناجی ہے جنکے نام بره (امام حسین) کے دفتر حیات مین لکھے ہوئے ہین اور بقیہ ۷۲ جو مخالف اہل بیت ہین اُن کے نام دفتر نجات سے خارج ہین

چونکہ شاہ عبد العزیز صاحب کے تحفہ اثنا عشری کی عبارت لکھنے مین حدیث ثقلین کا ذکر آگیا ہے لہذا اُس حدیث کے بعض مطالب کا بیان کر دینا ضروری ہے اس لیے کہ جب وہ حدیث شیعہ و سُنی میں متفق علیہ ہے تو کسی فریق کو اُس کے مضامین سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اُس کی نسبت شیعہ و سنی دونون متفق ہین تو وہ بالیقین رسول اللہ کا فرمان ہے جس کی اطاعت سب مسلمانون پر فرض ہے۔ اُن مضامین کے لکھنے سے پہلے ناظرین سے التماس ہے کہ تحفہ اثنا عشری کی مندرجہ حدیث ثقلین کا ترجمہ دوبارہ پڑھ لین جو اوپر لکھا گیا ہے تاکہ جب حدیث کا مطلب ذہن مین حاضر ہوگا تو جو مضامین عرض کیے جاوین گے قلب قبول کرتا جائیگا وہ مضامین حسب ذیل ہین۔

۱
مین چھوڑتا ہون سے ظاہر ہے کہ یہ وصیت نامہ ہے تو جب ہر انتقال کرنیوالیکا وصیت نامہ غور کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو خاتم النبیین کا وصیت نامہ تو مسلمانون کو نہایت ہی غور سے دیکھنا ضرور ہے کیا کوئی مسلمان اس سے انکار کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

۲
حدیث مین یہ جو فرمایا ہے کہ تم مین دو بیش قیمت چیزین چھوڑتا ہون۔ اس میں غور طلب یہ امر ہے کہ لفظ (تم) سے کون لوگ مراد ہیں۔ ضرور اس لفظ تم سے صحابہ مراد ہیں جن سے مخاطب ہوکر یہ حدیث رسول امتنے فرمائی اور وہ کل امت بھی اس حکم مین شامل ہے جو قیامت تک ہوگی ؛

دوسرے فقرہ میں یہ فرمایا کہ اگر تم (صحابہ وکل امت) ان دونون (قرآن واہلبیت) کی پیروی کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہلبیت کی پیروی میری بعد کرنا جو فقرہ (اگر اہلبیت وقرآن کی پیروی کروگے سے ظاہر ہے) کیا اس حدیث مین نہایت صاف طور پر صحابہ وغیرہ کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میرے بعد اہلبیت کی پیروی کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤگے کیا یہ امام اور پیشوا مقرر کرنا نہیں ہوا پھر باوجود حکم اطاعت اہل بیت کے خلفاء ثلثہ خود امام کیسے بنگئے اہل صاحبان انصاف غور فرمائین کہ حضرت ابوبکر وغیرہ نے اس حدیث کے حکم کی تعمیل کی یا نہیں ؛

حضرت ابو بکر نے اس حدیث کے حکم کی تعمیل نہین کی اور اس کے تعمیل نہ کرنیوالے کو رسول اللہؐ نے گمراہ کہا ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب بھی دین سے خارج تبلاتے ہین؛
اب آپ یہ کہینگے کہ کیسے معلوم ہوا کہ شیخین نے پیروی نہین کی۔ اس کے ثبوت کے لئے حضرت علیؑ سے ابو بکر کی بیعت کے لئے ایسا اصرار ہونا اور بیعت لینا کہ اُن کے گھر کو آگ لگانیکی دہمکی دی گئی دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۹ آخری سطرین یا حضرت علیؑ کا قطعی بیعت نکرنا دو امر ہین ان دونون کا نتیجہ دیکھو
حضرت علیؑ سے حضرت ابو بکر کی بیعت لینے پر اصرار کرنا اور بیعت کرانیکا یہ نتیجہ ہو کہ رسول اللہ کا ارشاد تھا کہ تم سب صحابہ اہلبیت کے پیرو اور اُن کے مطیع رہنا یہان اُسکا اُلٹا عمل ہوا تو حکم رسولؐ کی مخالف عمل کیا جسکا نتیجہ حدیث مین اور قول شاہ عبد العزیز مین دیکھو اور اگر حضرت علیؑ نے بیعت نہین کی (اور واقعی نہیں کیونکہ اگر بیعت کرتے اور خلیفہ اول کو امام برحق جانتے تو اُنکے طریقہ کی پیروی سے وقت تقرر خلافت سوم باوجود امید ملنے سلطنت کے انکار نکرتے) تو ابو بکر کی خلافت بھی صحیح نہوئی کیونکہ اہل بیت اُس اجماع مین جب شریک نہیں تو وہ اجماع ہی پورا نہوا تو دونون طرح خلفا ناجائز ہوئے نہ رسول کی نص اُنکے لئے تھی کیونکہ بقول حضرت عمر کے رسولؐ نے کسی کو نامزد نہیں کیا تھا؛
شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے تحفہ مین حدیث ثقلین کو لکھکر ایک عجیب شگوفہ چھوڑا جو ایسے عالم سے نہایت بعید تھا جو صریح مغالطہ اور گمراہ کنندہ ہے؛
لکھتے ہیں کہ حضرت رقیہ و ام کلثوم ازواج حضرت عثمان کو شیعہ اہلبیت میں شامل نہین کرتے تو اہلبیت کی پیروی کیا کرینگے کیا خوب شاہ صاحب کو وہ واقعہ معلوم تو ضرور ہوگا کیونکہ کیونکہ اُن کے علم کا درجہ کچھ معمولی عالموں کا سا نہ تھا مگر قصداً لوگون کو مغالطہ دینے کو چھپا ڈالا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت رقیہ و امّ کلثوم ازواج حضرت عثمان تو رسول اللہ کی حیات مین انتقال کر چکی تھین (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۲۲ سطر ۲ لغایۃ ۱۰) پھر وہ ان اہلبیت مین

کیسے شامل ہوسکتے ہین جنکی نسبت رسول اللہ فرماتے ہیں کہ مین انکو چھوڑے جاتا ہون یعنے اسوقت (میری وفات کے وقت اور میرے بعد باقی رہنے والے) موجود ہیں اور انھیں کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ پھر شاہ صاحب کو حضرت رقیہ وام کلثوم کو اہلبیت مین داخل کرنے سے کیا حاصل ہوا؟

شاہ صاحب نے حضرت رقیہ وام کلثوم کو اہلبیت مین شاید اس لئے شامل کیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل اہلبیت کی پیروی تو انہون نے ترک کردی ہے جسکی پیروی کی رسول نے ہدایت کی تھی لہذا اہلبیت کا پیرو قرار پانے کے لئے حضرت رقیہ وام کلثوم کو اہل بیت مین قرار دیا حالانکہ بالیقین یہ بھی معلوم ہے کہ دنیا مین کسی کتاب مین ان حضرت رقیہ وام کلثوم کی تعلیم کردہ احکام موجود نہین جنکی شاہ صاحب یا اُنکے تابعین (اہل سنت) پیروی کرتے ہون اب ایک اور طرہ ملاحظہ کیجئے وہ یہ ہے کہ حضرات اہل سنت وجماعت بوجہ اسکے کہ اصلی اہل بیت کی پیروی ترک کرچکے ہین تو اہلبیت کی پیروی نہ کرنے کے جرم سے بچنے کے لئے ازواج رسول کو اہلبیت میں داخل کرتے ہیں جس سے مطلب یہ ہے کہ اگر اصل اہلبیت کی پیروی نہیں کی تو کیا ہرج ہوا لیجئے ہمنے کسی اور اہلبیت (ازواج رسول) کی ہی پیروی کرلی (نوٹ مؤلف ناظرین کو واضح ہو کہ سب ازواج رسول اللہ کو اہل بیت میں شامل کرنے کا منشاء یہ ہے کہ کسیطرح حکم عام ثابت ہو کر حضرت عائشہ اہلبیت رسول مین داخل ہوجائین ورنہ دیگر ازواج سے کچھ تعلق نہیں بلکہ مخالفت ہے جیسے حضرت ام سلمہ زوجہ رسولخدا کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں آیہ تطہیر میرے گھر مین نازل ہوئی ہے میرے گھر میں رسول اللہ نے خود اور حضرت علیؑ وفاطمہ حسنین علیہم السلام کو کملی کے نیچے کرکر فرمایا کہ یہ میری اہلبیت ہیں حضرت ام سلمہ کہتی ہین مین نے عرض کیا کہ میں بھی کملی کے نیچے آجاؤن تو آنحضرت نے اُنکے داخل اہلبیت ہونیسے انکار کیا اور فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے لہذا ان حضرات ام سلمہ کو بوجہ طرفدار اہل بیت ہونیکے کوئی سُنّی پوچھتا ہی نہین) ازوج کو اہلبیت مین شامل کرنے کا جواب یہ ہے کہ حدیث

ثقلین گھر کا کھیل نہیں ہے یہ خدا کے رسول کا قول ہے جسمین بتلایا گیا ہے کہ اہلبیت کی پیروی کرنیوالا ہرگز گمراہی نہ ہوگی اور ہم دیکھتے ہین اور سب دنیار اسلام نے دیکھ لیا کہ حضرت عائشہ (زوجہ رسول اللہؐ) نے مسلمانون کو حضرت علیؑ سے جنگ پر آمادہ کیا اور ہزارون مسلمان قتل کرادئے اور حضرت علی علیہ السلام کے قتل کا قطعی ارادہ تھا چنانچہ جنگ جمل مین یہ تذکرہ ہوتے تھے کہ حضرت علیؑ کے قتل کے بعد طلحہ خلیفہ ہونگے یا زبیر؂

حضرات ناظرین پر یہ بھی واضح رہے کہ اسوقت حضرت علیؑ کی حیثیت شیعون کے امام اول اور سنت وجماعت کے خلیفہ برحق چہارم کی ہی تو کیا اُنسے قتال کرنیوالا گمراہ نہ ہوا ضرور ہوا (جیسا کہ حق کی کسوٹی مین دکہا دیا گیا ہے کہ زبیر کو بطور پیشین گوئی رسولخدا نے حضرت علیؑ سے لڑنے کی وجہ سے ظالم فرمایا ہے اور حضرت عائشہ پر کتے بہونکنے کی خبر دی تھی جو پوری ہوئی)

اسی گمراہی کی وجہ سے اہل سنت جنگ جمل میں حضرت عائشہ سے خطار اجتہادی سرزد ہونے کے قابل ہین اور کہتے ہین کہ حضرت عائشہ نے توبہ کرلی تھی تو کیا جو خود خاطی ہوا اور جس کی پیروی سے لوگ گمراہ ہون وہ اُن اہلبیت مین داخل ہوسکتا ہے جن کی نسبت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ اُن پیروی کرنے والا ہرگز گمراہ نہ ہوگا یہان خود اہلبیت فرضی (حضرت عائشہ) خاطی ہوگئی؂

اور اگر اس آیت کے مضمون پر غور کیا جاوے تو اور لطف آجاوے اور وہ آیت یہ ہی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ - پارہ ۳ رکوع ۱۱ آیت اول

ترجمہ جو لوگ کہ آیات خدا کے منکر ہیں (اور آیندہ منکر ہونگے) اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے (ہین) اور (آیندہ) اور اُن انسانون کو قتل کرتے ہیں اور کرینگے جو عدل کے ساتھ حکم کرتی ہین تو تم (اے نبی

اُن کو عذاب الیم کی بشارت سُنا دو۔

اب صاحبان انصاف غور کرین کہ جنگ مین قطعی ارادہ قتل کا ہوتا ہے اور کیا کسی مسلمان کو سوائے خارجی کے اسمین شک ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ حکم بعدل کرنیوالی ہیں خصوصاً (بقول اہل سنت) چوتھے خلیفہ برحق ہوکر اور اُن کے قتل کا ارادہ ہے جیسے کہ اور ہمراہی آپ کے قتل ہو گئے ممکن تھا کہ یہ بھی قتل ہو جاتے تو اُن علی (حکم بعدل کرنے والے کے قاتل کو بشارت عذاب الیم کی دیجاتی ہے تو جس کی پیروی سے بشارت عذاب کی دیجاتی ہے توجس کی پیروی سے بشارت عذاب الیم کی ملتی ہو کیا وہ (زوجہ رسولؐ) اُن اہلبیت مین داخل ہو سکتی ہین جنکی پیروی سے آدمی کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ حدیث ثقلین مین رسول اللہؐ نے فرمایا ہے اور یہان خود بھی خاطی ہین اور پیرو بھی گمراہ ہین غرضکہ ازواج نبیؐ اُن اہلبیت مین داخل نہیں ہو سکتے جن کی پیروی کا حکم رسول نے دیکر فرمایا ہے کہ اُسکا پیرو کبھی گمراہ نہو گا

شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو حدیث ثقلین اپنے تحفۂ اثنا عشری مین تحریر کی اُس مین سے حدیث کا ایک فقرہ ترک کر دیا ہے۔ جسمین رسول اللہؐ نے اُس کی وجہ ظاہر فرمائی ہو کہ اہلبیت کا پیرو کیون گمراہ نہ ہوگا۔ اور وہ فقرہ یہ ہے جو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۵۹ سطر ۲۱۔ آخر و ۲۲ مین درج ہے فانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ترجمہ پس وہ دونون (قران واہلبیت) ہرگز ایک دوسرے سے جدا ہونگے جبتک میرے پاس حوض کوثر پہ نہ پہونچیں جس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ قران کیساتھ اہلبیت مین سے ایکشخص ضرور دنیا مین رہیگا۔ حدیث کے اس ٹکڑہ مین یہ مضمون غور طلب ہے کہ قران سے اہل بیت کے جدا ہونیکا کیا مطلب ہے۔

قران سے جدا ہونے کی چند مثالین دیکر مضمون جدائی واضح کرتا ہون۔

قران نماز کو واجب بتلاتا ہے اور کوئی اُس کی تعمیل نہ کرے یا واجب نہ مانے وہ بیشک قرآن سے جدا ہو گیا۔

قرآن روزہ کو بشرائط فرض بتلاتا ہے کوئی باوجود شرائط روزہ نہیں رکھتا وہ قرآن سی جدا ہو گیا؛

قرآن فسق و فجور کو منع کرتا ہے کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا قرآن سے جدا ہو گیا؛

قرآن شراب کو حرام کہتا ہے کوئی اُس کو حلال ہونیکا فتوےٰ دے اور خود بھی استعمال کرے قرآن سے جدا ہو گیا؛

لہذا احدیث کے فقرۂ مذکور کا منشاء یہ ہے کہ میری اہل بیت قرآن سے ہرگز جدا نہونگے۔ نہ اُن کا عمل ایسا ہو گا جس سے قرآن سے جدائی ہو نہ حکم و فتویٰ جس سے قرآن سے جدائی لازم آئے بس جبکہ وہ ایسے ہیں کہ اُن کا کوئی فعل اور کوئی قول مخالف قرآن نہیں تو پھر اُن کا پیروی کرنے والا بیشک کبھی گمراہ نہ ہو گا؛

بعض طرق حدیث میں فقرہ انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض سے پہلے جملہ علّمنی علیم خبیر بھی آیا ہے یعنے مجھکو علیم و خبیر (خداوند تعالےٰ) نے خبر دی ہے کہ وہ دوتون قرآن و اہل بیت ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونگے؛

اب یہ دیکھو کہ خدا نے علاوہ دوسری قسم کی وحی کے کسی آیت قرانی کے ذریعہ سی بھی یہ خبر دی کہ اہلبیت قرآن سے جدا نہونگے یعنی معصوم اور پاک و طاہر ہونگے؛

حضرات وہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا (یعنی ہم) نے ارادہ کر رکھا ہے کہ ای اہلبیت نبوت ہر قسم کی (ظاہری و باطنی) ناپاکی کو تم سے دور رکھین گے اور تم کو ایسا پاک رکھین گے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے یعنی معصوم رکھیگا؛

اسجگہ کوئی صاحب اگر فرماوین کہ ہر قسم کی ظاہری و باطنی ناپاکی کو اہلبیت سے دور رکھنا کس طرح ترجمہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مین خداوند تعالےٰ سورۂ یوسف مین اپنا یہ دستور العمل ظاہر فرمایا ہے کہ اپنے بندگان خالص سے ارتکاب گناہ کی موقع کو ہٹا دیتا ہے

اور وہ آیت یہ ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ - ترجمہ بیشک (عزیز مصر کی) عورت نے یوسف کے ساتھ بد ارادہ کیا اور یوسف بھی (بشر ہونیکی وجہ سے) اُس عورت کے ساتھ بد ارادہ کرتے اگر اپنے رب کی نشانی نہ دیکھتے یا اُن کا رب اُن کو اپنی نشانی نہ دکھا دیتا (آئندہ ٹکڑہ آیت مین خدا نشانی دکہانیکی وجہ بیان کرتا ہے) کہ یہ عمل ہم نے یوسف کے ساتھ اِس لئے کیا کہ ہم بُرائی اور بیحیائی کے کام کو اُن سے دور رکھین اور یہ اہتمام ہمنے یوسف کے ساتھ اس لئے کیا کہ وہ ہمارے خالص بندونمین سے ہے - جس سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنے خالص بندون سے برائی کو دور رکھتا ہے اور چہار دہ معصوم سے بڑہ کر خدا کا خالص بندہ مخلوقات مین نہیں ہے پھر اُن سے بُرائی کو کیون دور نہ رکھتا ؛

اب پھر مکاشفات کی طرف رجوع کرتا ہون ؛

آیت ۱۵ و ۱۶ مین بیان ہوا ہے کہ دوسرا جانور لوگون کے ہاتھہ پر نشان لگوا دیتا ہے جسکا ذکر سابق مین ہو چکا اور ثابت ہو چکا کہ اُس دوسرے جانور سے مراد حجاج بن یوسف ہے جو عبد الملک کا ماتحت تھا اور مدینہ طیبہ کے باشندون کے ہاتھہ پر غلامی عبد الملک کا نشان لگاتا تھا - اور جو درندہ جانور کے بادشاہون کی پیروی نہ کرے اُن کو قتل کرائے ؛

(آیت ۱۷ مین جو آئندہ لکھی جاتی ہے اس کی وجہ درج ہی کہ ہاتھہ پر نشان کیون لگواتا تھا نشان اسوجہ سے لگایا جاتا تھا - آیت ۱۷) کہ "کوئی خرید و فروخت نہ کرسکے" (یعنے آزادانہ زندگی بسر نہ کرسکے نہ اپنے دین و مذہب پر آزادانہ عمل کرسکے) "مگر وہی شخص جس مین وہ نشان ہو" (یعنے جس کے ہاتھہ پر داغ ہو جو علامت اس کی تھی کہ وہ شخص درندہ جانور یعنے خلفاء و سلاطین جور کا مطیع ہے) "یا اُسکا نام ہو" (یعنے خطبہ جمعہ وغیرہ مین خلفاء مذکور کا نام لیتا ہو) "یا اُس کے نام کا شمار ہو" یہ جملہ (نام کا شمار) اس لئے بولا گیا ہے کہ آیندہ کی آیت مین اُس درندہ جانور کا نام ظاہر کرنے کے لئے اُس کے نام کا عدد ۶۶۶ بتلایا گیا ہے اور

۶۶۶ عبدالملک بن مروان بن حکم کے عدد ہیں جس کا حساب سابق مین لکھا جا چکا۔

اب اس باب ۱۳ کی آخری آیت کو لکھتا ہون؛

یعنے آیت ۱۸ ”حکمت اس مین ہے وہ جو سمجھ رکھتا ہے اُس جانور کا عدد گن جائے کیونکہ وہ انسان کا عدد ہے اور اُس کا عدد ۶۶۶ ہے۔

اس آیت مین اُن اشخاص کو ہدایت کی گئی ہے جو سمجھ رکھتے ہیں یعنی عقل سلیم رکھتے ہیں اور ہٹ دہرمی اور بیجا تعصب سے بری ہین اور وہ ہدایت یہ ہے کہ اگر تم سمجھدار ہو تو عقلمندی اس مین ہے کہ ہر ذی عقل وفہم کو چاہئے کہ درندہ جانور کا عدد گن جائے کیونکہ وہ انسان کا عدد ہے اور یہ بھی معلوم کرلے کہ اُس انسان معہ بادشاہان سابق و مابعد کی پیروی کا نتیجہ گمراہی ہے کیونکہ سابق میں اپنی پیشین گوئیں باب ۱۳ کی آیت ۴ مین یہ تحریر ہے کہ اُس جانور کی پیروی کرنیوالے ابلیس کی پوجا کرنیوالے ہیں جسکی سزا جہنم ہو اور آیت ۸ مین درندہ جانور کی پیروی کے نتیجہ مین یہ لکھا ہے کہ اُن کے نام برہ (امام حسینؑ) کے دفتر حیات (نجات) سے خارج ہین اُس کا نتیجہ جہنم ہے اور آیت ۵ و ۶ مین درندہ جانور کی تعلیمات درج ہیں جسکے مطابق اُس کی پیروی کرنے والے عامل ہین اُن تعلیمات کو بڑا بول بولنا اور کفر کہنا اور خدا کی بابت کفر کہنا اور خدا کی اور آسمان پر رہنے والون (فرشتوں) کی بابت کفر بکنا کہا گیا ہے تو جن کی تعلیمات ایسی ہون اُن کے پیرو نجات یاب کیونکر ہو سکتے ہیں اور درندہ جانور کی بابت ایک یہ امر تحریر ہے کہ وہ مقدسون سے مقابل اور اُنپر غالب ہوگا (اور یہ امر دنیا میں واقع ہو چکا یعنی اہلبیت رسالت بمقابلہ خلفاء ثلثہ وغیرہ مغلوب رہی مؤلف) جس سے عیان ہے کہ جو مقدسون سے مقابل ہوگا وہ ضرور غیر مقدس ہے تو اُن غیر مقدسون کو حق پر جاننے والا اور پیروی کا کرنے والا گمراہ ہوگا اور اسیوجہ سے اُسکے پیرو کو شیطان کا پوجا کہا گیا تو ہر صاحب عقل کو یہ لازم و واجب نہین ہے کہ اُن کی پیروی کو ترک کردے کیونکہ اُن کی پیروی کی وجہ سے اُس کا نام برہ (امام حسینؑ) کے دفتر حیات

(شفاعت و نجات و بخشش سے) خارج رہیگا جیسا کہ رسولخدا نے بھی فرمایا ہے کہ مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ضل وغرق میرے اہلبیت کی مثال نوح کی کشتی ہی جو اُس مین سوار ہوگیا بچگیا اور جو اُس کشتی سے جدا ہوا گمراہ ہوا اور غرق ہوگیا اور درندہ جانور کے عدد سے اُسکا نام اور دیگر حالات و علامات فدوی نے سابق کے صفحات مین خوب واضح کرکر دکہلا دیا ہے تو عقلمند شخص کو کسی طرح زیبا نہین بلکہ عقلمندی اسی مین ہے کہ عاقبت کی بہتری کا خیال کرکر غور کرے اور ناحق تعصب مین گرفتار رہ کر اپنا انجام[۱] بد نہ کرے *

حاشیہ[۱]:- قابل دید یعنے اُس جانور کی پیروی کو چہوڑدے اور اُن کی پیری چھوڑنے مین حضرت علیؑ کے عمل کی پیروی اختیار کرے۔ اور وہ فعل و عمل حضرت علی علیہ السلام کا یہ ہے کہ جب بعد انتقال خلیفہ دوم کے خلافت سوم کے انتخاب کا جلسہ ہوا تو عبد الرحمان بن عوف (جن کو حضرت عمر خلیفہ دوم نے خلیفہ نامزد کرنے والا مقرر کیا تہا) نے اوّل حضرت علیؑ سے کہا کہ اگر تم کتاب خدا و سنت رسول اور طریقۂ ابوبکر و عمر کی پیروی کرنیکا اقرار کرو تو تم کو خلیفہ نامزد کیا جاوے عبد الرحمان کے جواب مین حضرت علی علیہ السلام نے طریقۂ ابوبکر و عمر کی پیروی سے انکار کیا (دیکھو نظام عثمانی موتفہ عالم اہل سنت باوجودیکہ اس وقت ابوبکر و عمر کی پیروی کا اقرار کرنے سے سلطنت ملتی تھی چنانچہ اسی انکار کی وجہ سے حضرت علیؑ تیسرے خلیفہ نہ ہوئے اور یہ ایسا واقعہ ہے کہ انکار کی مجال ہی نہیں صاحبان عقل سلیم کے لئے یہ غور کا مقام ہے اور مذہب حقہ کی جانچ کا موقع ہے یعنے یہ نتیجہ نکالنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ انکی پیروی مین کچھ ایسی خرابی و گمراہی تھی کہ حضرت علیؑ باوجود سلطنت ملنے کے انکی پیروی کا اقرار نہیں کرتے چاہے سلطنت ملے یا نہ ملے چونکہ حضرت علیؑ کی نسبت رسول اللہ نے ہادی و مہدی فرمایا ہے لہذا حضرت علیؑ نے لوگون کی ہدایت کے لئے یہ عمل کرکر ظاہر کر دیا کہ ابوبکر و عمر کی پیروی ایسی بری ہے کہ باوجود سلطنت ملنے کے مین اُن کی پیروی کا اقرار کرنا منظور نہیں کرتا *

اور حضرت علیؑ کے اس فعل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت علیؑ اُن کو نہ اپنا امام جانتے تھے

اور اسی لئے اس آیت مین واضح طور پر دکہایا گیا ہے کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ یہ کوئی واقعی
جانور ہے نہیں بلکہ وہ جانور جسکا ذکر اس باب ۱۳ مین اوپر کیا گیا ہے - وہ انسان ہے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳۵ - نہ قابل پیروی جانتے تھے بلکہ اُن کی پیری کو ایسا برا جانتے تھے کہ باوجود
سلطنت ملنے کے اُن کی پیروی کا اقرار نہ کیا تو پہلا امام کیا سمجھے ؛

اس جگہ ایک نہایت ہی ہوئی حدیث کا جھوٹ اور افترا ہونا ظاہر کر دینا ضرور ہے اور وہ حدیث یہ
ہے اقتدُوا بالذِین مِن بعدِی ابی بکر و عمر دیکھو ازالۃ الخفاء مقصد اول صفحہ ۲۶۹ سطر ۱۱
ترجمہ اقتدا اور پیروی کرو اُن کی جو میرے بعد ہونگے یعنی ابو بکر و عمر کی ؛

اگر یہ حدیث واقعی رسول اللہ نے فرمائی ہوتی اور حضرت علیؑ اُس کو صحیح جانتے ہوتے تو حضرت علیؑ
وقت انعقاد خلافت سوم کے ابو بکر و عمر کی پیروی سے ایسی نفرت اور انکار قطعی نہ کرتے کہ اگر سلطنت
اس شرط پر ملتی ہے کہ ابو بکر و عمر کے طریقہ کی پیروی کرنا ہوگی مین سلطنت ہی نہین لیتا تو جب حضرت
علی علیہ السلام اس حدیث کو جھوٹا جانتے تھے اور بموجب حدیث رسول اللہ کے علیؑ حق کیساتھ ہی تو
یہ حدیث قطعی بناوٹی اور جھوٹی ہوئی - اور رسول اللہ پر افترا کیا گیا ہے اور اُس کی سزا وہ سب مسلمان
جانتے ہین جو احادیث رسول کا کچھ بھی علم رکھتے ہونگے ؛

اور اسی طرح وہ قول بھی جھوٹا ہے جو کسی کاذب نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا خیر
ھذہ الامۃ ابو بکر ثم عمر دیکھو ازالۃ الخفاء مقصد اول صفحہ ۲۸۲ سطر اول) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ
اس امت کے بہترین ابو بکر ہین پہر عمر ہین ؛

اگر حضرت علیؑ ابو بکر و عمر کو بہترین اُمت جانتے ہوتے تو اُن کی پیروی سے ایسی نفرت نہ کرتے
کہ سلطنت ملتی ہے مگر اُن کی پیروی منظور نہین کرتے ؛

اسی طرح خلیفۂ دوم کا وہ خیال و قیاس جو اُنہون نے اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کرنے کے جلسہ
میں کہا تہا کہ علیؑ میں خلافت کے سب اوصاف ہین مگر وہ خلافت پر حریص ہین - غلط قیاس ہے -

اگر حریص ہوتے تو جا و بیجا سب شرطین منظور کر لیتے جیسے عثمان نے سب شرطین قبول کر لین ؛

اور اُس کے نام کا عدد ۶۶۶ ہے مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ عقلمندی کا یہ کام ہے کہ ایسے اشخاص کی پیروی سے بچا رہے جنپر حالات متذکرہ باب ۱۳ صادق آتے ہین اور وہ حالات باختصار یہ ہین ؎

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳۵ = اور خلاف عمل کیا حضرت علیؑ تو سلطنت کے اسوجہ سے خواہشمند تھے کہ خدا و رسول کی مرضی کے مطابق احکام جاری کرونگا چنانچہ دیکھئے کہ جب ابوبکر و عمر کی پیروی کی شرط ہوئی تو سلطنت لینے سے انکار کر دیا ایسے شخص کو سلطنت کا حریص خیال کرنا رحم اور انصاف اور ایمان کا خون کرنا ہے اور حضرت علیؑ کے اسی عمل سے کہ آپنے ابوبکر و عمر کی پیروی کا اقرار کرنے سے قطعی انکار کیا یہ بھی خوب واضح ہوگیا کہ وہ سب احادیث رسول اللہ اور اقوال حضرت علیؑ و اولاد علیؑ جھوٹ بنائی ہوئی ہیں جن کو اہل سنت نے رسول اللہ اور حضرت علیؑ و اولاد علی کی طرف منسوب کر کر رسول اللہ اور حضرت علیؑ وغیرہ کی زبان سے ابوبکر و عمر کی تعریفین کرائی ہین کیونکہ اگر رسول اللہ اور آنحضرت کی کامل پیروی کرنیوالا یعنی حضرت علیؑ اُن کو واقعی تعریف کے جانتے ہوتے تو حضرت علیؑ اُن کی پیروی سے ایسی نفرت ظاہر نہ کرتے کہ سلطنت ملے یا نہ ملے اُن کی پیروی ہرگز اختیار نہ کرونگا تو کیا کوئی شخص ایسے اشخاص کی تعریف کرسکتا ہے جنکی پیروی سے وہ ایسی نفرت کرے جیسا کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر و عمر کی پیروی سے یہ عمل کر کر نفرت ظاہر کی کہ سلطنت ملتے ہوئے اُنکی پیروی کا اقرار نہ کیا ؎

اور اسی عمل مین اُن اُلٹی عقل والون کا جواب بھی ہے کہ اگر بقول شیعہ رسولؐ اور علیؑ شیخین کو بُرا جانتے تھے تو اُن کو معتوق کر کر نکال کیون ندیا - دیکھو یہ ایک ہی عمل حضرت علی وصی برحق رسول اللہ کا ہزار لعنتون سے بڑھ کر ہے ؎

اور اسی طرح فضائل خلفاء ثلثہ کی وہ حدیثین جو رسول اللہ کی زبان سے بیان ہونا ظاہر کیجاتی ہین جھوٹے ہین کیونکہ اگر رسول خداؐ کے نزدیک خلفاء قابل تعریف ہوتے جیسا کہ اُن احادیث وضعی سے ظاہر ہوتا ہے تو ضرور تھا کہ رسول اللہ اُنکے مخالفین کی مذمت مین بھی حدیثین فرماتے اور ایسی حدیثین دنیا مین کتب احادیث مین بالیقین موجود نہین ہین جیسا کہ رسالہ حق کی کسوٹی مین ثابت کر دیا گیا ہو - بلکہ جو

ساتوین صدی عیسوی میں ایک نبوت ظاہر ہوگی جسکے اجزا چودہ ہیں ایک سورج (جناب رسالت مآبؐ) ایک چاند (جناب سیدہ) بارہ ستارے (بارہ امام اہلبیت)
جب یہ نبوت ظاہر ہوگی تو شیطان اُسکے فنا کرنیکی کوشش کریگا مگر فنا کرنے مین بوجہ امداد ابوتراب

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳۵ - رسالہ مسلی بہ کسوٹی کی کسوٹی جو بجواب حق کی کسوٹی شائع ہوا ہے اُس مین بھی اقرار ہے کہ ابوبکر عمر کے مخالفونکی مذمت کی حدیث کوئی نہین ہے برخلاف اس کے حضرت علیؑ کے فضائل کی حدیثیں ابھی فرمائیں اور حضرت علیؑ کے مخالفونکی مذمت بھی فرمائی جو رسالۂ مذکور میں ثابت کردیا گیا ہے۔
اب غور کیجئے کہ موافق کتب حدیث اہل سنت خلفاء ثلثہ کے تو صرف فضائل بیان فرمائے اور اُنکے مخالفین کی مذمت نہین فرمائی تو خوب واضح ہوگیا کہ وہ حدیثین رسول اللہ کی فرمائی ہوئی نہیں ہیں اور جبکہ حضرت علیؑ کے مخالفونکی مذمت فرمائی ہے خلفاء ثلثہ کے مخالفونکی مذمت بھی فرماتے اس لئے کہ بقول اہل سنت چارون خلیفہ برحق اور مقرب رسول تھے بلکہ پہلے تین خلیفہ تو حضرت علیؑ سے افضل کہے جاتے ہین تو سخت تعجب ہے کہ حضرت علیؑ سے جو خلفاء ثلثہ افضل تھے اُن کے مخالفون کی مذمت ندارد ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح عیان ہے کہ حدیث ہائے فضائل خلفاء ثلثہ وضعی اور جھوٹے ہین اور رسول اللہ نے اُن کی تعریف ہرگز نہین فرمائی ورنہ اگر وہ احادیث فضائل خلفاء ثلثہ رسول کے فرمائی ہوئی ہوتین اور رسول اُن کو قابل تعریف سمجھتے تو ضرور تھا کہ اُن کے مخالفونکی مذمت بھی فرماجاتے . . . . جیسا کہ حضرت علیؑ کے فضائل بھی بیان فرمائے اور اُنکے مخالفونکی مذمت بھی فرمائی اصل یہ ہو کہ فضائل خلفاء ثلثہ کی حدیثین ہونا اور اُنکے مخالفون کی مذمت کی حدیثین نہونیکی وجہ یہی ہے کہ امیر معاویہ نے خلفاء ثلثہ کے فضائل کی حدیثین تو گھڑ وادین مگر خلفائے ثلثہ کے مخالفون کی مذمت کی حدیثین بنوانے کی بابت معاویہ سے فروگذاشت ہوگئی ورنہ اگر وہ حدیثین فضائل ثلثہ کی رسول نے فرمائی ہوتین تو ممکن نہ تھا کہ اُن کے مخالفونکی مذمت نہ فرماتے باوجودیکہ حضرت ابوبکر و عمر اعلیٰ ترین خلفاء اور حضرت علیؑ سے (بقول اہلسنت) بہت افضل تھے نہایت تعجب ہے کہ سب سے کمتر درجہ کے چوتھے خلیفہ کے مخالفونکی مذمت فرمائی اور اعلیٰ درجہ کے خلفاء کے مخالفون کی مذمت ندارد یہانتک کہ عمر کے قاتل اور قاتلان عثمان کی

کامیاب نہ ہوسکیگا جب اُس نبوت کے فرزند اول کی وفات ہوگی تو شیطان اُس عورت نبوت کی باقی اولاد سے لڑنے کا سامان کریگا یعنی بارہ امام اور جناب سیدہ سے لڑنیکا سامان کریگا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳۵ = مذمت مدارد ہے جو حضرت علیؑ سے افضل تھے۔

مضمون مندرجۂ بالا میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ نے وقت انعقاد خلافت سوم ابوبکر و عمر کی پیروی کا اقرار کرنے سے باوجود اُمید بادشاہ ہونے کے قطعی انکار کر کر ثابت کر دیا کہ میں ابوبکر و عمر کو نہ نائب رسول اللہ جانتا ہوں نہ امام زمانہ جانتا ہوں بلکہ اُنکے افعال و اعمال موقوعہ ایام خلافت کو ایسا خراب جانتا ہوں کہ باوجود امید ملنے سلطنت کے اُنکے طریقہ کی پیروی کا اقرار نہیں کر سکتا اس مضمون کے دیکھنے کے بعد بھی کوئی شخص اگر یہ کہے کہ پھر خلافت اول میں حضرت علیؑ نے حصول سلطنت کے لئے تلوار سے کیوں کام نہ لیا۔ اس کا جواب حسب ذیل ہے۔

جمہور مورخین اسلام اس واقعہ کو اپنی تاریخوں میں باتفاق بلا کسی اختلاف کے لکھتے چلے آئے ہیں کہ جب رسولخدا نے اپنی نبوت کا اظہار کیا اور خدا کی توحید کی تعلیم شروع کی جس کے لئے ضرور تھا کہ کفار بتوں کو ناقابل پرستش ظاہر فرماویں۔ بتوں کو ناقابل پرستش ظاہر کرنا کفار مکہ کو بہت شاق گذرا چونکہ وہ نبوت ختمی رسالت کے قایل نہ ہوئے تھے تو منجملہ دیگر بیہودہ توہمات کی اُن کو یہ خیال ہوا کہ آنحضرت نے دعویٰ نبوت حصول سلطنت کے لئے کیا ہے چنانچہ حضرت کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ اگر آپ کا منشا دعوائے نبوت کرنے سے حصول سلطنت ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کئے لیتے ہیں مگر آپ ہمارے خداؤں (بتوں) کو بُرا نہ کہیں جسکا جواب رسول اللہؐ نے یہ دیا کہ میں یہ کام خدا کے حکم کے موافق کر رہا ہوں میں اس کام کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا چاہئے وہ کفار میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند دیدیں حضرت ابوبکر و عمر کو کسی نجومی نے خبر دی تھی کہ محمد بادشاہ ہونگے اور تم اُنکے خلیفہ ہوجاؤگے بعد اُس کے جب رسول اللہ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور کفار مکہ بدر و احد و خندق کی جنگوں میں مدینہ پر چڑھ چڑھ کر آئے اور حضرت علیؑ کی کوشش سے ہر دفعہ شکست کھا کھا کر واپس ہوئے پھر جنگ خیبر و حنین ہوئی پھر مکہ معظمہ فتح ہوا اور وہاں کے کفار اکثر مجبوراً منافقانہ داخل اسلام ہوئے اور دیگر مقامات عرب کی

اور اس کام کے لئے اپنا قایم مقام ایک درندہ جانور کو کریگا اور اپنا اختیار اور تخت سب اُسی جانور کو سپرد کریگا وہ درندہ جانور مقدسوں (اہلبیت رسالت) سے مقابل ہو گا ؛

حاشیہ- بقیہ صفحہ ۲۳۵- لوگ بھی مسلمان ہو گئے تو مسلمانون کے لئے صورت سلطنت پیدا ہو گئی جس کے پریسیڈنٹ جناب رسولخدا تھے - اب اُن کفار کو جو دردل کافر تھے اور بظاہر مسلمان (جیسا ابو سفیان وغیرہ کا خاندان مسلمان ہوئے بعد فتح مکہ) خیال ہوا کہ ہمارا جو تصور تھا کہ محمدؐ نے دعوے نبوت حصول سلطنت کے لئے کیا ہے وہ صحیح نکلا چنانچہ دیکھہ لیا کہ بادشاہت ہو گئی مسلمانون کی بادشاہت کی نسبت ایلیما ورمضمون قابل دید آئندہ تحریر کیا جائیگا یہان صرف یہ دکہانا ہے کہ اُن کفار کے جو بعد کو منافقانہ مسلمان ہو گئے اور اُس خیال کے کہ دعوے نبوت حصول سلطنت کے لئے کیا گیا ہے کیا حالت ہوئی ؛

وہ یہ ہے کہ جب رسولخدا نے حج آخری سے واپسی مین بمقام غدیر خم حضرت علیؑ کو اپنا نایب اور وصی اور متولی سلطنت مقرر کیا تو اُن منافقین کا خیال اور زیادہ ہوا کہ واقعی جو ہمارا خیال تھا کہ دعویٰ نبوت حصول سلطنت کے لئے کیا گیا ہے صحیح نکلا ہمنے دیکھہ لیا کہ سلطنت ہو گئی اور اب سلطنت کو اپنے چچازاد بھائی اور داماد کو دینا ظاہر کر دیا ؛

پہر جب چار روز قبل وفات یوم پنجشنبہ صحابہ حاضرین کو حکم دیا کہ کاغذ لاؤ تو مین تم کو ایسی بات لکھہ دون کہ میرے بعد گمراہ نہو تو اُن منافقین کو یقین ہو گیا کہ جیسا پہلے کہہ چکے ہین کہ قران اور اہلبیت کا پیروی کرنیوالا کبھی گمراہ نہو گا اور اس تحریر کا بھی یہی منشا ظاہر فرماتے ہین کہ اس تحریر کے موافق اگر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے تو ضرور اہلبیت ہی کی بابت تحریر کرینگے پس پہر تو یقین ہو گیا کہ دعویٰ نبوت حصول سلطنت کے لئے تھا - چنانچہ رسول اللہ کو ہذیان بتایا گیا - یعنی نبوت سے انکار کیا مگر پہر کچھ خیال کر کے کہ اس کلام سے انکار نبوت ہو گیا یہ کہدیا کہ حسبنا کتاب اللہ (ترجمہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے) تاکہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جانے لگے ؛-

(نوٹ مؤلف) حسبنا کتاب اللہ کا فقرہ فطرت انسانی کے خلاف ہے کیونکہ دنیا مین کوئی کتاب کسی علم کی بغیر معلم کی سمجھہ مین نہین آسکتی اور پہر کتاب اللہ سے جاہل اور ہر غلطی پر علی علیہ السلام سے ا[illegible]

اور اُنپر غالب بھی رہیگا (یہ واقعہ دنیا مین ہو چکا) جو اس جانور کے پیرو ہونگے اُنکو شیطانکا
پیرو بتایا گیا ہے اور اُس کی سزا مین یہ بھی فرمایا کہ اُس جانور کے پیروون کے نام برہ

حاشیہ بقیہ صفحہ علی کے طالب اسی منہ سے کہا تھا کہ ہمین قران کافی ہے۔

یہ تصور کہ دعوے نبوت حصول سلطنت کے لئے ہے یقین کے درجہ تک پہونچگیا ہے ؛
اگر حضرت علیؑ حصول سلطنت کے لئے تلوار سے کام لیتے تو اُن منافقین کا خیال مذکور درجہ کمال تک
پہنچ جاتا اور وہ ظاہر بظاہر اسلام سے جدا ہو جاتے لہذا حضرت علیؑ نے تلوار نہ کھینچ کر دکھا دیا کہ یہ نبوت
حصول سلطنت کے لئے نہین تھی ورنہ حصول سلطنت کا منشا رہوتا تو کیا مین سلطنت نہ لے سکتا تھا کیونکہ
یہ وہی سلطنت ہے جو میرے ہی ہاتھون سے حاصل ہوئی ہے ہان تم کو سلطنت پر اسی لئے قابض
رہنے دیتا ہون کہ تم طمع خلافت مین اسلام کی صورت پر باقی رہو یعنی کھلم کھلا کافر نہ ہو جاؤ ایسی
صورت مین بہت تھوڑے آدمی مسلمان رہ جاتے اور تعداد کثیر ظاہر طور پر کافر ہو جاتی اور پھر جو کفار
مسلمانون سے زک اُٹھا چکے تھے یہ نئے کافر اُن سے ملکر مختصر تعداد اصلی مسلمانون کی فنا کر دیتی اور
اسی لئے جب امام حسنؑ نے معاویہ وغیرہ طالبان دنیا کے طمع دنیا دیکھی تو آپنے بھی یہ ثابت کرنے کو
کہ نبوت رسول اللہؐ اور ہماری امامت کو سلطنت کی حصول سے کچھ علاقہ نہین۔ تم کو طمع بادشاہت
ہے سلطنت تم ہی کرو مگر اسلام پر رہو یہ گو صورت اسلام ہی کہو جیسا رسولؐ نے منافقو کو مسلمانونمین داخل رکھا

مضمون عجیب

مضمون بالا سے بہت واضح طور پر ظاہر ہو چکا کہ مسلمانونکی سلطنت حیات رسول اللہ مین قایم ہو چکی
تھی چنانچہ اسی بنا پر رسول اللہؐ اپنے صحابہ مین سے جسکو مناسب خیال فرماتے عامل اور محصل زکوٰۃ اور
قاضی مقرر فرماتے تھے اگر سلطنت نہ ہوئی ہوتی تو یہ عامل کہان مقرر ہوتے تھے ؛
اب وہ حضرات غور کرین جو آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ سیپارہ ۱۸ رکوع ۱۳ کے وعدہ کو ابو بکر و عمر پر صادق کرتے ہین ؛
بھائی وہ وعدہ حیات رسول اللہؐ مین پورا ہونا شروع ہو گیا یعنی مسلمانون کی بادشاہت ہو گئی

(امام حسینؑ) کے دفتر حیات (شفاعت وبخشش) سے خارج ہیں یعنی نجات نہ ملے گی
جب یہ صورت ہی تو ضرور تھا کہ راہ حق کے طالبون اور روز قیامت پر اور جزا و سزا پر

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۴۱ = اگر بادشاہت ہو گئی ہوتی تو ابوبکر وعمر وغیرہ کس چیز کی طمع میں تجہیز وتکفین رسول صلعم کو چھوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ کو دوڑ پڑے؟

رسولؐ کی حیات مین بادشاہت ہو گئی یعنی خدا نے مسلمانون کی بادشاہت کا وعدہ کیا تھا وہ وفا کر دیا خلفا نے اُس سلطنت کو بڑھایا یہ امر کہ لیظہرہ علی الدین کلہ (یہ دین اسلام اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ تمام دنیا کی دین ہے باطل پر غالب ہو جائے) کا وعدہ وہ نہ حضرت ابوبکر وعمر کے وقت مین کمال کو پہونچا نہ اور خلفائے مابعد کے ایام مین وہ تو امام مہدی کے وقت مین پورا ہو گا۔

پھر آیت استخلاف کو حضرت ابوبکر وعمر کی بادشاہت سے کیا تعلق ہی جو وعدہ اُس آیت مین مسلمانون کی بادشاہت کا تھا وہ حیات رسول مین پورا ہو چکا اس دین اسلام کا کل ادیان پر غالب ہو جانا امام مہدیؑ کے وقت مین ہو گا حیات رسول مین وعدہ سلطنت کا پورا ہونا آیت ذیل میں بیان ہوا ہے ھُوَالَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ (سپارہ ۸ رکوع ۷، (ترجمہ وہ خدا وہی تو ہے) جسنے تم (مسلمانونکو) زمین کا بادشاہ بنایا (یعنی سلطنت مسلمانون کی ہو گئی) اور بعض کو درجہ مین بعض پر فضیلت دی تاکہ جو چیز (بادشاہت) تم کو دی ہے اُس مین تمہاری آزمائش کرے کہ افضل کی بادشاہت قبول کروگے یا مفضول کی اور آیت استخلاف کا آخری ٹکڑہ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (جو اس نعمت بادشاہت مسلمانان کے بعد ناشکری کریگا وہ فاسق ہی) اسی کی خبر دیتا ہے کہ مفضول کی بادشاہت قبول کر کر فاسق ہو جاؤگے۔

مسلمانون کو بادشاہت دیدینے کی آیت بحوالہ سپارہ ۸ رکوع ۷، اوپر لکھی جاچکی ہے اُس مین دو امر غور طلب ہین بادشاہت تو دیجاچکی اب وہ دو امر یہ ہین ایک تو یہ ظاہر کیا ہے کہ بعض کا رتبہ بعض سے افضل ہے دوسرے یہ بات ہی کہ جو نعمت یعنی بادشاہت تم مسلمانونکو عطا کی ہے اُس مین ہم تمہاری

ایمان لانیوالون کو بتلا دیا جاوے کہ وہ کونسا جانور ہے جسکی پیروی شیطان کی پیروی ہے اور اُس کے نتیجہ میں نجات سے محرومی رہیگی لہذا پیشین گوئی میں بتلایا گیا کہ وہ واقعی کوئی جانور نہین ہے بلکہ وہ انسان ہے جس کے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں - اُس کی شکل یہ ہے کہ اُس کے سات سر ہین یعنی اُس سے پہلے سات بادشاہ ہونگے ایک پر زخم کاری لگیگا مگر چنگا ہو جائیگا اور ساتوان بادشاہ بہت کم سلطنت کریگا آٹھوان وہ ہے جسکے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں اور اُس جانور کے دس سینگ ہیں یعنی دس بادشاہ اُس کے ساتھ اور بعد ہونگے یہ سب اٹھارہ بادشاہ ہوئے اور یہ سب ایک ہی رائے اور مذہب کے ہین اور اُنکا انجام بد ہوگا - انکے مجموعہ کا نام پیشین گوئی حضرت یوحنا میں درندہ جانور رکھا گیا جیسا کہ ساتوین صدی عیسوی کی نبوت کو ایک عورت سے تعبیر کیا گیا جو سورج اور چاند اور بارہ ستارون سی زینت دی گئی ہے - یہ درندہ جانور اس چاند اور بارہ ستارے کے مقابل ہوگا اور اُنپر غالب رہیگا مگر اُس کا اور اُس کے پیروون کا انجام بد ہوگا پس اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ کونسے بادشاہ ہین جسکے پیرو تک نجات سے محروم رہینگے ؛

اِسی کتاب میں سابق مین ثابت ہو چکا کہ وہ انسان جسکے نام کے عدد ۶۶۶ ہیں عبد الملک بن مروان بن حکم کسی اور انسان کے نام کے عدد ۶۶۶ پیدا کرنے سے کچھ حاصل نہوگا کیونکہ جس کے نام کے عدد ۶۶۶ نکالے جائیں وہ بادشاہ ہونا چاہیے اور اُس سی پہلے سات بادشاہ ہوں (جیسے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید بن معاویہ و معاویہ بن یزید و مروان انہین سے ایک پر زخم کاری لگیگا جو چنگا ہو جائیگا - اِس سے حضرت عثمان کا قتل زخم کاری ہے کیونکہ حضرت علیؑ کو سلطنت مل گئی پھر معاویہ (بنی امیہ) کو مل گئی تو وہ زخم چنگا ہو گیا ساتوان بادشاہ مروان ہوا جو ۹ یا ۹ ماہ بادشاہ رہا جیسا کہ پیشین گوئی مین لکھا ہی

حاشیہ - بقیہ صفحہ ۲۳۵ = آزمائش کرینگے اور اس سی پہلے ایک کا دوسری سی افضل ہونا بیان فرمایا ہے تو ظاہر ہے کہ آزمائش اسی معاملہ مین ہوگی کہ افضل کی بادشاہت قبول کرتے ہو یا کم رتبہ والے کی

کہ اُسکا رہنا تھوڑے دنون ہوگا۔ یہ سب بادشاہ مقدسون (ائمہ اہلبیت نبوت کی باقی اولاد یعنی جناب سیدہ وائمہ اہلبیت) پر غالب ہینگے چنانچہ غالب ہوچکے کہ اُنکے حقوق غصب کرکے زہر دلوایا قتل کیا قید کیا غرضکہ کوئی ظلم اُٹھا نہین رکہا جو ناظرین تاریخ سے پوشیدہ نہیں۔ اسکی دُم نے تہائی (⅓) ستارون (۴ امام) ہلاک کیئے پھر عبدالملک کی ماتحتی مین ایک دوسرا جانور (حجاج بن یوسف) ہے جو لوگون کو گمراہ کرتا ہے اور دغا دیتا ہے اور بزور حکومت حضرت عثمان کی پیروی کراتا ہے آسمان سے زمین پر آگ برساتا ہے (یعنی خانۂ کعبہ پر بذریعہ منجنیق (گوپھن) آگ برساتا ہے اور جو شخص اُس جانور کی جسکے زخم کاری لگا تھا (حضرت عثمان کی) جو چنگا ہوگیا پیروی نہین کرتا اُسکو قتل کراتا ہے اور اس شناخت کے لئے کہ کون کون لوگ حضرت عثمان وغیرہ خلفاء کے پیرو ہین اور کون کون مطیع نہیں ہین لوگون کے ہاتھ پر نشان لگوا دیتا ہے چنانچہ حجاج نے جابر بن عبداللہ انصاری وانس بن مالک و سہیل بن سعد صحابیون کے ہاتھ پر داغ لگوائے یہ سب امور دنیا و اسلام میں واقع ہوچکے۔

جب کسی شخص کا نام ۶۶۶ سے نکلو تو پہلے سب شرطین مذکورۂ بالا اس مین ثابت کرلو تب اُسکا نام پیش کرو۔

ان سب علامات پر بھی اگر کسی کی سمجھ مین نہ آوے اور راہ حق اختیار نہ کرے اور ہٹ دھرمی اور بیجا تعصب اور تقلید آبائی میں گرفتار رہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اُسکو حکمت اور عقل سلیم

حاشیہ۔ بقیہ صفحہ ۲۴۳۔ کیونکہ اگر اس کے خلاف کیا یعنی کم رتبہ والے کو بادشاہ بنایا اور افضل کو اُسکا ماتحت بنایا تو صریح ظلم کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر کو جو حضرت علیؑ سے علم و شجاعت مین کچھ نسبت بھی نہ رکھتے تھے حضرت علی پر حاکم بنا دیا جو علم و شجاعت مین سب امت سے افضل تھے اسی طریقہ کی ایجاد کی وجہ سے یزید سا فاسق حاکم بنایا گیا اور حسین سا افضل شخص اُسکا محکوم بنایا گیا تو اس طریقہ کے برتنے والے (یعنی اہل سنت کے خلفاء اور خود اہل سنت بموجب آیت مذکور کے ضرور ظالم اور ....

اور خوف خدا و قیامت کا کوئی حصہ نہیں ملا وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

اب بعد اس کے کہ مضامین پیشین گوئی حضرت یوحنا واقعات اسلام پورے طور سے صادق آچکے حضرات عیسائی صاحبان کی چند غلط فہمیاں ظاہر کردینا ضرور ہیں ایک اُنمیں سے یہ ہے کہ پادری عماد الدین صاحب نے اپنی شرح مکاشفات یوحنا میں (جسکی شرح فدوی نے اس رسالہ میں کی ہے) یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ساتوین فرشتہ نے ابھی نہیں پھونکا یعنے اُسکی آواز کا زمانہ شروع نہیں ہوا اُسکا پھونکنا اُنہون نے اُسوقت سمجھا ہے کہ اُس کی پھونکتے ہی قیامت قائم ہوگی اور ایک لاٹ پادری صاحب مقیم کلکتہ نے بھی یہی رائے قائم کی ہے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳۵ - فاسق ہوئے اور خدا نے منافقون کو فاسق فرمایا ہے اِنَّ الْمُنَافِقُوْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ پارہ ۱۰ رکوع ۵ جسکا صریح مطلب یہ ہوا کہ ایسا عمل کرنیوالے فاسق یعنی منافق ہیں پس خدا نے جو نعمت سلطنت مسلمانون کو دی تھی اُسکا کفران نعمت کیا اور خدا نے جو آزمائش کی تھی اُس مین خدا کی مرضی کے خلاف عمل کیا اور خدا نے جو سب دینون پر اسلام کو غالب کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ بوجہ کم رتبہ والے کو حاکم بنانے کی ملتوی ہوگیا اور وہ وعدہ جب ہی پورا ہوگا جب امام مہدی افضل امت بادشاہ قبول کئے جاینگے اگر وفات رسول اللہ و بادشاہ اسلام کے بعد ہی افضل کو حاکم قبول کیا جاتا تو اسی وقت تمام دنیا میں اسلام پھیل جاتا تمام دنیا مین

حاشیہ صفحہ ہذا - اُسی رسالہ مین جسمین اُنہون نے باب ۲۱ و ۲۲ مکاشفات یوحنا کی شرح کی ہے جسمین ذکر ہے کہ ایک شہر مقدس نیا یروشلم آسمان سے خدا کے پاس سے اُترا اُس کو بارہ[۱۲] دروازہ ہین اُس کی حکمون پر عمل کرنے والے مبارک ہیں مگر صرف وہ لوگ مبارک ہیں جو اس شہر مقدس مین بذریعہ بارہ دروازون کے داخل ہون یعنے اُس شہر کے حکمون کو بارہ[۱۲] اماموں سے لین؛

ان دونون باب کی شرح مؤلف کرنیوالا ہے جو بعد اسکے اسی رسالہ مین درج ہے اور لاٹ پادری صاحب اپنے رسالۂ مذکور مین اس شہر مقدس نئی یروشلم کو بہشت قرار دیتے ہین یہ رائے بھی صحیح نہین ہے؛ باب ۲۱ و ۲۲ کی شرح صفحہ ۲۴۸ سے شروع ہوگی۔

اس رائے میں غلطی یہ ہی کہ اول تو خود مکاشفات باب ۱۱ آیت ۱۵ مین لکھا ہی کہ ساتوین فرشتہ
نے پہونکا اور پہر اُسکے پہونکنے کے بعد کی واقعات تحریر ہیں جو یہ ہیں کہ ساتوین فرشتہ کے پہونکنے
پر ایک بڑا الشان آسمان پر نظر آتا ہے ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے چاند اُس کی
پاؤن کے نیچے ہے بارہ ستارونکا تاج اُس کے سر پر ہے اور سُرخ اژدہا یعنی ابلیس اُس
عورت کے فرزند نرینہ کے فنا کرنے پر آمادہ ہے اپنے منہ سی پانی مثل ندی کے بہاتا ہی یعنی کفار
قریش مکہ کو اُسکے فنا کر دینے پر آمادہ کرتا ہے تاکہ وہ اُس عورت اور اُس کے فرزند کو فنا کردین
مگر زمین (یعنی ابوتراب) اُسکی مدد کرتا ہے یعنی اُسکے دشمنون کو قتل کردیتا ہی پہر ایک درندہ جانور
نمودار ہوتا ہے جو یہ قایم مقامی ابلیس اُس عورت کی بقیہ اولاد کو (جو خدا کا حکم مانتے ہیں اور یسوع
مسیح کی گواہی رکہتے ہیں) ایذا دیتا ہے اور لڑتا ہی اور اُنپر غالب آتا ہے اور لوگون کو گمراہ کرتا
ہے اور خدا کی بابت کفر بکتا ہے درندہ جانور کے سرونمین سے ایک پر زخم کاری لگتا ہی پہر وہ زخم
چنگا ہوجاتا ہے پہر ایک دوسرا جانور نمودار ہوتا ہے جو اژدہا (ابلیس) کی طرح بولتا ہے اور
لوگون کو گمراہ کرتا ہے زمین پر آسمان سے آگ برساتا ہی اور اُس جانور کو پجواتا ہے یعنی اُسکی
پیروی کراتا ہے جسکا زخم کاری چنگا کیا گیا اور اُن لوگون کو جو اُس جانور کی پیروی نہ کرین جسکا
زخم چنگا کیا گیا قتل کراتا ہے اور جانور کی دم لیے ستاری آسمان کی ہلاک کرے گی یعنی بنی امیہ بارہ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۴۵ = اسلام کا نہ پہیلنا اُسی کفران نعمت کا نتیجہ ہے مگر اہلسنت کے علمار کو ابتک اصرار
چلا جاتا ہے کہ کم رتبہ والا اور فاسق کا حاکم ہونا جائز ہے اور اُس مین شرع اسلام کا کچھ خلاف لازم نہیں
آتا۔ حالانکہ صریح اس آیت قرآن کے خلاف ہے کہ ہمنے تم مسلمانون کو بادشاہت دی ہے مگر تمہاری
آزمائش کرینگے کہ اپنے مین سے افضل کی بادشاہت قبول کروگے یا کم درجہ والے کی ورنہ آزمائش
کے ساتھ ایک کے دوسرے سے افضل ہونیکا ذکر نے موقع ہی اس آیت مین صریح ہدایت ہی کہ افضل
کی بادشاہت قبول کرنا ورنہ آزمائش مین ناکام ہوکر کفران نعمت کے مرتکب ہوگے اور فاسق
ہوجاؤگے ۔ اسی کفران نعمت کا نتیجہ ہی کہ اب سنہ ۱۹ء مین ایسی صورتین پیش ہین کہ دنیا میں کوئی اسلامی آزاد سلطنت باقی

کا ۱۵۰ چار اماموں کو فنا کرینگے - جن واقعات کا تذکرہ اس رسالہ میں واضح طور پر دکھلایا گیا -
تو کیا کوئی صاحب عقل یہ خیال کر سکتا ہے کہ ابلیس اور درندہ جانور اور دوسرا جانور
فسادات مندرجہ بالا قیامت قایم ہونے پر یا اُسکے بعد کر سکتا ہے یا لوگون کو گمراہ کر سکتا ہے
ہرگز نہیں - وہ دن (قیامت کا دن) تو اعمال نیک کی جزا اور اعمال بد کی سزا کا دن ہے نہ کہ
گمراہ کرنیکا اور یہ فسادات کرنیکا جو اس پیشین گوئی مین درج ہیں :
پیشین گوئی کا مطلب یقیناً یہ ہے کہ امور متذکرہ باب ۱۲ و ۱۳ یعنی ظہور سورج چاند بارہ
ستارہ فسادات مندرجہ بالا قبل قیامت دنیا مین واقع ہونگے چنانچہ دنیا مین واقع ہو چکے
اور باب اوّل یعنی دیباچہ مکاشفات یوحنا سے بھی یہی ظاہر ہے کہ ان واقعات کی ظہور کا وقت
جو اس پیشین گوئی مین درج ہیں قریب ہے آیت اوّل باب اوّل کے اس فقرہ سے (یسوع مسیح
کا مکاشفہ جو خدا نے اُسے دیا تا کہ اپنے بندونکو وہ باتین جنکا جلد ہونا ضرور ہے دکھادے)
بھی یہی ظاہر ہوا کہ ان واقعات کا ظہور دنیا مین جلد ہوگا چنانچہ دنیا و اسلام مین واقع
ہو چکے جس سے ثابت ہو چکا کہ اسلام کا نبی برحق نبی ہے اُس کے ماتحت دو گروہ ہوں گے
ایک ممدوح ایک مذموم جنکی تفصیل پوری طور پر لکھی جا چکی :
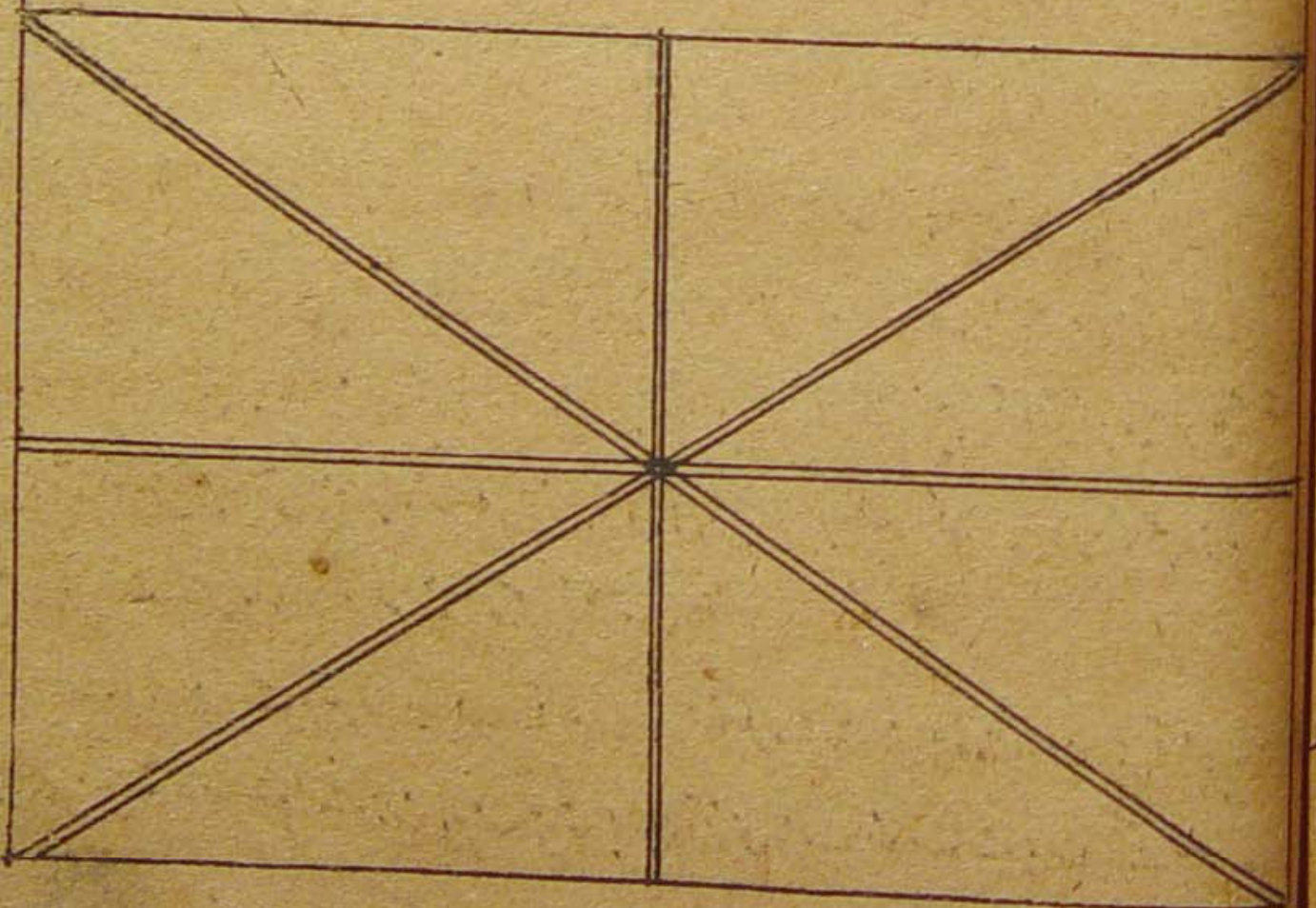
کتاب ھذا کا

باب دوم

اس باب مین گروہ ممدوح کے حالات و معاملات لکھے جاتے ہیں

گروہ ممدوح کو مکاشفات مین ایک سورج اور بارہ ستارہ اور ایک چاند سی تعبیر کیا گیا ہے یعنی چودہ[۱۴] حضرات کا ذکر ہے جن سے عورت (نبوت آخری) کی زینت کی گئی ہے یہ وہی حضرات ہین جو اہل اسلام مین چودہ معصوم مشہور ہین -

پھر اسی باب مین اُس عورت کے فرزند نرینہ کا ذکر ہے جو پہلی اولاد نبوت آخری کی ہے اور یہ بھی کہ وہ فرزند (بضرورت مدافعت اعدا ار حملہ آور) تلوار لیکر قومون پر حکومت کریگا پھر اسی باب[۱۲] مین ذکر ہوچکا کہ شیطان نے اُس نبوت کے فنا کرنے کو گروہ گروہ آدمی کھڑے کردیئے مگر ابوتراب نے اُس کی مدد کی جو اُن بارہ ستارون سی پہلا ستارہ ہیں-

پھر اسی باب[۱۲] مین اُس عورت (نبوت اخری) کی باقی اولاد کا ذکر ہے جس سی شیطان نے لڑنیکا سامان کیا اور اُس عورت (نبوت) کی بقیہ اولاد (آل بیت نبوت) کی یہ صفت لکھی ہے کہ وہ خدا کا حکم مانتے ہیں (یعنی معصوم ہین) اور یسوع مسیح کی گواہی رکھتے ہین یعنی اُنمین روح نبوت ہی یعنی سب علم جو نبی کو ملا تھا اُنکے پاس موجود ہے پھر باب[۱۳] مین انھین بارہ ستارہ اور چاند کو مقدس لوگ کہکر ذکر کیا جن سے درندہ جانور سات سر اور دس سینگ والا مقابل ہوا اور اُنپر بوجہ کثرت اپنے تابعین کے غالب بھی آیا اور بوجہ بادشاہت بزور سلطنت کسی کا حق غصب کیا کسی کو زہر دیا کسی کو کربلا میں شہید کیا اور دن کو بھی زہر دئے اور قید بھی رکھا غرضکہ طرح طرح کے ظلم کئے؛

اب اُس عورت (نبوت) اور اُسکی اولاد کے دیگر حالات وعلامات دوسری تمثیل سے باب ۱۲ و ۲۲ مکاشفات مین بیان ہوئی ہین جو آخری باب مکاشفات یوحنا کے ہین -

باب ۲۱ - آیت ۱ "پھر مین نے ایک نئے آسمان و زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی اور سمندر بھی مطلق نہ رہا تھا"

اسکا مطلب یہ ہے کہ نیا دینی آسمان و زمین دیکھا یعنی بنی اسمٰعیل کی نبوت اور وہ اسلئے ظہور مین آیا کہ اگلے زمین و آسمان دینی یعنے بنی اسرائیل کی نبوت ختم ہو گئی تھی اور سمندر بھی مطلق نہ رہا تھا سے یہ مطلب ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی تعلیمات کا مطلق اثر باقی نہ رہا تھا آسمان و زمین کو دینی اسلئے کہا گیا کہ آیت ۲ مین بجائے پور انے یروشلم (جو ایک معبد دینی ہے) کے نیا یروشلم (نبوت بنی اسمٰعیل) کا ذکر ہے جو ضرور ایک امر دینی ہے چنانچہ دیکھو آیت ۲

آیت ۲ "اور مجھ یوحنا نے شہر مقدس (شہر علم الٰہی) نئے یروشلم کو آسمان سے دلہن کی مانند جیسے اپنے شوہر کے لئے سنگھار کیا ہوا اراستہ کئے ہوئے خدا کے پاس سے اُترتے دیکھا"

اس آیت مین الفاظ ذیل قابل شرح ہین۔

(۱) شہر مقدس۔

(۲) نیا یروشلم۔

(۳) دُلہن کی مانند جیسے اپنے شوہر کے لئے سنگھار کیا ہو۔

(۴) خدا کے پاس سے اُترتے دیکھا۔

آیت ۲ کا فقرہ نمبر ۱ شہر مقدس سے مراد شہر علم الٰہی کے عالم ان علم مذکور ہین جو مقدس کی لفظ سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا نے بھی ایک حدیث مین اپنے آپ کو شہر علم اور اپنے اوصیا کو اُسکا دروازہ کہا ہے وہ حدیث یہ ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاتِ الْبَابَ مین شہر علم کا ہون اور علی اُسکا دروازہ ہے جو شخص اُس علم کا طالب ہو اُسکو دروازہ پر آنا چاہئے یعنے علی سے دریافت کرے اور وہ شہر مقدس کیا ہے نیا یروشلم علم الٰہی کا ہے۔

آیت ۲ کا فقرہ نمبر ۲ نیا یروشلم - چونکہ انبیاء بنی اسرائیل کا ایک یروشلم حضرت سلیمان کے

وقت سے چلا آتا تھا جو ایک دینی مقام تھا لہذا اس کے بدلے (بوجہ اُن انبیاء بنی اسرائیل
کی تعلیمات کا اثر باقی نہ رہنے کے) نیا یروشلم اُتار آگیا۔ یعنی نبوت بنی اسمٰعیل میں قرار پائی
اگر پُرانے یروشلم والے بنی اسرائیل میں نبوت رہتی تو پُرانا ہی یروشلم کہلاتا لفظ نیا یروشلم
سے ظاہر ہے کہ پُرانا یروشلم جاتا رہا تھا نیا یروشلم بنی اسمٰعیل میں قرار پایا۔

آیت ۲ کا فقرہ نمبر ۳ کا یہ مطلب ہے کہ اس نئے یروشلم والے ایک نبی اور بارہ وصی یعنی سورج
وچاند اور بارہ ستارہ (جنسے عورت یعنے نبوت آخری کو زینت دی گئی ہے) خدا کی
عبادت وخدمت اصلاح دین خراب شدہ کے لئے اپنے اعمال وعادات واخلاق حمیدہ
وحسنہ کے ذریعہ سے ایسے پاک وپاکیزہ وآراستہ ہیں جیسے دُلہن اپنے شوہر کے لئے سنگھار
کرتی ہے چنانچہ قرآنمجید میں بھی جناب رسالتمآب کی تعریف خداوندتعالی نے ان الفاظ
میں کی ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ترجمہ تم میں خلق عظیم ہے یعنی جملہ اخلاق حمیدہ تم میں
کامل طور پر موجود ہیں جنسے خدا کے رسول کو آراستہ ہونا چاہیے اور اہلبیت رسول کی بابت فرمایا
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا یعنے خدا نے ارادہ کرلیا ہے کہ تم کو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

آیت ۲ فقرہ نمبر ۴ "خدا کے پاس سے اُترتے دیکھا" اس فقرہ سے وہ مضمون خوب واضح
ہوگیا کہ وہ شہر نیا یروشلم علم الٰہی کا شہر ہے کیونکہ خدا کے پاس سے اُترا ہے اور بنی اسرائیل
کے سوا نیا یروشلم بنی اسمٰعیل کا شہر علم ہے اگر بنی اسرائیل کا ہوتا تو نیا یروشلم نہ کہا جاتا اور اسی
فقرہ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہ علم نبوت ہے جو خدا نے نازل کیا ہے۔ کوئی فرضی دعوی نہیں ہے

آیت ۳ "اور میں نے ایک بڑی آواز یہ کہتے ہوئے آسمان سے سُنی کہ دیکھ خدا کا خیمہ
آدمیوں کے ساتھ ہے اور وہ آپ اُنکے ساتھ سکونت کریگا اور وہی اُسکے لوگ ہونگے
اور خدا اُنکا خدا آپ اُنکے ساتھ رہیگا" جس سے صاف عیاں ہے کہ اس نئے یروشلم والے (نبی
اور بارہ اوصیاء) خدا کے ایسے مقبول بندہ ہونگے کہ خدا اُنکے ساتھ گویا سکونت کریگا اور
وہ اُس (خدا) کے لوگ (خدا والے لوگ) کہلائینگے۔

آیت ۴ - اور خدا اُن کی آنکھونسے ہر ایک آنسو پوچھیگا اور پھر موت نہ ہو گی اور نہ غم اور نہ نالہ اور پھر نہ دکھ ہو گا کیونکہ اگلی چیزین گذر گیئن"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کے بندگان خاص مصائب عظیم مین مبتلا ہونگے جس سے انکی آنکھونسے آنسو جاری ہونگے مگر انجام یہ ہو گا کہ خدا اُن کی آنکھون کا ہر ایک آنسو پوچھیگا یعنی ہر ہر ظلم کا جو اُنپر ہوئے ہین دنیا مین بدلہ لیگا - یعنی زمانہ ظہور صاحب الامر علیہ الصلوۃ والسلام مین -

آیت ۵ "اور اُسنے جو تخت پر بیٹھا تہا کہا دیکھ مین سب کچھ نیا کرتا ہون اور اُس نے مجھسے کہا کیونکہ یہ باتین سچ اور برحق ہین"۔

اس آیت مین یہ تاکیداً بیان ہوا ہے کہ یہ باتین خیالی اور وہمی نہین ہین بلکہ سچ اور حق ہین اور ضرور واقع ہونے والے ہین اور (نیا کرتا ہون) کا یہ مطلب ہے کہ نبوت بنی اسمٰعیل مین شروع ہوئی کیونکہ بنی اسرائیل کی نبوت پورانی تھی جو حضرت عیسیٰ پر ختم ہو چکی تھی اور باب ۲۱ کی آیت ۲ مین جو لفظ (نیا یروشلم ہے) وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ نبوت بنی اسمٰعیل مین شروع ہوئی کیونکہ پُرانا (یروشلم یعنی بنی اسرائیل کی نبوت کا اثر باقی نہ رہا تہا -

آیت ۶ مین کوئی بات قابل شرح نہین ہے -

آیت ۷ "جو غالب ہوتا ہے (یعنے غالب ہونیوالا ہے) سو سب چیزون کا وارث ہوگا اور مین اُسکا خدا اور وہ میرا بیٹا ہو گا"۔

اس آیت مین یہ خبر ہے کہ از روئے دین حق غالب ہو گا وہی سب چیزون کا وارث ہو گا اور خدا کا اُسپر اسقدر پیار ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ مین اُس کا خدا ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہو گا - بیٹا سے مراد یقیناً ایسا مقبول ومحبوب بندہ ہے جس سے بمنزلہ بیٹے کے پیار کیا جاوے جس سے ظاہر ہوا کہ انجیلی محاورہ مین خدا اپنے مقبول بندہ کو بیٹا کرکے ظاہر کرتا ہے نہ کہ واقعی خدا کا صلبی بیٹا جیسا کہ حضرات عیسائی جناب عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی نسبت عقیدہ

رکہتے ہین کیونکہ اگر حضرت عیسٰی خاص صلبی بیٹے ہین تو آپ بتلاوین کہ بعد حضرت عیسٰی کے خدا نے یہ اپنا ایک اور بیٹا قرار دیا یہانتک کہ خود اُسکے ساتھہ سکونت کریگا مگر اصل مین بیٹے سے حسب محاورہ انجیل مقدس خاص بندۂ مقبول خدا مراد ہوتا ہے۔

(آیت ۸ و ۹ مین بے ایمانون خونیون حرامکارون وغیرہ کے عذاب کے ذکر ہین

(آیت ۱۰ "اور مجھے وہ وضع روحانی ایک بڑے اور اونچے پہاڑ پر لے گیا اور اُس نے اُس بزرگ (معزز و مکرم) شہر (علم الٰہی) کو مقدس (نئی) یروشلم کو آسمان پر سے خدا کے پاس سے اُترتے دکہایا" یعنے یہ دکہایا کہ یہ نیا شہر علم الٰہی نبوت منجانب اللہ نازل ہوا ہے یعنے یہ فرضی اور جہوٹا دعویدار نبوت کا نہین ہے بلکہ واقعی خدا کی جانب سے یہ نبوت عطا ہوئی ہے اب اُس شہر کی علامات بیان ہوئے ہین آیات آئندہ مین

آیت ۱۱ "اُس مین خدا کا جلال تہا اور اُسکی روشنی نے نہایت بیش قیمت جواہر کی سی تہی اُس یشم کی مانند جو بلور کی طرح شفاف ہو"

مراد یہ ہے کہ جو علم و حکم اس نبوت آخری کے ہین اُنکا منشا رخاص خدا کا جلال ظاہر کرنا ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اسلام کا پہلا فقرہ لا الہ الا اللہ ترجمہ زمین آسمان وغیرہ کا مدبر اور منتظم اور نفع و نقصان پہونچانے والا اور اس لئے قابل عبادت سوائے خدا کے کوئی نہین ہے۔

دوسرا جملہ سبحان اللہ وہ ہر ایک عیب سے پاک ہے تیسرا جملہ اللہ اکبر خدا سب سے بڑا ہے یہانتک کہ اُسکی ذات کی حقیقت انسانون کے خیال مین آنے سے بالاتر ہے یہ جلال خدا کا اسلام ہی مین ظاہر کیا گیا ہے یہ تینون جملہ اسلام کی خدا کے جلال کے ظاہر کرنے کے بیان ہوئے ورنہ دیگر احکام اسلام خدا کے جلال کی بابت لکھے جائین تو ایک علحدہ جلد تیار ہوجائے۔

رہا یہ امر کہ "اُسکی روشنی نے نہایت بیش قیمت جواہر کی" وغیرہ سے یہ مراد ہے۔

کہ اُسکی تعلیم سے دل روشن ہو جاتے ہین اور اُس مین ایسی روشنی ہے کہ دوسرون کو
بھی روشن کر دیتی ہے اور دلائل اُسکے بہت صاف اور روشن ہین ؛

آیت ۱۲ اور اُسکی بڑی اور بلند دیوار تھی اور اُسکے بارہ دروازہ اور اُن دروازون
پر بارہ فرشتہ اور اُنپر نام لکھے تھے جو بنی اسرائیل کے بارہ فرقون کی ہین ۔

اس آیت مین یہ بیان ہے کہ جو شہر یعنے علم نبوت آسمان سے نازل ہوا اُس شہر کے
بارہ دروازہ ہین یعنے اس نبی (شہر علم) کے بارہ وصی ہین جنکے ذریعہ سے اُس شہر کا علم
دنیا کو پہونچیگا کیونکہ اُس شہر مین سے علم نکلنے کا راستہ وہی بارہ دروازہ ہین ۔

اس بارہ دروازونکی وجہ سے مؤلف نے لکھا ہے کہ اُس عورت کی (جس کا ذکر
باب ۱۲ مکاشفات مین ہے جو سورج کو اوڑھے ہوئے اور بارہ ستارونکا تاج اُسکے سر پر
ہے) دوسری تمثیل بطور شہر مقدس اور بارہ دروازہ کی اس باب مین بیان ہوئی ہے جسکو
نیا یروشلم اس باب مین کہا گیا ہے ۔ اُن دروازونپر بارہ فرشتے تھے جس سے مراد یہ ہے
کہ واقعی معنی مین وہ دروازہ نہین ہین بلکہ وہ انسان فرشتہ خصلت ہین جیسا کہ باب ۱۳ کی
آخری فقرہ مین بیان ہوا ہے کہ وہ درندہ جانور انسان ہے جسکے نام کا عدد ۶۶۶ ہے اسیطرح
یہان بارہ دروازون سے بارہ انسان فرشتہ خصلت مراد ہین ۔

اور فقرہ "اُن (دروازون) پر نام لکھے تھے" کا یہ مطلب ہے کہ یہ بارہ دروازہ جو نبی آخر الزمان
صلعم کے وصی ہین اُنکے نام مقرر ہین اور خدا کے حکم سے رسول اللہ صلعم نے اُن کے
نام ظاہر کر دیے تھے نہ یہ کہ اتفاقی طور پر جسکو امت خود مختار نے چاہا پنچایت کر کر خلیفہ یا نائب
رسول مقرر کر لیا ۔ ایسا نہین بلکہ نبی کے وصیون کے نام مقرر ہو چکے ہین کہ فلان فلان حضرات
رسول کے نائبان برحق ہیں ۔

رسول اللہ نے جو بارہ اماموں کے نام ظاہر کئے تھے اُسکے متعلق تین حدیثین لکھتا ہون جو کتاب
ینابیع المودۃ مؤلفہ شیخ سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۱ھ ہجری

مین درج ہین - ینابیع المودۃ کے باب ۷۶ صفحہ ۳۶۹ مین ایک حدیث طویل ہے اُس
مین سے جو مضمون بارہ اماموں کے نام سے متعلق ہے اُسکا ترجمہ لکھتا ہون ینابیع المودۃ
مین بحوالہ کتاب فرائد السمطین مجاہد سے اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک
یہودی نعثل نام رسول کیخدمت مین حاضر ہوا اور اُس نے چند سوالات خداوند تعالیٰ
کی نسبت کئے جن کے جواب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمائے اور وہ جوابات
یہودی مذکور نے سنکر کہا کہ آپنے سچ فرمایا (یہانتک مضمون حدیث کا خلاصہ تھا آئندہ
کے مضمون کا لفظی ترجمہ لکھا جاتا ہے) تب اُسنے سوال کیا کہ آپ کا وصی کون ہے کیونکہ
کوئی نبی نہین ہوا مگر اُسکا وصی ضرور ہوا ہے جیسا کہ ہمارے نبی موسیٰ بن عمران تھے اُنکا
وصی یوشع بن نون ہوئے یہ سنکر رسولخدا نے فرمایا کہ میرا وصی علی ابن ابیطالب ہے
اور بعد اُسکے میرے دو نواسے حسن اور حسین ہین اور حسین کے بعد نو امام حسین کی نسل
سے ہونگے تب اُس نے کہا کہ اے محمد مجھے اُن کے ناموں سے آگاہ فرمائیے تو رسولخدا
نے فرمایا کہ جب حسینؑ کا زمانہ گذر یگا تو اُسکا بیٹا علی (زین العابدین) امام ہوگا اور جب
علی (زین العابدین) کا انتقال ہوگا تو اُن کا بیٹا محمد (باقر) امام ہوگا اور جب محمد باقر کی
وفات ہوگی تو اُسکا بیٹا جعفر صادق اور جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم اور موسیٰ (کاظم)
کے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا علی (الرضا) اور جب علی الرضا کی وفات ہوگی تو اُسکا
بیٹا محمد (تقی) امام ہین اور محمد تقی کی وفات کے بعد اُن کا بیٹا علی (نقی) امام ہوگا اور
جب علی نقی کا انتقال ہوگا تو اُن کا بیٹا حسن (عسکری) امام ہوگا اور جب حسن عسکری کی
وفات ہوگی تو اُن کا بیٹا حجت خدا محمد مہدی امام ہوگا یہ ہین میرے بارہ نائب -
تب اُسنے سوال کیا کہ مجھ سے علی اور حسن اور حسین کی موت کی کیفیت بیان فرمائیے
تو رسولخدا نے فرمایا کہ علی قتل ہوگا تلوار کی ضربت سے جو اُسکے سر پر پڑے گی اور حسن
قتل کیا جائیگا زہر سے اور حسینؑ ذبح سے -

تب اُس نے کہا کہ ان کے مکانات بہشت مین کہان ہین رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے
درجہ مین ہین تب یہودی نے اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ
واشہد انہم الاوصیا بعدک ترجمہ گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدا
کے کوئی معبود برحق نہین ہے اور تم اللہ کے رسول ہو اور گواہی دیتا ہون کہ تمہارے
بعد یہی تمہارے وصی ہین اور یہ مضمون مین نے انبیاء سابق کی کتابون مین لکھا پایا ہے
اور یہی مضمون اُس عہدنامہ مین ہے جو ہم سے موسی بن عمران نے لیا تھا جسکا خلاصہ
یہ ہے کہ آخر زمانہ مین ایک نبی ظاہر ہوگا جسکو احمد اور محمد کہینگے اور وہ خاتم الانبیاء ہوگا
کہ اُسکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور اُس کے بعد اسکے بارہ وصی ہونگے پہلا وصی اُس کی
چچا کا بیٹا اور داماد ہوگا اور دوسرے و تیسرے علی کے بیٹے دو بھائی ہون گے اور
اُس نبی کی امت پہلے وصی کو تلوار سے دوسرے کو زہر سے تیسرے کو معہ ایک جماعت
اہلبیت کی تلوار سے اور پیاس سے حالت سفر مین قتل کرے گی (یہ تیسرا) مثل بکری
کے بچے کے ذبح کیا جائیگا اور اپنے ساتھیون کے قتل پر صبر کریگا جس کی وجہ
سے اُسکے اور اُسکے اہلبیت کے درجہ بلند ہونگے اور اس قتل کے ذریعہ سے وہ اپنے
دوستون اور مطیعون کو جہنم سے نکالیگا اور اس تیسرے کی اولاد سے نو امام اور ہونگے
پس یہ سب (اسباط کے عدد کے موافق) بارہ امام ہونگے تو رسول اللہ نے فرمایا
کہ کیا تو اسباط کو جانتا ہے اُس نے کہا ہان جانتا ہون وہ بھی بارہ تھے اُن مین
سے پہلا لاوے بن برخیا تھا جو بنی اسرائیل سے غایب رہا اور پھر ظاہر ہوکر شریعت
موسی کو بعد غارت ہوئے شریعت مذکور کے جاری کیا اور فرسطیا بادشاہ سے قتال
کرکر اُسکو قتل کیا تب رسولخدا نے فرمایا کہ میری امت مین بھی وہی ہوگا جو بنی اسرائیل
مین ہوا اور میرا بارہوان بیٹا غایب ہوگا کہ دیکھا نہ جائیگا اور میری امت پر ایسا زمانہ
آئیگا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف رسم خط باقی رہیگی تب خداوندتعالے اُسکو

ظاہر ہونے کا اذن دیگا اور وہ اسلام کو ظاہر کریگا اور اُسکی تجدید کریگا مبارک ہین وہ جو اُن (بارہ) کو دوست رکھینگے اور اُنکی پیروی کرینگے اور خرابی ہے اُن کی جو اُن سے بغض رکھتے ہین اور اُن کے مخالف ہین اور بہشت ہے اُن کے لئے جو اُن سے تمسک رکھینگے۔

دوسری حدیث کتاب مذکور مین بہ صفحہ ۳۰۷ کتاب مناقب سے واثلہ بن اصقع بن قرخاب سے اور اُسنے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جندل بن جنادہ بن جبیر یہودی رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور چند سوالات وجوابات (جو حدیث مین درج ہین) کے بعد اسلام قبول کیا اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ اپنے بعد کے اپنے اوصیار کی بابت مجھے خبر دیجئے تاکہ مین اُن کے ساتھہ تمسک رکہون تو حضرت نے فرمایا کہ میرے وصی بارہ ہونگے جندل نے کہا کہ مین نے ایسا ہی توریت مین پایا ہے پہر اُسنے عرض کیا کہ مجھے اُن کے نام بتلائیے تب حضرت نے فرمایا کہ اُن اوصیار کا پہلا اوصیا کا سردار اور اماموں کا باپ علی علیہ السلام ہے پہر اُسکے دو بیٹے حسن اور حسین ہین تجھ کو اُن کے ساتھہ تمسک رکہنا چاہیئے اور جاہلون کے جہل سے ہر گز دھوکہ نہ کہانا جبکہ علی ابن الحسین زین العابدین پیدا ہوگا تو تیری موت کا وقت قریب ہو جائیگا اور تیری آخری غذا دنیا کی غذاؤن مین سے دودھ ہوگا تب جندل نے کہا کہ مین نے توریت مین انبیار سابق کی کتابون مین ایلیا شبر وشبیر پایا ہے پس یہ نام علی اور حسن وحسین علیہ السلام کے ہین اچھا تو بعد حسین کے کون ہین اور اُن کے کیا نام ہین تو حضرت نے فرمایا کہ جب حسین کی مُدت ختم ہوگی تو اُس کا بیٹا علی ملقب بہ زین العابدین امام ہوگا اور بعد اُس کے اُس کا بیٹا محمد ملقب بہ باقر اور اُس کے بعد اُسکا بیٹا جعفر جو صادق پکارا جائیگا اور اُسکے بعد اُس کا بیٹا موسی جو کاظم کہلائیگا اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا علی جو رضا کہلائیگا اور اُس کے بعد اُسکا بیٹا محمد جو تقی اور زکی کہلائے گا۔

اور اُس کے بعد اُسکا بیٹا علی جو نقی اور ہادی کہلائیگا اُسکے بعد اُسکا بیٹا حسن جو عسکری کہلائیگا اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا محمد جو مہدی اور قایم اور حجت کہلائیگا پہر وہ غایب ہوجائیگا اور پہر ظہور کریگا جسوقت ظاہر ہوگا تو زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دیگا جیسا کہ زمین ظلم وجور سے بھر گئی ہوگی خوشخبری ہے اُن کے لئے جو اُس کے ایام غیبت مین صابر رہین گے اور اُن کی محبت پر قایم رہینگے یہی وہ لوگ ہین جنکو خدا نے اپنی کتاب مین اس طرح توصیف فرمائی ہے ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (یہ کتاب ہدایت ہے اُن متقیون کے لئے جو غیبت (امام) پر ایمان لاتے ہین یہ لوگ خدا کا گروہ ہین آگاہ رہو کہ خدا کا گروہ غالب ہونے والا ہے - جندل نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اُنکی معرفت کی مجھکو توفیق عطا فرمائی -

پھر جندل زندہ رہا یہانتک کہ امام زین العابدین کی پیدائش ہوئی پہر وہ طائف کو چلا گیا اور وہان جاکر مریض ہوا اور دودھ پیا اور کہا کہ رسول اللہ نے مجھ کو خبر دی تھی کہ دنیا کی چیزون مین سے میری آخری غذا دودھ ہوگا بعدہٗ جندل کا انتقال ہوگیا اور طائف مین دفن ہوا اُسجگہ جو الکوزارہ کے نام سے مشہور ہی -

ان دونون حدیثون کو (جنمین بارہ امامون کے نام رسول اللہ نے بتلائے ہین) دیکھکر اہل سنت گھبرائینگے اور چونکینگے اور طرح طرح سے تردید کرنے پر آمادہ ہوجائینگے -

یہ حدیثین ظاہر کرتی ہین کہ دو یہودی ایک جندل بن جنادہ دوسرا نعثل رسول صلعم سے سوال کرتے ہین کہ آپ کے نایب کسقدر ہون گے اور اُن کے نام کیا ہین پہلی حدیث کے راوی جنہون نے جندل کے سوال اور رسول کے جواب سُنکر روایت کی عبد اللہ بن عباس ہین اور دوسری حدیث مین جابر بن عبد اللہ انصاری ہین جو دونون صحابی ہین اور اُن کی روایت اہل سنت کی کتاب مین درج ہے -

رہا یہ امر کہ ان دونوں یہودیوں نے رسول کے جواب سنکر جو اسلام قبول کیا اور کہا کہ ہمنے توریت مین ایسا ہی لکھا پایا ہے اسکی نسبت بھی اہلسنت کہدینگے کہ یہ بھی سب بناوٹ ہے اسکا جواب یہ ہے۔

کہ بارہ خلیفہ ہونے کی خبر تو صحیح بخاری و مسلم مین بھی درج ہے اسمین تو کچھ تنازع ہی نہیں یہ تو اہل اسلام کی کتابین ہین اب توریت کو لیجیے جسکی بنا پر یہودیون نے تصدیق کی توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ مین خدا نے خبر دی ہے کہ اسمٰعیل کی اولاد مین بارہ سردار ہونگے پھر مکاشفات باب ۱۲ مین ساتوین فرشتہ کی آواز کے دنو مین ایک عورت (نبوت) بارہ ستارہ اور سورج و چاند والی موجود ہے پھر باب ۲۱ مکاشفات مین دیکھا ہے کہ ایک شہر مقدس نیا یروشلم خدا کے پاس سے اُترا جسکے بارہ دروازہ ہین پھر وہ یہودی رسول اللہ کے اُس ارشاد کی کہ میرے بارہ خلیفہ ہونگے کیونکر تصدیق نہ کرتے۔

اب یہ بات اور دکھانی ہے کہ اُن یہودیون نے رسول اللہ کے اس خبر کی کیونکر تصدیق کی کہ پہلا خلیفہ وامام علی ہے اور پھر حسن پھر حسین پھر حسین کی نسل سے نو امام ہونگے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُنہون نے یشعیا پیغمبر کی کتاب کے باب ۵۹ آیت ۲۱ مین پڑہا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ مین نے جو اپنا کلام (قران) تیری موہنہ مین ڈالا ہے وہ تیرے موہنہ سے اور تیری نسل کی موہنہ سے اور تیری نسل کی نسل کے موہنہ سے اب سے لیکر ابد تک جدا نہ ہوگا جس سے ظاہر ہے کہ یہ ذکر اُس نبی کا اور اُسکی نسل کا ہے جسکے موہنہ مین کلام خدا (قران مجید) ڈالا گیا یعنے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ جنکو قران کلام خدا ملا جس سے ظاہر ہوا کہ قران رسول اللہؐ کی نسل سے جدا نہ ہوگا تو نایب رسول اللہ رسول کی نسل سے ہونگے پھر اسی کتاب یشعیا پیغمبر باب ۵۱ آیت ۸ مین دیکھا کہ رسول اللہؐ کا قول اسطرح منقول ہے کہ میری صداقت ابد تک رہیگی اور میری نجات پشت در پشت ہوگی جسکا

مطلب یہ ہے کہ اُس نبی کا قول ہے کہ جسکی صداقت یعنی شریعت ابد تک رہیگی یعنی وہ خاتم النبیین ہی میرے نایب جنکی پیروی باعث نجات ہی وہ پشت در پشت ہونگے پس جبکہ رسولخدا نے یہودی کو خبر دی کہ بارہ مین سے پہلا امام علی ہے پھر اُنکے دو بیٹے حسن اور حسین ہاور حسین کی بعد اُسکا بیٹا اور اسی طرح ایک امام کے بعد اُسکا بیٹا امام ہوتا رہیگا یعنی پشت در پشت امام ہونگے تو اُسکو یقین ہوگیا کہ یہ وہی نبی ہے جسکے خاتم النبیین ہونیکی اور جسکے نائب پشت در پشت ہونے کی خبر کتاب یشعیا مین ہی۔ اور پھر جبکہ مکاشفات باب ۲۱ مین وہ دیکھ چکے تھے کہ شہر مقدس کے بارہ دروازونپر نام لکھے ہوئے ہین یعنی بارہ نائبان رسول کے نام مقرر ہین تو وہ کیون سوال نہ کرتے کہ اُنکے کیا کیا نام ہین اور رسولخدا کیون اُن کے نام نہ بتلاتے۔

ان حدیثون کی تصدیق مین صاحبان غور کے لئے کچھ بھی مشکل نہین کیونکہ اُن کی تائید کتب انبیاء سابقہ سے ہوتی ہے ہان مشکل ہی تو یہ ہی کہ ان حدیثون کے ماننے سے حضرت ابوبکر وغیرہ کی امامت وخلافت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور یہ امر اہلسنت سے دشوار ہے اسلئے کہ اہلسنت تو اُسکو امام ہی نہین جانتے جو بادشاہ نہ ہو جیسا کہ اسی کتاب مین بہ تفصیل بیان ہو چکا ہے اسی بنا پر شیخ ابن حجر مکّی نے صواعق محرقہ مین بارہ خلفا یہ بتلائے ہین حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی ومعاویہ ویزید بن معاویہ وعبدالملک اور چار بیٹے عبدالملک کے اور عمر بن عبدالعزیز جنکا بارہوان یزید بن عبدالملک ہوا اور اُن کو بارہ خلفاء فرمودہ رسول کا مصداق ہونیکی دلیل یہ لکھی ہے کہ انپر اجماع ہوگیا تھا اور یہ رائے اُنہون نے قاضی عیاض سے لی ہے اور اُسکو پسند کر کے اپنی کتاب مین انھین بارہ کو خلفاء رسول مانا ہے۔ اگر امامت کسی کے بادشاہ ہونے کو تسلیم کرے تو پھر بارہ کی تعداد بیکار ہے کیونکہ بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد اجماع ہارون رشید مامون رشید وغیرہ پر بھی ہوا تو جنپر اجماع ہوا ہے وہ تو بارہ سے بہت زیادہ ہوگئے پا کی تعداد بیکار ہے

یہ عجیب منطق ہے کہ علمائے اہل سنت اصرار کرتے ہیں کہ چونکہ ان پر اجماع ہوگیا اس لئے وہ بارہ خلفاء کے مصداق ہیں حالانکہ اجماع اور بہت بادشاہان اسلام پر ہوا ہے۔

غور طلب یہ امر ہے کہ اجماع ہونیکا یہ نتیجہ ہے کہ اُنکی بادشاہت کو لوگوں نے قبول کرلیا تو یہ کس قاعدہ قرانی سے قرار دیا کہ وہ امام دینی بھی ہوگیا اور جو بادشاہ نہ ہو وہ امام بھی نہیں یا روا امام دینی جس کے نہ ماننے سے دین میں نقص ہوسکتا ہے وہ ہی جسکو خدا مقرر کرے ورنہ کسی بادشاہ کو امام نہ ماننے سے دین میں کسطرح نقص ہوسکتا ہے وہ تو دنیاوی بادشاہ ہے۔

تیسری حدیث جابر بن عبداللہ انصاری کی ہے تب اُنہوں نے دریافت کیا کہ اولی الامر کون ہیں جنکی اطاعت بعد آپکے ہمپر فرض ہوئی ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ بارہ ہیں پہلا اُن کا علی ہے اور پھر حسنؑ اور پھر حسینؑ اور پھر حسین کی نسل سے نو امام ہونگے جنکا آخری اور نواں مہدی آخر الزمان ہوگا اس حدیث میں اگرچہ نو اماموں کی نام نہیں مگر حسینؑ کی نسل سے ہونا اور آخری کا مہدی ہونا بصراحت ان اماموں کے گویا نام بتلا دیتا ہے جسکی وجہ سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و معاویہ یزید و عبدالملک و عمر بن العزیز وغیرہ وغیرہ جنکو علمائے اہلسنت بارہ خلیفہ کا مصداق قرار دیتے ہیں کسی صورت سے بارہ خلفاء میں داخل نہیں ہوسکتے اب مسلمان کو اختیار ہے چاہے اُن بارہ کو مانیں جنمیں ایک یزید بھی ہے چاہے اُن بارہ کو امام مانے جو علی و حسن و حسین و نو امام نسل حسین سے ہیں۔

رہا یہ فقرہ "جو بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کے ہیں یہ فقرہ تعجب انگیز ہے کیونکہ جب یہ واقعات جو اس پیشین گوئی میں درج ہیں حضرت عیسیٰؑ کے بعد کے واقعات ہیں تو بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کو اس سے کیا تعلق ہے خصوصاً نئے یروشلم سے وہ تو پرانے یروشلم سے متعلق تھے اور یہ بارہ نئے یروشلم (بنی اسمٰعیل) سے متعلق ہیں بس اس فقرہ کا

یہ مطلب ہے کہ جیسا رسولخدا نے فرمایا ہے کہ میرے بارہ خلیفہ ہونگے جیسا کہ بنی اسرائیل میں بارہ نقیب ہوئے جنکا تذکرہ کلام اللہ میں آیت وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَا عَشَرَ نَقِيبًا (ہمنے اُن (بنی اسرائیل) میں سے بارہ نقیب مبعوث کئے) سورہ مائدہ رکوع ۳ آیت ۱۲ میں

آیت ۱۳ "پورب کو تین دروازہ اُتر کو تین دروازہ دکہن کو تین دروازہ پچھم کو تین دروازہ تھے" اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شہر علم کا رخ چاروں طرف کو ہی یعنے یہ نبوت تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے کہ آنحضرت کافہ ناس کے لئے نبی ہوکر آئے ہیں۔

آیت ۱۴ "اور اُس شہر کی دیوار کی بارہ نیویں تھیں اور اُنپر برہ کے بارہ رسولوں کے نام تھے"

اس آیت میں پہر دوسری تمثیل بارہ ستاروں کی بطور بارہ نیوٗں کے کی گئی ہے اور یہ بھی بیان ہے کہ اُن نیوؤں پر برہ کے بارہ رسولوں کے نام لکھے تھے۔

اب غور طلب یہ امر ہے کہ برہ سے مراد اگر بفرض محال حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار دیئے جاویں (بفرض محال اس لئے کہا گیا ہے کہ باب ۵۳ یشعیا کی شرح کر کے ثابت کر دیا گیا کہ اُس باب کا مضمون صرف امام حسین پر صادق آسکتا ہے حضرت عیسیٰ پر صادق نہیں آسکتا) تو بارہ نیوؤں سے مراد بارہ حواری یا رسول حضرت عیسیٰ کے مراد ہونگے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کے نام تو پھر بھی نہونگے۔

اور اگر برہ سے مراد امام حسینؑ لئے جاویں اور واقعی امام حسین کے سوا برہ کا مصداق کوئی اور نہیں ہو سکتا تو شہر کی بارہ نیوؤں سے مراد بارہ امام ہیں جنکے نام مقرر ہیں اور شہر مقدس کے دروازوں اور نیوؤں پر اُنکے نام لکھے ہوئے ہیں ان بارہ اماموں کو بارہ نیویں اس لئے کہا گیا ہے کہ جیسے دیوار نیو کے ذریعہ سے مستحکم رہتی ہے اسی طرح یہ دین اسلام (شہر مقدس) ان بارہ اوصیا نبی کے ذریعہ سے مستحکم رہیگا چنانچہ رسول اللہ

نے بھی فرمایا ہے لایزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ یعنی اسلام ہمیشہ معزز و مستحکم رہیگا بارہ خلیفون تک یعنے اگر کوئی شخص اسلام مین نقص پیدا کریگا تو یہ اُس نقص کی غلطی ظاہر کرکرا اسلام کو مستحکم کرتے رہینگے خلاصہ یہ کہ انکے وجود سے اسلام کی عزت اور استحکام وابستہ ہے اس لئے اُن کو دین اسلام کی نیو کہا گیا۔ رہا یہ امر کہ ان بارہ رسونکی بابت یہ کیوں کہا گیا کہ وہ برہ کے بارہ رسول ہین اسکی وجہ یہ ہو کہ واقعی وہ بارہ برہ کے رسول ہین کیونکہ ایک (یعنی اوّل) برہ کا باپ ہے (علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ) دوسرا امام حسنؑ برہ کا بھائی ہے تیسرا وہ خود ہے ۴ لغایتہ ۱۲ برہ کی اولاد سے یکے بعد دیگرے نو امام ہین اور نام لکھے ہوئے سے پھر وہی امر تاکیداً بیان ہوا ہے کہ اُنکے نام مقرر اور رسول اللہ نے ظاہر فرما دئے ہین جسکی بابت سابق مین حدیثین لکھی جاچکین۔

آیت ۱۵ "اور جو (فرشتہ) مجھسے بول رہا تھا اُسکے ہاتھ مین ایک جریب تھی تاکہ اُس شہر اور اُسکے دروازون اور اُسکی دیوار کو ناپے" اسکا مضمون صاف ہے کہ فرشتہ شہر اور دروازون اور دیوار کو ناپنے پر تیار ہے اور ناپنے سے مراد اُسکے حالات کا جانچنا ہے جو پیمائش سے ظاہر ہوگا۔

آیت ۱۶ و ۱۷ مین اُس شہر کی پیمائش ۱۴۴ ہاتھ اور لمبائی اور چوڑائی اور بلندی سب یکسان پائی یعنے اُنکا قول اور فعل یکسان تھا جیسا دوسری کو حکم دیتے تھے ویسا ہی خود عمل کرتے ہین ایسے نہ تھے کہ خود را فضیحت و دیگران را نصیحت جسکی مذمت خداوند تعالیٰ نے اس آیت مین کی ہے آیت اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم افلا تعقلون ترجمہ۔ کیا تم لوگون کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفس کو بھولے جاتے ہو یعنے خود نیکیو نپر عمل نہین کرتے تو کیا تمکو اتنی بھی عقل و سمجھ نہین ہے یہ بہت برا عمل ہی۔

آیت ۱۸ "اور اُسکی دیوار یشم کی سی بنی تھی اور وہ شہر خالص سونیکا شفاف شیشی کی مانند تھا" اس آیت سے پھر ظاہر ہوا کہ وہ دین جسکی یہ شہر تعلیم دیتا ہے ایسا خالص

ہے جیسے خالص سونا اور پھر شفاف ہی شیشے کی مانند یعنے خود روشن اور روشنی پہونچانے والا۔

آیت ۱۹۔ "اور اُس شہر کی دیوار کی نیوین" (بارہ نیوین جو آئندہ اور اوپر مذکور ہین یعنی بارہ امام) "ہر طرح کے جواہر سے آراستہ تھین پہلی نیو یشم کی تھی دوسری نیلم کی تیسری شب چراغ کی چوتھی زمرد کی آیت ۲۰ پانچوین عقیق کی چھٹے لعل کی ساتوین سنہری پتھر کی آٹھوین فیروزہ کی نوین زبرجد کی دسوین یمنی کی گیارہوین سنگ سنبلی کی بارھوین یاقوت کی۔"

جو کہ اوپر ثابت ہوچکا ہے کہ جیسا درندہ جانور سے مراد انسان ہین اس شہر کے دروازون سے بھی مراد انسان ہین اسی طرح ان بارہ نیوؤن سے مراد بارہ انسان یعنے بارہ امام ہین۔ جنسے اس شہر علم الٰہی (دین اسلام) کی دیوار مستحکم رہیگی جو کہ پتھر کی قسمین بہت ہین ایک وہ جو سڑک پر کنکر کوٹا جاتا ہے ۲۔ وہ پتھر جسکا چونا پھونکا جاتا ہے ۳۔ پہاڑ کے پتھر سنگ خارا ۴۔ سنگ سرخ ۵۔ سنگ چقماق ۶۔ سنگ سیاہ ۷۔ سنگ سماق جنکے کھرل بنائے جاتے ہین ۸۔ سنگ مرمر وغیرہ غرضکہ بہت سے اقسام پتھرون کے ہین اور یہ جواہرات جو اس آیت مین مذکور ہین وہ بھی پتھر کی اقسام مین سے ہیں۔

پس جسطرح پتھر ہائے ۱ لغایت ۸ ان جواہرات کے مقابلہ مین کچھ حقیقت نہین رکھتے یعنی بہ نسبت جواہرات کے بہت کم قیمت ہین اسیطرح عام انسان بمقابلۂ ائمۂ اہلبیت مثل پتھرون نمبر ۱ تا ۸ کے ہین اور یہ بارہ امام مثل جواہرات کے ہین۔

اسجگہ مین اپنی کم علمی کا اقرار کئے بغیر نہین رہ سکتا اس لئے کہ مین ہر ایک جواہر کا تعلق یا مناسبت جو اس آیت مین سلسلہ وار ایک سے لیکر بارہ تک بیان ہوئی ہے ہر ہر امام کے ساتھ نہین کر سکا ممکن ہے کہ ہر ایک امام کو اُن جواہرات سے کچھ نسبت ہو جو اس آیت مین سلسلہ وار بیان ہوئے ہین۔

آیت ۲۱ "اور (اُس شہر کے) بارہ دروازہ بارہ موتی کے تھے ہر دروازہ ایک ایک موتی کا اور اُس شہر کی سڑک خالص سونے کی شفاف شیشے کے مانند تھی اس آیت مین پھر یہ بیان ہوا ہے کہ بارہ دروازہ بارہ موتی کے ہین یعنے بارہ امام مثل بارہ موتی کے ہین جیسا کہ عام انسان مثل پتھرون کے ہین تو امام مثل موتی کے ہین اور کل بارہ ملکر صرف مجموعی حیثیت سے موتی نہیں ہین بلکہ ہر ایک دروازہ یعنے ہر امام مثل موتی کے ہے۔

"اُس شہر کی سڑک خالص سونے کی شفاف شیشے کے مانند تھی" اس فقرہ کا مطلب سمجھنے کو پہلے لفظ سڑک کا مطلب سمجھنا چاہئے۔

سڑک اُسکو کہتے ہیں جسپر لوگ چلتے ہین یعنے چلنے کا راستہ۔ اور لفظ مذہب کے معنی بھی (چلنے کا راستہ) ہی ہین۔

پس معلوم ہوا کہ جس مذہب کے یہ شہر اور دروازہ تعلیم دیتے ہین اُسمین حق و باطل ملا ہوا نہین ہے بلکہ جیسا کہ خالص سونا بلا ملاوٹ کے ہوتا ہے اسی طرح اس مذہب مین صرف حق ہی حق ہے باطل کا مطلق ملاؤ نہین ہے اور شیشے کے مانند شفاف ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُسکی تعلیمات و دلائل واضح و روشن ہین اور دوسرون کو روشنی پہونچاتے ہین۔

آیت ۲۲ "اور مین نے اُسمین کوئی ہیکل نہ دیکھی اسلئے کہ خداوند خدا قادر مطلق اور برہ اُسکی ہیکل ہین"

اس شہر مین ہیکل نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جیسے غیر اقوام مین خدا وغیرہ کی صورتین بنائی جاتی ہین اُس مذہب مین جسکی یہ شہر تعلیم دیتا ہے خدا کی تصویر نہین بنائی جاتی خدا کی عبادت کیجاتی ہے یہی اُسکی ہیکل ہے اور برہ اور اُسکے پہلے اور پچھلے حضرات کی اطاعت کیجاتی ہے اس لئے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے نائبان رسول و ہادیان برحق ہین

آیت ۲۳۔ "اور وہ شہر سورج کا محتاج نہین اور نہ چاند کا کہ وہ اُسکو روشن

کرین کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہی اور برہ اُسکی روشنی ہے"
چونکہ سورج اور چاند دنیاوی اور ظاہری چیزونکو روشن کرتی ہین اور یہ شہر
دینی اور روحانی تعلیم کا ہے اس لئے وہ شہر روشنی حاصل کرنے کے لئے اس سورج اور
چاند کا محتاج نہین ہے۔
پھر اُسکی روشنی کس چیز سی ہی۔ خدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہی جسکا مطلب
یہ ہے کہ اس مذہب مین خدا کے جلال کی تعلیم و تلقین سے وہ مذہب خود بخود روشن ہی
یعنی خدا کے جلال کی تعلیم و تلقین اُسکی روشنی ہے اور ایسی تقدیس اور تنزیہ خدا کی
(ہر عیب و نقص و حاجت سے پاک و مبرا ہونا) سوائے اسلام کے کسی مذہب مین نہین
رہا اس فقرہ کا مطلب کہ "برہ اُسکی روشنی ہے"
اس کا مطلب یہ ہی کہ جس شہر کی تعریف ہو رہی ہے کہ خدا کا جلال اُسکو روشن
کر رہا ہے اُسکی سٹرک خالص سونیکی شیشہ کی مانند شفاف ہی اُسکے بارہ دروازہ ہین
اُسکی ایک علامت یہ ہے کہ اُس مذہب مین برہ کی بھی روشنی ہی۔ یعنی برہ کی عزاداری
اور تذکرہ مصائب اُس مذہب کی روشنی کا باعث ہین یعنی اسلام مین ایک خاص
روحانیت اُسکی عزاداری سے پیدا ہوتی رہتی ہی بلکہ بہت لوگ اس عزاداری کی
بدولت راہ حق اختیار کر لیتے ہین۔
اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ جس مذہب کی اوپر تعریفین ہوئین وہ مذہب شیعہ
ہے کیونکہ برہ کی عزاداری کی روشنی صرف مذہب شیعہ مین ہی ہی۔
بعض حضرات اہل سنت بھی عزاداری حسین مظلوم کی کرتے ہین مگر رسماً کرتے ہین
شیعونکی طرح لازمی سمجھکر نہین کرتے۔
اور علماء اہل سنت تو اس عزاداری کی سخت مخالف ہین اور تذکرہ شہادت کرنیسی
ممانعت کرتے ہین چنانچہ امام محمد غزالی نے تو تذکرہ شہادت حسین مظلوم کو حرام ہی لکھدیا

اور اُن سے پہلے حضرت عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں
امام حسین کی شہادت کے روز کو روز غم قرار دینے والے فرقہ کو باطل تحریر فرمایا ہی۔
پس معلوم ہوا کہ جس شہر کی روشنی و رونق برہ کی عزاداری ہی اُسی شہر یعنی مذہب
کی تعریفیں ہیں اور جس میں برہ کی روشنی نہیں وہ اس شہر سے باہر ہیں جس کا
ذکر باب ۲۲ کی آیت ۱۵ میں آئیگا۔

آیت ۲۴ "اور وہ قومیں جنھوں نے نجات پائی اُسکی روشنی میں پھرینگی" اس
آیت میں اُن لوگوں کا نجات یافتہ ہونا ظاہر کیا گیا ہی جو اُس شہر کی روشنی میں پھرینگے
یعنی اُس شہر (دینی) کی تعلیمات سے اپنے کو روشن کرینگے۔ مگر یہ وہی شہر ہے جسکی
روشنی برہ ہی اور جسکے بارہ دروازہ ہیں نہ کوئی دوسرا فرقہ اسلام۔ یعنی یہ فرقہ اسلام
جسکی روشنی برہ ہی اور بارہ دروازہ یعنی بارہ امام کو اپنا پیشوا مانتا ہے اور انھیں سے
احکام رسول کو لیتا ہی نجات یافتہ گروہ ہے جیسا کہ رسولخدا صلعم نے بھی فرمایا ہی۔
حدیث مثلُ اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجا ومن تخلف
عنھا ضلّ وغرق وھوی ترجمہ میری اہلبیت کی مثال نوح کی کشتی کی مثال ہے
یعنی جو اہلبیت کی کشتی پر سوار ہوا اُسنے نجات پائی جو اُس سے الگ رہا یعنی اہلبیت
کی کشتی میں سوار نہ ہوا وہ گمراہ ہوا اور غرق دریائے ضلالت ہوا۔

اور برہ (امام حسین ع) اہلبیت میں داخل ہیں پس معلوم ہوا کہ جو اہلبیت کا پیرو
ہے وہ نجات یافتہ ہی جیسا کہ اس آیت میں اُنھیں قوموں کو نجات یافتہ ظاہر کیا گیا ہی
جو اُس شہر (علم دین) کی روشنی میں پھرتے ہیں جسکی روشنی برہ (امام حسین ع) ہیں اور
جسکے بارہ دروازہ ہیں اور اُسکی سڑک (مذہب) خالص سونیکا ہے۔

بقیہ آیت ۲۴ "اور زمین کے بادشاہ اپنا جلال اور عزت اُسمیں لاتے ہیں"
اسکا مطلب یہ ہی کہ اس مذہب کے مطیع بادشاہ بھی ہونگے۔

آیت ۲۵ ”اور اُس کے دروازہ کبھی دن کو بند نہ ہونگے کہ رات وہان نہ ہوگی“
چونکہ رات ایک تاریک وقت کا نام ہی اور اس شہر مین روشنی ہی روشنی ہی اس لئے کہا گیا
کہ رات (تاریکی) وہان یعنے اُس شہر مین نہین ہے صرف دن ہی اور
دن کو اُسکے دروازہ بند نہ ہونگے اور دروازون سے بارہ امام مراد ہین تو اس
فقرہ کا مطلب کہ دروازہ کبھی بند نہ ہونگے یہ ہی کہ امام سے کبھی زمانہ خالی نہوگا۔

آیت ۲۶ میں قومون کے جلال اور عزت لانیکا مطلب ہی ہے جو آیت ۲۴
کے آخری فقرہ کا بیان ہوچکا۔

آیت ۲۷ ”اور کوئی چیز جو ناپاک یا نفرت انگیز یا جھونٹ ہی اُس مین کسی
طرح در نہ آئیگی۔

اس آیت کا یہ مطلب ہی کہ اس شہر مین کوئی ناپاک چیز یا نفرت انگیز یا جھونٹ
نہین داخل ہوگا یعنے اس شہر والے (رسول اور بارہ نائب) کسی گناہ کے مرتکب
نہ ہونگے جو ناپاک اور نفرت انگیز چیز ہوتی ہی جیسا کہ قرآن مجید مین بھی اُنکی تعریف
آیت ذیل مین اسی معنی و مطلب کے ساتھ کی گئی ہے جو پارہ ۲۲ رکوع اول
صفحہ اول مین درج ہے۔

آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ
تَطْهِیْرًا ترجمہ ای اہل بیت رسول خدا نے بس ارادہ کر لیا ہی کہ تم سے ہر ناپاکی اور نفرت
انگیز چیز کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہی۔

بقیہ آیت ۲۷ ”اور کوئی اُس شہر مین داخل نہوگا مگر صرف وہ ہی جو بڑہ کی کتاب
حیات مین لکھے ہوئے ہین“

اسکا مطلب یہ ہی کہ اُس شہر مقدس مین وہی لوگ داخل ہونگے جو بڑہ کی کتاب
حیات (حیات دائمی) یا کتاب نجات مین لکھی ہوئی ہین اور وہ صرف شیعہ ہین اور

سابق مین درندہ جانور کے پیرؤون کے تذکرہ مین بیان ہو چکا ہے کہ سب مسلمان درندہ
جانور یعنی بادشاہون کے احکام کی پیروی کرینگے اور گمراہ ہوجاینگے اُن کے نام برہ
کے دفتر حیات سے خارج ہین صرف وہ لوگ اُس جانور کی پوجا (اطاعت و پیروی)
نہ کرینگے جنکے نام برہ کے دفتر حیات مین لکھے ہوئے ہین جو بنا رعالم سی قتل ہوا ہی جو سوائے
امام حسینؑ کے کوئی نہین ہو سکتا - پس وہی لوگ اُس شہر میں داخل ہونگے جو امام حسینؑ کو
امام برحق جانتے ہین اور وہ صرف شیعہ اثنا عشری ہین کیونکہ وہ بارہ امام کے قائل
ہین اور انھین شیعون کے نام برہ (امام حسینؑ) کے دفتر حیات ابدی مین درج ہین
نہ اُنکے نام جو امام حسینؑ کی عزاداری و تذکرہ شہادت تک کے مخالف ہیں شیعون کے
نجات یافتہ ہونے کی خبر خود رسول اللہ صلعم نے دی ہے -

حدیث یا علی انت وشیعتك فی الجنۃ ترجمہ ای علیؑ تم اور تمہارے شیعہ جنتی
ہین اس حدیث کے صحیح و متواتر ہونے نے شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی مجبور کیا کہ اُن کو
کہنا پڑا کہ ہم بھی شیعہ ہین ہم نے اپنا نام بعد کو بدل دیا ورنہ ہمارا نام پہلے زمانہ مین
شیعہ اول تھا جو بالکل سفید جھوٹ ہی اس فرقہ کا نام کبھی شیعہ نہین ہوا - اس جھوٹ
کا بدلہ بس خدا کے حوالہ ہے اور نواب صدیق حسن خان نے بھی یہ حدیث (یا علی
انت وشیعتك فی الجنۃ) کئی راویون سے لکھکر اُسکو مانا ہے اور اسیوجہ سے سنت
جماعت کو شیعہ علیؑ ہونا ظاہر کیا علیؑ کے نام سے اور احکام سے متنفر اور شیعہ علیؑ ہونیکا
دعوی سبحان اللہ چہ خوش - اہلسنت کا نام شیعہ عثمان جنگ جمل و صفین تک ضرور رہا جس سال
امیر معاویہ بادشاہ ہوگئے تو اُس سن کا (رسال) کا نام سنِ جماعت ہوگیا پھر وہ سنت وجماعت

باب بائیس (۲۲)

آیت ۱ "پھر اُس نے آب حیات کی ایک صاف ندی مجھے دکھائی جو بلور کی طرح
شفاف اور خدا اور برہ کے تخت سی نکلتی ہی -

آیت ۲ " اور (وہ ندی) اُس (شہر) کی سڑک کے بیچوں بیچ (واقع ہے)

اور اس ندی کے وار پار زندگی کا درخت تھا جو بارہ قسم کے پھل لاتا ہے اور ہر ایک مہینہ مین اپنا پھل دیتا تھا اور اُس درخت کے پتے قومون کی شفا کے واسطے تھے۔

ان دونون آیات مین جو الفاظ تشریح طلب ہین وہ حسب ذیل ہین جنکی الگ الگ شرح کیجاتی ہے۔ وہ فقرات یہ ہین

نمبر۱۔ آب حیات کی ایک صاف ندی جو بلور کی طرح شفاف ہے۔

نمبر۲۔ وہ ندی خدا اور برہ کے تخت سے نکلتی ہے۔

نمبر۳۔ وہ ندی اُس شہر کی سڑک کے بیچون بیچ واقع ہی۔

نمبر۴۔ اُس ندی کے وار پار زندگی کا درخت ہی۔

نمبر۵۔ وہ درخت جو وار پار ہین بارہ قسم کے پھل لاتے ہین اور ہر مہینہ مین اپنا پھل دیتے ہین

نمبر۶۔ اُس درخت کے پتے قومون کی شفا کے واسطے ہیں۔

شرح فقرہ نمبر (۱)

آب حیات کی ایک صاف ندی جو بلور کی طرح شفاف ہی۔

باب ۲۲ کی آیت ۱ و ۲ مین اُس شہر کے وہ علامات بیان ہوئے ہین جن علامات کو دیکھکر کسی کو شک کرنے کی گنجائش باقی نہین رہتی کہ اس سے مراد مذہب شیعہ اثنا عشری کے سوا کوئی اور نہین ہو سکتا چنانچہ ایک علامت اُس شہر مقدس (مذہب حقہ) کی یہ ہے کہ اُس شہر مین آب حیات کی ایک صاف ندی ہی جو بلور کی طرح شفاف ہے۔

سابق مین بارہا بیان ہوچکا کہ دروازہ اور نیو وغیرہ یہ سب الفاظ تمثیلی ہین اصل مین مراد ان الفاظ سے انسان ہین۔

چونکہ ندی کو عربی زبان مین جعفر کہتے ہین پس آب حیات کی ندی سے مراد حضرت امام جعفر صادقؑ ہین ندی کے ساتھ جو لفظ صاف ہی اُس سے مراد لفظ صادق ہے

اور آب حیات کی جو ندی کہی گئی ہے اُسکا یہ مطلب ہے کہ جو شخص اس ندی (تعلیم جعفری) کا پانی پی لیگا تو بس اُسنے آب حیات جاودانی پی لیا اور نجات یافتہ ہوگیا۔

حضرات ناظرین فقرہ اوّل سے جو مراد مؤلف نے بیان کی ہے اُسکو دیکھکر گھبرائین نہین باقی فقرات ان دونو آیات کی جنکی تشریح کیجاتی ہے سب اس کی تائید کرتے ہین جسکو دیکھکر آپ کی قلب کو اطمینان ہو جائیگا کہ جو مراد ندی کی بیان کی گئی ہے وہ واقعی بالکل مطابق واقع کی ہے۔

فقرہ نمبر ۲ وہ ندی خدا اور برہ کے تخت سے نکلتی ہے۔
ندی کے خدا کے تخت سے نکلنے کا یہ مطلب ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا تقرر بغرض ہدایت خلق منجانب اللہ ہوا ہے اور خدا کی طرف سے یہ امام خلائق مقرر ہوئے ہین۔

اور ندی کے برہ کے تخت سے نکلنے سے یہ مراد ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ع برہ (یعنے امام حسین ع) کی نسل مبارک سے ہین برہ (امام حسین ع) بھی انسان ہین کیونکہ ابن آدم تھے اور انسان کی نسل انسان ہے لہذا ندی جو برہ کے تخت سے نکلتی ہے وہ بھی انسان یعنے امام جعفر صادق ع ہین۔

فقرہ نمبر ۳ وہ ندی اُس شہر کی سڑک کی بیچوں بیچ واقع ہے۔
اسجگہ سڑک یا مذہب سے مراد معلمان مذہب ہین جو تیرہ شخص ہین ایک رسول اور بارہ نائب یعنے یہ سڑک تیرہ دیون سے مرکب ہے۔
اب دیکھ لیجئے کہ یہ ندی (حضرت امام جعفر صادق ع) جو برہ کے تخت سے نکلتی ہے (یعنی امام حسین ع کی نسل مبارک سے ہین) اس سڑک کے بیچوں بیچ واقع ہے یا نہین تیرہ کا بیچوں بیچ ساتوان ہوتا ہے چھ پہلے اور چھ بعد کو اور ساتوان بیچ مین۔

پس دیکھ لیجئے امام جعفر صادقؑ سے چھ حضرات (ایک رسولؐ اور پانچ امام حضرت علی و امام حسن و امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر علیہ السلام) پہلے ہین اور ساتوین خود حضرت امام جعفر صادق ہین اور چھ امام (موسیٰ کاظم و امام علی رضا و امام محمد تقی و امام علی نقی و حسن عسکری و صاحب الامر علیہ السلام) بعد اُن حضرت کے ہین یعنے یہ ندی اُس سڑک کے بیچ بیچ واقع ہی فرمایئے کہ آب حیات کی صاف ندی (جعفر صادق) اور برہ کے تخت سے نکلنا (نسل امام حسین سی ہونا) اور سڑک دینی کے بیچو بیچ واقع ہونا سب باتین حضرت امام جعفر صادق پر صادق آگئین یا نہین - اور ثابت ہوگیا کہ وہ شہر مقدس نیا یروشلم جسمین داخل ہونے سے نجات ملتی ہی جسکی ایک علامت یہ ہے کہ برہ (امام حسین) اُسکی روشنی ہے اور اُس کی سڑک کے بیچو بیچ ایک صاف ندی آب حیات کی ہے اُس شہر سے مراد سوائے مذہب اثنا عشری کوئی نہین ہوسکتا اور یہی نجات یافتہ گروہ ہے اور اسی مذہب کی تعلیم رسول اللہ نے دی تھی یعنے وہ دین اسلام جسکی تعلیم کو رسول اللہ تشریف لائے تھے وہ صرف مذہب حقہ شیعہ اثنا عشر ہے۔

اس جگہ ناظرین باانصاف کو پھر وہ تین حدیثین یاد دلاتا ہون جو سابق مین درج ہوچکی ہین جنمین سے دو مین نام بارہ اماموں کے بتلائے ہین اور ایک مین حضرت علیؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بتلا کر یہ فرمایا ہے کہ حسینؑ کی نسل سے نو امام اسطرح ہونگے کہ ہر ایک کی بعد اُسکا بیٹا امام ہوگا جنکا نوان اور آخری مہدی آخر الزمان ہوگا - اور بارہ[۲۲] اماموں کے یہ نام بتلائے اول علی ابن ابیطالب دوسری امام حسنؑ تیسری امام حسینؑ پھر حسینؑ کے بیٹے علی زین العابدین اُن کے بیٹے محمد باقرؑ اُن کے بیٹے جعفر صادقؑ اُنکے بیٹے موسیٰ کاظمؑ اُنکے بیٹے علی رضاؑ اُنکے بیٹے

۴۲ باب ۵۳ یشعیا مین ثابت ہو چکا کہ برہ کی نسل کے ایک شخص کی عمر دراز ہوگی جس سے صریح

محمد تقی اُنکے بیٹے علی نقی اُن بیٹے حسن عسکری اُن کے بیٹے مہدی آخر الزمان علیہم السلام
اب غور طلب یہ امر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ارشاد مذکورہ بالا کو سُنکر وہ یہودی کسطرح
تصدیق نہ کرتے جبکہ مکاشفات باب ۲۲ کی آیت ۲ مین پڑھ چکے تھے کہ اُس شہر مقدس
نئے یروشلم مین جو مشترک ہے (جس کے ہادی تیرہ ہین ایک رسول اور بارہ امام)
اُس کے بیچوبیچ والے امام کانام جعفر صادق (آب حیات کی صاف ندی) ہے
یعنی تیرہ (رسول اور بارہ امام) کا بیچوبیچ ساتوان ہوتا ہے چنانچہ امام جعفر صادقؑ سے
پہلے چھ (رسول اللہ وحضرت علیؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ و امام
محمد باقرؑ) حضرات ہین اور اُن کے بعد چھ (امام موسی کاظمؑ و امام علی رضاؑ و امام محمد تقیؑ
و امام علی نقیؑ و امام حسن عسکریؑ وحضرت صاحب الامر والسلام) حضرات ہین پس
جبکہ رسول اللہ نے نام بتلائے اور امام جعفر صادقؑ کا نمبر وہی بتلایا جو مکاشفات
مین درج ہے یعنی تیرہ کا بیچوبیچ اور پھر یہ بھی بتلایا کہ وہ جعفر صادق حسینؑ کی نسل
سے ہونگے جیسا کہ مکاشفات کا مضمون ہے کہ وہ صاف ندی (جعفر صادقؑ)
برہ کے تخت سے نکلی ہے یعنی حسین کی نسل سے ہے اور جبکہ وہ اسی آیت مین پڑھ
چکے تھے کہ اُس صاف ندی (امام جعفر صادق) کے وار اور پار (یعنی اُن سے پہلے
کے اور بعد کے امام) زندگی کا درخت ہین یعنی سب امام نجات کا ذریعہ اور وسیلہ
ہین جسکا نتیجہ زندگی ابدی ہے تو وہ یہودی کیونکر رسول اللہ صلعم کے ارشاد
کی تصدیق نہ کرتے۔

اور اسوقت کے صاحبان غور اور باانصاف مسلمانون کو اُن احادیث کی تصدیق
مین کیا عذر ہوسکتا ہے کیونکہ وہ اہل سنت کی کتب حدیث مین درج ہین تین صحابی
راوی ہین اُن کے مضمون کی کتب انبیاء سابقین کی پیشین گوئیون سے تصدیق
ہوتی ہے اور یہ کتابین اسلام سے چھ سو برس پہلے کی ہین اور بعض چھ سو برس سے

بہت زیادہ پرانی ہین جنمین فرقہ شیعہ کا کچھ تصرف کرنا غیر ممکن تھا۔ اگر کوئی مسلمان اب بھی تصدیق نہ کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اُس نے ہٹ دہرمی سے دیدہ و دانستہ نجات کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیث کشتئ نوح کے فقرہ ذیل کا مصداق ہو گیا" جو اُس کشتئ (اہل بیت) سے الگ رہا (یعنی کشتئ اہل بیت مین سوار نہ ہوا) وہ گمراہ ہو گیا اور غرق ہو گیا"

اس موقع پر اگر کوئی یہ کہے کہ جب رسول اللہ نے بارہ امامون کے نام بتلا دئے تھے تو مسلمانون نے کیون نہ مانا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ نے پہلے امام کی نسبت جو حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (مین جسکا مولا و پیشوا ہون علیؑ بھی اُسکا مولا د پیشوا ہے) فرمائی تھی جسپر سوائے امام اسمٰعیل بخاری دشمن جناب امیر کے جمہور محدثین کا اتفاق ہے اُسکو نہ مانا اور اُسکے طرح طرح کے معنی بناتے ہین اگرچہ اُن کے بنائے ہوئے معنی کو صاحب انصاف کا دل قبول نہین کر سکتا اور سب معنی غلط اور نئے معنی ہوتے ہین اور اس حدیث کو نہ مانا جسمین رسول اللہ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنَؑ وَالْحُسَیْنَؑ اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا یعنی حسن اور حسین امام ہین چاہے امامت پر قیام کرین یا مسلمانون کے نہ ماننے کی وجہ سے بیٹھے رہین۔ پھر تعجب کیا ہے جو بارہ امامون کے نام بتلانے والی حدیث کو نہ مانا۔

اس خرابی اور نافرمانی رسول اللہ کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنا کھڑا کیا اُنکے خلیفہ مان لینے والون کو مجبوری ہے کہ رسول اللہ کی اُن حدیثون کا انکار کرین جنمین اہلبیت کی فضیلت و امامت مذکور ہے اور جب اپنی کتابون مین ایسی حدیثین درج پائین تو اُنکی غلط اور نئے معنی تاویل کرین اور حضرت ابو بکر کو بذریعہ اجماع خلیفہ ماننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجام کار یزید سا فاسق بھی بذریعہ اجماع و استخلاف معاویہ مسلمانون کا امام مانا گیا جس کی بیعت کرنا علماء اہل سنت کے نزدیک اُس امام

حسین پر واجب تھا جسکو رسول اللہ معہ امام حسن کے امام فرما چکے تھے۔

اب مسلمانون کو اختیار ہے کہ چاہے اُن بارہ خلفار (خلفار ثلثہ و علیؑ و معاویہ و یزید بن معاویہ و عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز اور عبدالملک کے چار بیٹے) کو اپنا امام مانے جنکو اس قاعدہ کے موافق علمار اہل سنت نے امام قرار دیا ہے جو ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۲۵۶ سطر ۱۴ و ۲۰ و ۲۱ مین شاہ ولی اللہ پدر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحریر کیا ہی اور قاضی عیاض اور ابن حجر مکی پہلے تسلیم کر چکے ہین کہ جو مسلمانون کا بادشاہ ہی وہی مسلمانون کا امام ہی اور جو بادشاہ نہین وہ امام نہین یعنی امام حسینؑ بھی امام نہین کیونکہ وہ بادشاہ نہین ہوئے تھے۔ مگر یاد رکھیے کہ ان خلفار پر اُس درندہ جانور کی علامات پورے طور پر صادق آچکے ہین جنکا انجام بُرا ہوگا اور اُسکے تابعین کے نام برہ (امام حسین) کی دفتر نجات و بخشش سے خارج ہین یعنی بخشش سے محروم رہینگے جسکی تفصیل اس کتاب مین سابق مین ہو چکی ہے اور یہ بھی یاد رکھیے کہ آیت یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ پارہ ۱۵ رکوع ۷ (قیامت کے دن ہم ہر آدمی کو اُسکے امام کے ساتھ بلائین گے) کے موافق خلفار مذکور کو امام ماننے والا انھین اپنے امامون کے ساتھ بلایا جاویگا جن مین یزید بھی ہے اور جو نتیجہ ہوگا وہ خود سمجھ سکتا ہے مجھکو کہنے کی ضرورت نہین۔

اور چاہے اُن بارہ امامون کو اپنا امام مانے اور اُنھین کی پیروی اختیار کرے جو مکاشفات کے باب ۱۲ مین ستارے اور باب ۲۱ مین شہر مقدس کے بارہ دروازہ ہین اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنی نیابت کے لئے نامزد کیا ہے جو اہلبیت رسالت ہین جن کی نسبت رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اُنکی کشتی مین سوار ہوا اُس نے نجات پائی وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ جن احادیث مین رسول اللہ نے بارہ امامان اہلبیت کے نام بتلائے ہین اُن کے قبول نہ کرنے کی دو صورتین اور عرض کرتا ہون ایک تو حدیث مین درج ہے جو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۷۵ سطر ۸ و ۹ و ۱۰ مین درج ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ اگر

تم علیؑ کو اپنا امیر مانوگے تو تم اُسکو ہادی ومہدی پاؤگے اور وہ تم کو صراط مستقیم پر لیجائیگا
مگر تم مجھکو ایسا کرتے ہوئے نظر نہین آئے یعنی تمہاری حرکات وسکنات سے ظاہر ہو رہی
کہ تم علیؑ کو امیر نہ مانوگے جسپر تھوڑا سا غور کرنے سے صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول پیشین گوئی
مین فرمارہے ہین کہ تم صراط مستقیم پر قایم نہ رہوگے کیونکہ صراط مستقیم پر جب قایم رہوگے جب
علی کو امیر مانوگے اور وہ کام (علی کو امیر ماننا) تم کرتے نظر نہین آتے۔

جن لوگون کو مخاطب کرکر رسول اللہ نے یہ فرمایا تہا وہ منافقانہ حصول منفعت دنیاوی
کے لیئے اسلام لائے تھے اسی لیئے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ تم حصول منفعت دنیاوی
کی وجہ سے علی کو امیر نہ مانوگے۔

دوسری صورت حدیث ہائے مذکور کے نہ ماننے کی عداوت اور حسد ہے اور وہ اُس
واقعہ سے ظاہر ہے جو تفسیر ثعلبی مین (جو دنیا مین سب سے پہلی تفسیر مرتب ہوئی ہے) تفسیر
آیت سَاَلَ سَائِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ سیپارہ ۲۹ رکوع ۷ مین درج ہی
جسکا ترجمہ یہ ہے ایک سائل نے ایسے عذاب کا سوال کیا جو کافرون پر واقع ہوتا ہی
اِسی آیت کے اس مضمون سے کہ سائل کافرون کا سا عذاب چاہتا ہے ظاہر ہوتا
ہے کہ عذاب کا سائل مسلمانون مین سے ہے تفسیر ثعلبی مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہی
کہ سفیان بن عئینیہ تابعی سے کسی نے سَاَلَ سَائِلٌ کے بارے مین پوچھا کہ یہ آیت کسکے
حق مین نازل ہوئی ہے وہ (سفیان بن عئینیہ) سائل سے کہنے لگے تو نے مجھ سے ایسا مسئلہ
پوچھا کہ تجھ سے پہلے کسی نے نہین پوچھا لہذا اس سائل کا حال سُن۔ کہ جب آنحضرت صلعم
نے غدیر خم پر لوگون کو جمع کرکے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی حدیث کو ارشاد فرمایا
اور یہ حدیث شہرون مین پہونچگئی اور شہرت پاگئی تو حارث بن نعمان الفہری یہ سنکر حضرت
کی خدمت مین آیا اور اپنی سواری کو بٹھا کر کہنے لگا یا محمد آپنے ہمین لا الٰہ الا اللہ اور
اپنے رسول اللہ ہونے پر گواہی دینے کا حکم دیا ہم نے اس بات کو آپکی مان لیا پھر آپنے

پانچ نماز دن کا حکم دیا وہ بھی ہمنے آپ سے مان لیا پھر آپنے ہم کو زکوٰۃ دینے کے لئے
کہا ہمنے وہ بھی آپ کا کہنا قبول کیا پھر آپنے ہمکو حج کرنیکا حکم دیا ہم نے وہ بھی مان لیا
پھر آپنے رمضان کے روزوں کے لئے کہا ہمنے وہ بھی قبول کر لیا اسپر بھی آپ راضی
نہ ہوئے اور آپنے اپنے ابن عم کے بازو پکڑ کر اُٹھایا اور اُن کو ہمپر فضیلت دی اور
مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ ارشاد فرمایا تو کیا یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا خدا نے
حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے اُسکی جسکے سوا کوئی خدا نہیں یہ حکم خدا کا ہی حارث
بن نعمان یہ کہتا ہوا اپنی سواری کی طرف لوٹا۔ ای خدا جو کچھ محمدؐ فرماتے ہیں سچ ہے تو ہمپر
آسمان سے پتھر برسایا ہمین دردناک عذاب پہونچا۔ وہ ابھی اپنی سواری تک نہ پہونچا
تھا کہ خدا نے اُسپر ایک آسمانی پتھر پھیکا جو اُسکے سر پر لگا اور پاخانہ کے مقام سے نکل گیا
پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اس واقعہ سے چند باتین ظاہر ہوتی ہین۔
نمبر ۱۔ یہ کہ حارث بن نعمان فہری اس حدیث کا یہ مطلب سمجھا کہ رسول اللہ نے یہ حدیث
فرما کر علی بن ابیطالب کو سب پر فضیلت دی اور سب کا پیشوا اور مولا مقرر کر دیا ورنہ
خفا اور ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی اگر اسکے معنی وہ ہوتے جو اس حدیث سے حضرات
علمائے اہل سنت ظاہر کرتے ہین کہ جسکے دوست رسولؐ ہین علیؑ بھی اُس کے دوست
ہین۔
نمبر ۲۔ حارث بن نعمان نے جو معنی سمجھے تھے رسول اللہ نے اُس کی تصدیق کی۔ اور یہ
نہین کہا کہ بھائی تو کیون اسقدر خفا اور برہم ہوتا ہے مین نے علیؑ کو نہ فضیلت دی نہ علیؑ
کو پیشوا مقرر کیا (جیسا کہ اس حدیث کا مطلب علمائے اہل سنت حضرت ابوبکر کی خلافت
مان لینے کی مجبوری کی وجہ سے ظاہر کرتے ہین) بلکہ یہ فرمایا کہ جو مطلب تو نے سمجھا ہے کہ
مین نے علیؑ کو سب پر فضیلت دی اور سب کا پیشوا مقرر کر دیا یہ حکم خدا کا ہی ہے اس واقعہ
سے حدیث غدیر کے مطلب کی خوب تشریح ہو گئی کہ جو مطلب شیعہ سمجھے ہین وہ صحیح ہی

اور حارث مذکور بھی یہی سمجھا تھا جس کی تصدیق رسول اللہ نے بھی فرمادی اور یہ نہ فرمایا کہ مین نے تو علیؑ کا محبوب ہونا (بقول علمار اہلسنت) ظاہر کیا علیؑ کو مولا و پیشوا مقرر نہین کیا۔ چونکہ مضمون بالا مین حدیث غدیر من کنت مولاہ کا ذکر آگیا ہے لہذا مولف اُس کی نسبت کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہون اس حدیث کے متعلق امور ذیل تحقیق طلب ہین جیسا کہ ہر حدیث کے متعلق ہوتے ہین وہ امور حسب ذیل ہین۔

نمبر ۱۔ کسقدر صحابیون نے اسکی روایت رسول اللہ سے کی ہے۔

نمبر ۲۔ کسقدر محدثین نے اپنی کتابون مین اسکو درج کیا ہے۔

نمبر ۳۔ علمار اہلسنت مین کسقدر نے اس حدیث کو اپنی کتابونمین درج کیا ہے۔

نمبر ۴۔ اس حدیث مین جو ارشاد رسول اللہ صلعم ہے اُسکا اصلی اور صحیح منشار کیا ہے۔

نمبر ۱ کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو ایک سَو سے زیادہ صحابیون نے رسول اللہ سے سنکر روایت کی اور ابن حجر مکی آٹھ صحابیون کی روایت کرنے سے حدیث کو متواتر کہتے ہین تو سَو سے زیادہ صحابیون کے روایت کرنے سے یہ حدیث کیونکر متواتر نہ ہوگی جیسا کہ عبقات الانوار مین مولنا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے کامل طور پر ثابت کردیا ہے جسکا جواب تک کسی اہلسنت کے عالم سے ممکن نہ ہو سکا جو سنہ ۱۲۹۴ ہجری مین طبع ہوئی ہے جسکو ۳۴ سال ہوچکے۔

نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو جمہور محدثین شیعہ و اہل سنت نے روایت کیا ہے اہل سنت کے محدثین مین سے صرف صاحب صحیح بخاری نے اس حدیث کو روایت نہین کیا۔ تو اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ امر کسی صاحب تحقیق کا دل قبول کرسکتا ہے کہ تمام محدثین عالی رتبہ نے اعتبار اور روایت مین نے پروائی کرنے والے خیال کئے جاوینگے اور صرف صاحب صحیح بخاری ان سب کے مقابل مین قابل اعتبار سمجھے جاوین امام اسمٰعیل جامع صحیح بخاری کی اس حدیث کو اپنی کتاب مین درج...

نہ کرنے اور جمہور محدثین کا اِس حدیث کو روایت کرنیکا نتیجہ صرف یہ ہے کہ صاحب صحیح بخاری کو جناب امیر علیہ السلام سے سخت عداوت تھی چنانچہ اور کوئی حدیث جو بخاری مین حضرت علی علیہ السلام کی نسبت درج کی ہے اُسمین بھی کاٹ تراش سے کام لیا ہے اور اس زمانہ مین حکیم مولوی سید علی اظہر صاحب قبلہ مدظلہٗ نے تنقید بخاری لکھکر اس کتاب کی حقیقت اور قلعی ایسی کھولدی ہے کہ اب اُسکو صحیح کہتے ہوئے صاحب عقل و انصاف کو شرم آئیگی

تنقیح نمبر ۳ کا جواب یہ ہے کہ عبقات الانوار مین کامل طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ اوّل صدی ہجری سے تیرہوین صدی تک بڑے بڑے علمار اہلسنت نے اس حدیث کو اپنی کتابون مین درج کیا ہے یہانتک کہ شاہ ولی اللہ عالم جید اہل سنت والد بزرگوار شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفار مین اُسکو درج کیا ہے (جنکو شاہ عبدالعزیز نے آیت من آیات اللہ لکھا ہے) اور شاہ ولی اللہ صاحب موصوف اور سب علمار نے اسکی کچھ پرواہ نہین کی کہ اسکو صاحب صحیح بخاری نے روایت نہین کیا یقیناً یہی خیال کیا ہوگا کہ انکا اس حدیث کو روایت نہ کرنا کچھ قابل اعتبار نہین۔

نمبر ۴۔ اس حدیث کو رسول اللہ صلعم کے فرمانیکا منشار یہ ہے:۔

منشار معلوم کرنیکے لئے اوّل حدیث کے لفظی معنی پر غور کرنا چاہئے لفظی ترجمہ یہ ہے کہ مین جسکا مولا ہون علی بھی اُسکا مولا ہے۔ چونکہ حدیث مین رسول اللہ صلعم نے اپنے واسطے لفظ مولا فرمایا ہے اور وہی لفظ مولا حضرت علی کیواسطے ارشاد فرمایا تو جس معنی مین رسول اللہ جملہ مسلمانون کے مولا ہین اُسی معنی مین علیؑ بھی تمام مسلمانونکے مولا ہین۔

رسول اللہؐ کا تمام مسلمانون کا مولا و پیشوا ہونا تو مسلّم ہے کسی مسلمان کو اس مین عذر نہین ہوسکتا ہے اور جو شخص رسول اللہ کے مولا و پیشوا ہونے کو نہ مانے وہ مسلمان ہی نہیں تو رسول اللہؐ فرماتے ہین کہ مین جسکا آقا و پیشوا مین ہون اُسکا آقا و پیشوا علی ہی بعض علمار اہلسنت نے فرمایا ہے کہ اگر یہی معنی لین تو بھی حدیث کے خلاف عمل نہین ہوا کیونکہ

حضرت علیؑ چوتھے درجہ پر خلیفہ ہو تو گئے جسکا صریح مطلب یہ ہوا کہ علیؑ مسلمانوں کے مولا خلفاء ثلثہ کے بعد ہوئے یعنی حضرت علیؑ خلفاء ثلثہ کے مولا نہ تھے بلکہ خلفاء ثلثہ حضرت علیؑ کے امام تھے۔ معاذ اللہ

مگر اُن علماء اہلسنت نے حدیث کے فقرہ اوّل پر مطلق غور نہیں کیا۔ جب ہی تو حضرت علیؑ کو چوتھے درجہ پر خلیفہ ماننے سے حدیث کی تعمیل سمجھے ہیں۔

فقرہ اوّل حدیث کا یہ ہے کہ میں جسکا مولا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے مولا تھے یا نہ تھے اگر رسول اللہؐ حضرت ابوبکر وغیرہ کے مولا نہ تھے تو وہ اسلام سے خارج ہو گئے اور اگر رسول اللہ حضرت ابوبکر کے مولا تھے تو حضرت علیؑ بھی حضرت ابوبکر وغیرہ تینوں کے مولا ہوئے یہی خلیفہ بلا فصل ہونا ہے مولا کے ہوتے ہوئے ابوبکر خود امام بن بیٹھے اور (علیؑ) جو حکم رسولؐ کے مطابق امام تھا اُس سے طالب بیعت ہوئے حدیث رسول کی کسقدر مخالفت کی ہے۔ چونکہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے باوجود عالم جید ہونیکے اپنے تعصب مذہب کی وجہ سے نئے علموں کا سا فقرہ لکھا ہے کہ لغت عرب میں مولا کہیں آقا کے معنی میں نہیں آیا۔ لہذا راقم قرآن سے مولا کے معنی آقا ہونا دکھلاتا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُھُمَآ اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰہُ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ھَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سپارہ ۱۴ رکوع ۱۶ ترجمہ خدا نے دو شخصوں کی مثل بیان کی ہے ایک تو اُن میں گونگا ہے جو ہدایت کی کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا (ہدایت پر قدرت نہیں رکھتا اس لئے ترجمہ کیا ہے کہ مقابل شخص کی صفت یہ تحریر ہے کہ وہ صراط مستقیم پر قایم ہے جسکے واسطے بڑے علم اور گویائی کی ضرورت ہے اور یہ پہلا شخص گونگا ہی) اور وہ اپنے خواجہ و مالک و آقا پر گراں ہے (مولا کا ترجمہ شاہ ولی اللہ

شیخ سعدی نے خواجہ مولا کا ترجمہ مالک شاہ رفیع الدین نے اور آقا مولوی نذیر احمد نے کیا
ہے اس لئے کہ اُسکا آقا جہان اُسکو بھیجتا ہے ٹھیک کام کر کر نہین لاتا اب خداوند تعالی لوگون
سے بطور استفہام انکاری پوچھتا ہے کہ کیا تم لوگون کے خیال مین) یہ نالایق اور وہ شخص
برابر ہو سکتے ہین جو عدل کیساتھ حکم کرتا ہے اور خود صراط مستقیم پر قایم جسکا جواب ہر ذی عقل
یہی دیگا کہ یہ دونو ہرگز برابر نہین ہو سکتے اسجگہ اس آیت کے تحریر کرنے کا منشار تو یہ تھا
کہ کَلٌّ عَلٰی مَوْلَاہُ مین مولا کے معنے خواجہ و مالک اور آقا کے ہین اور جن ترجمون کا حوالہ
دیا ہے اگر اُنکو تسلیم نہ کیا جاوے تو خود خدا نے اس کے بعد کے جملہ مین ظاہر کر دیا ہے کہ مولا
کے معنی مالک اور آقا ہین اور وہ فقرہ یہ ہے کہ جہان کہین آقا اُس غلام کو بھیجتا ہے ٹھیک
کام کر کر نہین لاتا جو صریح ہے کہ آقا ہے غلام کو کام کرنے کو بھیجا کرتا ہے اور چونکہ ٹھیک کام
نہین کرتا لہذا آقا پر گران ہے پس یہان مولا کے معنی سوائے خواجہ مالک اور آقا کے
کچھ اور ہو ہی نہین سکتے خدا معلوم شاہ عبدالعزیز صاحب کس نشہ تعصب مین لکھ گئے
کہ لغت عرب مین مولا بہ معنی آقا کہین نہین آیا۔

راقم نے اس آیت کو یہان اس لئے تحریر کرنا ظاہر کیا تھا کہ اس آیت سے مولا کے معنی
آقا و مالک ہونا ثابت کیا جاوے اور وہ بحمد اللہ کامل طور پر ثابت ہو گیا۔

مگر چونکہ اس آیت مین خداوند تعالی نے مثل بیان کی ہے لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ
هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ پارہ ۲۳ رکوع ۱۷ ترجمہ (اور ہمنے
لوگون کی (ہدایت کے لئے) اس قران مین سبھی طرح کی مثلین بیان کی ہین تاکہ لوگ
(اُن مثلون کو) سوچین (کہ اس مثل کا منشار کیا ہے اور غور سے جو نتیجہ نکلے اُس سے)
نصیحت حاصل کرین آیت متذکرہ بالا سے معلوم ہوا کہ قرآن مین خدا نے مثلین اس
غرض سے بیان کی ہین کہ لوگ سوچین اور سوچ کر جو نتیجہ نکلے اُس سے نصیحت حاصل کرین
یعنی ہدایت کی ہے کہ لوگ غور کرین اور دو شخصون کی جو مثل خدا نے بیان کی ہے

اُسپر منصفانہ غور کرنا چاہئے اور غور کرنے سے جو نتیجہ نکلے اُسکو قبول کرلینا چاہئے۔

تفسیر ثعلبی مین لکھا ہے کہ یہ مثل بت اور خداوند تعالی کی ہے یا اسید غلام حضرت عثمان اور حضرت عثمان کی ہے تفسیر حسینی مین بھی یہی لکھا ہے اور اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ ابی بن خلف و حضرت امیر حمزہ کی یہ مثل ہے تفسیر مولوی ثناء اللہ امرتسری مین یہ مثل کافر اور مومن کی بابت قرار دی ہے تفسیر درمنثور مین بھی یہ مثل مومن و کافر یا بت و خدا یا حضرت عثمان اور اُن کے غلام اسید کی بابت ہے غرضکہ مفسرین اہل سنت اس مثل کی چار تاویلین کرتے ہین بت اور خدا یا کافر و مومن یا اسید حضرت عثمان کا غلام اور حضرت عثمان یا اُبی بن خلف اور امیر حمزہ مگر سب مفسرین اہلسنت ذرا سبات پر غور نہین کیا کہ خدا نے قران مین مثلین بیان کرنیکا یہ منشا ظاہر کیا ہے کہ لوگ اُس مین غور کرین اور نصیحت حاصل کرین اس مثل مین تعجب کے طور پر عام آدمیون سے عموماً اور قرآن کے ماننے والون (مسلمانون) سے خصوصاً پوچھا گیا ہے کہ کیا تمھارے خیال مین ایسے دو شخص برابر ہو سکتے جسکا جواب ہر شخص یہی دیگا کہ یہ دو تو ہرگز برابر نہین ہو سکتے۔

اب راقم چار تاویلون کی تنقید کرتا ہے۔

تنقید کے لئے آیت کے اُن الفاظ کو علٰحدہ دکھاتا ہون جو اول شخص نالائق کی بابت ہین اور پھر دوسرے شخص کی بابت جو الفاظ ہین اُنکو الگ لکھتا ہون۔

الفاظ نسبت شخص نالائق	الفاظ نسبت شخص دوم
نمبر۱- اَبْكَمُ (گونگا)	نمبر۱- يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (عدل کیساتھ حکم کرتا ہے)
نمبر۲- لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (کسی شے پر قدرت نہین رکھتا)	نمبر۲- وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (وہ صراط مستقیم پر قایم ہے)
نمبر۳- كَلٌّ عَلٰى مَوْلَاهُ (اپنے آقا پر گران ہے)	
نمبر۴- اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ (جہان کہین اُسکو آقا بھیجتا ہے ٹھیک کام کرکے نہین لاتا)	

بت پر شخص اوّل نالایق کے سب الفاظ صادق نہین آتے کیونکہ یہ شخص کوئی ایسا شخص
ہے جو کسی کا غلام ہو اور بوجہ نالایق ہونے کے اپنے آقا پر گران ہو یہ بات بُت پر صادق
نہین آسکتی - ایک صفت اُسکی یہ ہے کہ جہان اُسکا آقا اُسکو بھیجتا ہے وہ ٹھیک کام کرکر
نہین لاتا بالکل ظاہر ہے کہ بت (پتھر) کو کوئی کسی کام کو نہین بھیجتا نہ اُسکی بابت یہ کہا جاسکتا
ہے کہ وہ ٹھیک کام کرکر نہین لاتا بت والی تاویل مہمل ہے - اُسکی تاویل یقیناً کسی انسان پر صادق
آیگی جو کہین بھیجا جاسکتا ہو - نہ کہ بت پر بت کی نسبت یہ کہنا کافی تھا کہ وہ پتھر ہے آیت کی
اسقدر الفاظ صرف پتھر کے لیئے بیکار ہین جو قرآن کی شان کے خلاف ہین -

دوسری تاویل کافر و مومن کی ہے شخص اوّل نالایق کے الفاظ ہر کافر پر بھی بالعموم
صادق نہین آسکتے کیونکہ نہ ہر کافر گونگا ہوتا ہے نہ یہ ضرور ہے کہ وہ کسی شے پر قادر نہ ہو
کیونکہ بہت سے کافر بہت کامون پر قدرت رکھتے ہین نہ یہ لازم ہے کہ ہر کافر کسی کا غلام ہو
اور ہر کافر ایسا نالایق ہو کہ جہان کہین اُسکا آقا اُسکو بھیجے ٹھیک کام کرکر نہ لاوے غرضکہ
یہ حالات عام کافر پر بھی صادق نہین آسکتے البتہ یہ حالات کسی خاص کافر پر صادق
آسکتے ہین -

تیسری تاویل اسید اور حضرت عثمان کی قرار دی ہے یہ بھی صحیح نہین کیونکہ مفسرین نے
یہ ذکر نہین کیا کہ اسید گونگا تھا نہ یہ لکھا کہ یہ غلام (اسید) حضرت عثمان کی غلامی مین نزول
قرآن کے وقت موجود تھا نہ یہ لکھا کہ وہ کام نکرسکتا تھا جب کسی کام کو حضرت عثمان اُسکو
بھیجتے تھے ٹھیک کام کرکر نہ لاتا تھا بلکہ تفسیر حسینی مین حضرت عثمان پر اُسکے گران ہونے کی
وجہ لکھا اور نالایق ہونا (جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے) نہین لکھی بلکہ یہ وجہ
لکھی ہے کہ حضرت عثمان اُسکو اسلام کی طرف بُلاتے تھے اور وہ اسلام قبول نہ کرتا تھا اس
تاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ (اسید) نزول قرآن کے وقت حضرت عثمان کی غلامی مین
تھا جب ہی تو (بقول مفسرین اہل سنت) خدا نے قران مین اُسکی بابتہ مثل بیان فرمائی

یا بعد نزول قران کے حضرت عثمان کی غلامی مین آنیوالا ہوگا جسکی بابت خدا نے پہلے ہی سے مثل بیان فرمادی۔

مگر اس تاویل کو صحیح ماننے والے یہ یاد رکھین کہ یہ تاویل اُسوقت صحیح ہوسکتی ہی کہ جب نزول قرآن کے وقت یا بعد کے زمانہ مین کوئی ایسا فرقہ پیدا ہونا معلوم ہو جو اسید اور حضرت عثمان کی برابری کا اعتقاد رکھتا ہو مگر مسلم اور غیر مسلم لوگونین آجتک کوئی ایسا فرقہ یقیناً نہین ہے جو اسید اور حضرت عثمان کی برابری کا اعتقاد رکھتا ہو پھر نہین معلوم کہ خداوند تعالیٰ کس فرقہ سے کہتا ہے کہ تم ایسے بیوقوف ہو کہ اسید سے نالایق شخص کو حضرت عثمان کی برابر سمجھتے ہو اور جب کوئی ایسا فرقہ یقیناً نہ ہوا ہے نہ اب موجود ہی نہ پیدا ہونے کی امید ہی کیونکہ اسید کا کہین دعویٰ تک کسی کتاب مین درج نہین کہ مین عثمان کی برابر ہون جسکو دیکھکر کوئی اعتقاد رکھنے لگے کہ اسید اور عثمان برابر ہین تو اس مثل کا قران مین ہونا قرآن کی شان کے خلاف ہی جو ایسی مہمل مثل اُسمین درج ہو جب شخص اول نالایق کی شرطین اسید پر صادق نہ آئین تو لایق شخص کے علامات عثمان پر صادق کرنا فضول ہین۔ مگر ناظرین کے اطمینان قلب کیلئے دکھایا جاتا ہے کہ وہ عدل کے ساتھ حکم کرنے والے نہ تھے۔

(۱) کیا بنی امیہ کے فاسق اور شرابی اور ظالم اشخاص کو صحابۂ رسول کو معزول کر کر حاکم مقرر کرنا عدل کا حکم تھا۔

(۲) جب اُن ظالم و جابر اور شرابی حکام کی شکایتین ہوئین تو اُسپر کچھ توجہ نہ کرنا اور اُنکے برقرار رکھنے کا حکم دینا یہ عدالت کا حکم تھا۔

(۳) آخر کو محمد بن ابو بکر کو حاکم بصرہ مقرر کرنا اور پھر اُن (محمد بن ابو بکر) کے قتل کا حکم روانہ کرنا کیا یہ عدل کا حکم تھا جسکے نتیجہ مین وہ قتل بھی کیے گئے۔

(۴) مروان کو قتل ہونے کے لئے حوالہ نہ کرنا جسکی بابتہ عثمان نے خود اقرار کیا تھا کہ

یہ حکمنامہ قتل محمد بن ابو بکر مروان میرے میر منشی کا لکھا ہوا ہے۔

حضرت ابو ذر صحابی رسول کو ربذہ کی طرف بلاجرم جلا وطن کرنا اور یہ حکم دینا کہ کوئی اُن کی مشایعت (مسافر کی روانگی کے وقت اُس کے ساتھ کچھ دور تک جانا) نہ کرے کیا یہ حکم عادلانہ تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی رسول کو جلانے کے لئے قرآن نہ دینے کے جرم میں پٹوانا جس سے اُن کو مرض ہو گیا کیا یہ حکم عادلانہ تھا۔

مروان کو باغ فدک جاگیر مین دیدینا کیا یہ حکم عادلانہ تھا جو بقول ابو بکر و عمر عام مسلمانوں پر رسول کا صدقہ تھا)

مروان کو افریقہ کا سب خمس عطا کر دینا جو رسول کے ذوی القربی کا حق تہا اور اُس حکم کے ساتھ یہ فرمانا کہ رسول کا مین جانشین ہون اب خمس میرے ذوی القربی کا حق ہے۔

کہانتک کوئی اُنکے عادلانہ احکام کا شمار کرے۔

جب یہ حالت احکام نامنصفانہ کی ہی تو کوئی منصف اُن کو صراط مستقیم پر قایم ہونا بھی تسلیم نہین کر سکتا چوتھی تاویل ابی بن خلف اور حضرت امیر حمزہ کی ہے وہ بھی جب ہی صحیح ہو سکتی ہی کہ جب کوئی ایسا فرقہ یا شخص بتلایا جاوے کہ ان دونون کی برابری کا دعویدار ہو جو دنیار اسلام و غیر اسلام مین آجتک تو پیدا ہوا نہین۔ ورنہ خدا کی سوال کا مہمل ہونا ثابت ہو گا ان سب تاویلون پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ کی داد نہ فریاد کھینچ ماریگا۔

علاوہ اس کے قرآن کی شان کے خلاف ہی کیونکہ قرآن کہتا ہی کہ مثلین غور کرنے اور نصیحت کے لئے بیان ہوئی ہین اور ان تاویلون سے ہر گز کوئی نصیحت حاصل نہین ہو سکتی مفسرین اہلسنت نے یہ تاویلین اس لئے قرار دی ہین کہ کہین کسی شخص کا ذہن اور خیال اُن دو شخصون کی طرف منتقل نہ ہو جائے جنکی نسبت آیندہ کا علم رکھنے والے خدا نے یہ مثل واقعی بیان فرمائی ہے اور جنکی نسبت آیندہ زمانہ مین تنازع ہونیوالا تہا کہ یہ دونو

شخص برابر سمجھے جانے لگیں گے اور اس مثل کی تاویل پر غور کرنے سے یقیناً نصیحت حاصل ہوگی اور راہ حق نظر آجائیگی۔

اب ناظرین اس مثل کی اصل تاویل کو دیکھیں اور غور کریں۔

تفسیر درمنثور مین ابن عباس سے روایت ہے کہ علی صراط مستقیم (صراط مستقیم پر قایم رہنے والا) سے مراد علی بن ابی طالب ہین احقاق الحق مین تحریر ہے کہ فضل بن روزبہان سے ناصبی نے اپنی کتاب ابطال الباطل مین اقرار کیا ہو کہ لاشك ان علیاً کان یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم (ترجمہ اسمین کچھ شک نہین ہو کہ حضرت علیؑ عدل کے ساتھ حکم کرتے تھے اور صراط مستقیم پر بھی قایم تھے) رسول اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اگر تم علی کو اپنا امیر مانوگے تو تم اسکو ہادی اور مہدی پاؤگے اور وہ تم کو صراط مستقیم پر لیجائیگا مگر تم مجھکو ایسا کرتے نظر نہین آتے دیکھو ازالۃ الخفار مقصد دوم صفحہ ۲۷۵ سطر ۹

حسب روایت حضرت عبد اللہ بن عباس مندرجہ تفسیر درمنثور و ابطال الباطل مصنفہ فضل بن روزبہان ناصبی اور حدیث رسول مندرجہ ازالۃ الخفا ثابت ہوا کہ عدل کیساتھ حکم کرنے والے اور صراط مستقیم پر قایم رہنے والے بلکہ بموجب حدیث رسول اللہ کے صراط مستقیم پر صرف قایم رہنے والے نہین بلکہ اورون کو (جو اُن کو اپنا امیر و امام مانے) صراط مستقیم پر لیجانے والے ہین علی بن ابیطالب ہین کیونکہ حضرت علیؑ کے سوا کسی کی نسبت رسول اللہ اور مفسرین نے صراط مستقیم پر ہونا بیان نہین فرمایا نہ علمار اہلسنت اپنی کتابون مین یہ الفاظ (صراط مستقیم پر قایم ہونا) کسی حدیث مین دکھلا سکتے ہین جو خلفا ثلثہ کی بابت وہ روایت کرتے ہین تو یقیناً پہلے شخص سے جو مثل مین درج ہے کوئی ایسا شخص مراد ہونا چاہیے جسکی برابری حضرت علیؑ سے مانی جاتی ہو بلکہ حضرت سے افضل مانا جاتا ہو چنانچہ ایسا فرقہ دنیا مین پیدا ہو چکا اور اب تک موجود ہے جنسے خدا پوچھتا ہے کہ کیا تم ایسے ناسمجھ ہو کہ پہلے کو دوسرے سے افضل شخص کی برابر کیا بلکہ پہلے کو دوسرے سے افضل خیال کرتے ہو۔

اب جبکہ دوسرے شخص لایق وفاضل سے مراد حضرت علیؑ ہین تو پہلے سے حضرت ابوبکر مراد ہین کیونکہ حضرت علیؑ کا اُنھین سے مقابلہ ہے۔

پس اب یہ دکھایا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر پر وہ الفاظ صادق آتے ہین یا نہین جو شخص اوّل کے لیے مثل متذکرہ بالا مین مذکور ہین۔

ایک لفظ اُمین ابکم (گونگا) ہی مگر حضرت ابوبکر گونگے نہ تھے مگر چونکہ قران مجید مین سورۂ بقر کے رکوع دوم مین خدا نے منافقون کے لئے جو مثلین بیان فرمائی ہین اُن مین ایک مثل صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ (بہرا گونگا اندھا) بھی ہے اور یہان بھی مثل ہی بیان کی ہے اور لفظ ابکم (گونگا) فرما کر ظاہر کیا ہے کہ وہ پہلا شخص منافق ہے۔

اگر کوئی صاحب یہ فرمائین کہ لفظ ابکم کو حضرت عثمان کے غلام مسمی اسید پر کیون صادق نہ کیا اسکا جواب یہ ہے کہ اسید منافق نہ تھا بلکہ علانیہ کافر تھا اسی وجہ سے حضرت عثمان اُسکو بقول اہل سنت اسلام کی ترغیب دلاتے تھے سورۂ بقر کے رکوع دوم مین منافقونکی بابت یہ آیت ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (ترجمہ جبکہ منافقون سے کہا جاتا ہے کہ زمین مین فساد مت کرو تو وہ کہتے ہین کہ ہم تو اصلاح کرتے ہین (خدا فرماتا ہے) آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک وہ مفسد ہین۔ یعنی خدا نے منافقون کو مفسد فرمایا ہے اور رسالہ حق کی کسوٹی مین کامل طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ آیات ذیل حضرت ابوبکر پر پوری صادق آتی ہین آیت اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا الخ پارہ ۲ رکوع ۹ (جبکہ وہ حاکم ہوتا ہے تو زمین مین فساد کی کوشش کرتا ہے یعنی مفسد ہی) اور سورۂ محمدؐ رکوع ۳ کی آیت فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ الخ تو تم سے یہی اُمید ہے کہ اگر تم حاکم ہوگے تو زمین مین فساد کروگے۔

پس سورۂ بقر رکوع دوم مین جو فرمایا ہی کہ منافق مفسد ہوتے ہین اور حضرت ابوبکر کا

مفسد ہونا دونون آیات سے ثابت ہوچکا تو منافق ہونے مین کیا کلام ہوسکتا ہی۔

یہ تو آیات قرآنی سے ثابت ہوا اب حدیث ملاحظہ کیجیے۔

صحیح مسلم شریف مین یہ روایت درج ہے کہ خلیفۂ دوم کے پاس اُنکی سلطنت کے وقت حضرت علی و عباس ورثہ رسول اللہ کا دعوی لیکر گئے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہی دعوی لیکر تم ابوبکر کے پاس آئے تھے اور تم اُن کو کاذب غادر خائن اثم جانتے ہوا ور اب میری پاس آئے ہوا ور مجھکو بھی کاذب وغیرہ جانتے ہو روایت کا ترجمہ ختم ہوا اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہی کہ جسمین یہ چارون عیب (متذکرہ روایت مندرجہ بالا) ہون وہ پورا منافق ہی تو حضرت عمر نے گویا یہ فرمایا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو منافق سمجھتے ہو۔

تو حضرت ابوبکر کے اثم یعنی منافق ہونے مین کچھ شک نہ رہا۔

دوسری صفت شخص اول کی یہ ہے کہ وہ کسی شے پر قدرت نہین رکھتا۔

چونکہ اس مثل مین اُسکا مقابلہ ایسے شخص سے ہی جو عدل کیساتھ حکم کرتا ہے اور صراط مستقیم پر قایم ہے تو یہان یہ مراد ہے کہ وہ شخص ہدایت کرنیکی قدرت نہین رکھتا سو ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر بوجہ لاعلمی مسائل دینی کی ہدایت کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ دیکھو روایت تشئید المطاعن بحوالہ کتاب زین الفتی تفسیر سورۂ ہل اتی مصنفہ ابو محمد احمد بن علی العاصمی جسمین مصنف زین الفتی نے سلمان فارسی سے نقل کیا ہی جسکا مختصر حاصل یہ ہے کہ جب رسولخداؐ کی وفات ہوچکی تو نصاری قیصر روم کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اے بادشاہ ہم نے انجیل مین دیکھا ہے کہ ایک رسول بعد حضرت عیسیٰؑ کے ظاہر ہوگا جسکا نام احمد ہوگا اسپر قیصر نے اپنے شہر وغیرہ سے سو نصاری جمع کیے اور اُنسے عہد لیا کہ کوئی بات چھپائین نہین اور حکم دیا کہ مسلمانون کی نبی کے بعد جو اُسکا وصی ہے اُسکے پاس جاؤ اور اُس وصی سے ایسے سوالات کرو جیسا کہ انبیا سے سوال کیے جاتے تھی جنسے اُنکا نبی ہونا پہچانا جاتا تھا پس اگر وہ وصی ٹھیک ٹھیک جواب دے تو تم اُنکے نبی اور اُسکے وصی پر ایمان لاؤ اور مجھکو بھی وہ حالات تحریر کردو اور اگر

ٹھیک جواب نہ دے تو جان لینا کہ وہ نبی نہ تھا بلکہ اُسکی قوم اُسکی مطیع ہو گئی تھی پس وہ نصاریٰ روانہ ہو کر اوّل بیت المقدس پہنچے اور یہود راس جالوت کے پاس جمع ہوئے اور اُنھون نے بھی وہی گفتگو اُس سے کی جو نصاریٰ نے قیصر سے کی تھی پس راس جالوت نے بھی سنو یہودی جمع کئے اور روانہ ہو کر مدینہ مین جمعہ کے دن پہونچے اور حضرت ابوبکر مسجد مین بیٹھے تھے اور لوگون کو فتویٰ دے رہے تھے پس مین گیا اور ابوبکر کو یہود و نصاریٰ کے آنے کی خبر دی تو حضرت ابوبکر نے داخل ہونے کی اجازت دی تو راس جالوت حاضر ہوا اور ابوبکر سے کہا کہ ہم قوم نصاریٰ اور یہود آپکے پاس اس لئے آئے ہین کہ تمہارے دین کی فضیلت کی بابتہ سوال کرین اگر تمہارا دین ہمارے دین سے افضل ہو گا ہم اُسے قبول کرینگے ورنہ ہمارا دین سب دینون سے افضل ہے ابوبکر نے کہا جو تم چاہو سوال کرو مین انشاء اللہ تمہارا جواب دونگا راس جالوت نے کہا کہ مین اور تم خدا کے نزدیک کیسے ہین ابوبکر نے کہا کہ مین تو خدا کے نزدیک اور اپنے نزدیک اسوقت تک مومن ہون اور یہ نہین جانتا کہ بعد کو کیا ہو جاؤن راس جالوت نے کہا کہ جنت مین جو تمہارا مکان ہے اُسکی صفت بیان کرو اور میرے مکان کی صفت بیان کرو کہ جو جہنم مین ہے تاکہ مین رغبت کرون تمہارے مکان کی طرف اور اپنے مکان سے پرہیز کرون یہ سنکر حضرت ابوبکر کبھی معاذ کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی عبداللہ بن مسعود کی طرف دیکھتے تھے (یعنی جواب نہ دیا جاتا تھا) راقم یہ دیکھکر راس جالوت نے اپنے ساتھیوں سے عبرانی مین کہا کہ وہ شخص جسکا یہ وصی ہے نبی نہین تھا جب مسلمانون نے میری طرف دیکھا تو مین نے کہا اُس شخص کو بلاؤ کہ اگر وہ مسند پر بٹھا دیا جاوے تو اہل توریت و اہل انجیل و اہل زبور اور اہل قران مجید کو اُنھین کی کتابون کے مطابق فیصلہ دے یعنی حضرت علیؑ تو معاذ کھڑے ہوئے اور حضرت علیؑ کے پاس گئے اور اُن جناب سے یہود و نصاریٰ کے آنیکا ذکر کیا یہ سنکر حضرت علیؑ تشریف لائے اور مسجد رسولؐ مین آکر بیٹھ گئے عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ ہمارے اوپر ذلت چڑھی ہوئی تھی حضرت علیؑ نے آکر ہمارے اوپر سے ذلت اُتار دی حضرت

علیؑ نے فرمایا کہ اے یہودی جو کچھ سوال کرنا ہو مجھسے سوال کر انشاء اللہ مین جواب دونگا
یہودی نے کہا کہ میری اور اپنی حالت خدا کے نزدیک بتلایئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا
کہ مین تو خدا کے اور اپنے نزدیک اسوقت تک مومن ہون اور بعد کا حال مین نہین جانتا
اور تو خدا کے اور میرے نزدیک اسوقت تک کافر ہے اور بعد کا حال مین نہین جانتا
راس جالوت نے کہا کہ بہشت مین اپنے مکان کی صفت بیان کیجئے اور میرے مکان کی جو دوزخ
مین ہے اسکا حال بیان کیجئے تاکہ مین آپکے مکان کی رغبت کرون اور اپنے مکان سے
پرہیز کرون حضرت علیؑ نے کہا کہ مین نے ثواب جنت اور عذاب دوزخ دیکھا ہوتا تو جانتا
مگر یہ جانتا ہون کہ اللہ نے مومنون سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور کافرون سے دوزخ کا اور
اگر تو اسمین شک کرتا ہے تو تو نے نبیؐ کی مخالفت کی راس جالوت نے کہا آپ سچ فرماتے ہین
اس لئے کہ انبیاء اُس چیز پر ایمان چاہتے تھے جو وہ لائے تھے جن لوگون نے تصدیق کی
ایمان لے آئے جنھون نے مخالفت کی کافر ہوگئے راس جالوت نے کہا اب اسکی
خبر دیجئے کہ آپنے اللہ کو محمدؐ کے ذریعہ سے پہچانا یا محمدؐ کو اللہ کے ذریعہ سے حضرت علیؑ نے کہا
مین نے خدا کو محمدؐ کے ذریعہ سے نہین پہچانا بلکہ محمدؐ کو اللہ کے ذریعہ سے پہچانا ہے اس
لئے کہ محمدؐ محدود اور مخلوق ہین اور خدا کے بندون مین سے ایک بندہ ہین جنکو خدا نے
مصطفےٰ کیا ہے اور پسند کیا ہے واسطے ہدایت خلق کے اور خدا نے الہام کیا ہے اپنے
نبی کو جیسا کہ الہام فرشتون کو طاعت کا اور پہچنوایا اپنے نفس کو اُن ملائکہ کو بلا کیف کے
اور بلا شبیہ کے راس جالوت نے کہا آپنے سچ فرمایا اور سوال کیا کہ رب (خدا) دنیا مین
ہے یا آخرت مین حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر تیرا اشارہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت بطور برتن کی
ہین اور خدا اُن مین ہے تو خدا محدود ہو جائیگا وہ ہرگز محدود نہین ہے بلکہ خدا جانتا ہے
اُن سب چیزون اور باتون کو جو دنیا اور آخرت مین ہین۔
بقیہ کا ترجمہ بوجہ طوالت نہین کیا گیا۔

اسی کتاب زین الفتی میں مصنف نے ایک اور روایت لکھی ہے جسکو اپنے اُستاد محمود بن قاسم الفارسی سے روایت کیا ہے اُس نے محمد بن محمد بن عثمان طرازی سے اُسنے ابوبکر محمد بن حسن بن درید سے اُسنے عکلی سے اُسنے ابی عائشہ سے اُسنے حماط سے اُس نے حمید سے اُس نے انس بن مالک (صحابی) سے اُنہوں نے بیان کیا کہ بعد وفات رسولخدا ایک یہودی آیا اور داخل مسجد ہوا اور کہا کہ محمد کا وصی کہاں ہے لوگوں نے ابوبکر کی طرف اشارہ کیا وہ ابوبکر کے پاس پہونچا اور کہا کہ میں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جنکو سوائے نبی یا وصی نبی کے کوئی نہیں جانتا ابوبکر نے کہا جو چاہے سوال کر یہودی نے کہا مجھکو اُس چیز کی خبر دیجئے جو خدا کے لئے نہیں اور اُسکی خبر دیجئے جو خدا کے پاس نہیں ہے اور اُسکی خبر دیجئے جسکو اللہ نہیں جانتا ابوبکر نے کہا کہ یہ سوالات زندیقوں (دہریہ) کے سے ہیں اور ابوبکر نے اور مسلمانوں نے اُسکے مارنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن عباس نے کہا کہ تم نے اس شخص کیساتھ انصاف کا برتاؤ نہ کیا ابوبکر نے کہا کہ کیا تم (عبداللہ ابن عباس) نے وہ نہیں سنا جو اُسنے کلام کیا ابن عباس نے جواب دیا اگر تمہارے پاس اُسکی باتوں کا جواب ہو تو جواب دو ورنہ لیجاؤ اُسکو اُسکے پاس جو اسکی باتوں کا جواب دے کیونکہ میں نے رسولخدا سے سنا ہے کہ حضرت علی بن ابیطالب کی نسبت فرماتے تھے کہ یا اللہ اُسکے قلب کو ہدایت دے اور اُسکی زبان کو حق پر ثابت رکھ راوی نے کہا یہ سنکر ابوبکر اور حاضرین جلسہ کھڑے ہوئے اور حضرت علیؑ کی خدمت میں اذن لیکر حاضر ہوئے اور ابوبکر نے کہا کہ ای ابوالحسن اس یہودی نے مجھسے زندیقوں کے سے سوالات کئے ہیں حضرت علیؑ نے کہا اُس نے جو پوچھا ہے کہ وہ شے کیا ہے جسکو خدا نہیں جانتا وہ اے یہودیو تمہارا قول ہے کہ عزیز خدا کا بیٹا ہے اور بیشک اللہ نہیں جانتا کہ اُس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور تیرا یہ سوال کہ وہ شے کیا ہے جو خدا کے لئے نہیں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ خدا کیلئے شریک نہیں ہے اور تیرا یہ سوال کہ وہ کیا چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں ہے وہ فقر اور جور ہے یعنی خدا کے پاس نہ محتاجی ہے نہ ظلم وجور ہے یہ سنکر یہودی نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ (مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہین اور محمد اللہ کے رسول ہین اور تم رسول اللہ کے وصی ہو) اور مسلمانون نے حضرت علیؑ کو مفرج الکرب کہا یعنی تم کرب کی دور کرنیوالے ہو ان دونو روایات سے کافی طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر ہدایت کرنیکی قدرت نہ رکھتے تھے اور جو مثل مندرجہ قرآن مجید مین اُن کے مقابل مین ہے یعنی حضرت علیؑ اُن کو ہدایت کرنے کی کامل قدرت حاصل تھی۔

اب اور بے علمی سنئے کنز العمال مین تحریر ہے کہ ابو بکر نے کہا کہ میری خواہش تھی کہ رسولخدا سے دریافت کر لیتا کہ امر خلافت مین کچھ حق انصار کا بھی ہے اور یہ بھی سوال کرتا کہ پھوپی اور بھانجی کا حصہ میراث مین کیا ہے اس لئے کہ میرے قلب مین اس معاملہ مین تنگی ہے کنز العمال مین شعبی سے منقول ہے کہ ابو بکر سے کلالہ کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا کہ مین اپنی رائے سے کہونگا اگر ٹھیک ہوا تو خدا کی طرف سے ہوگا اور اگر میرا قول غلط ہوا تو میری اور شیطان کیطرف سے ہوگا مین خیال کرتا ہون کہ جو سوائے بیٹی اور باپ کے ہے وہ کلالہ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر مسائل دینی مین اپنی رائے سے حکم صادر کرتے تھے نہ کسی آیت اور حدیث کے بموجب قرآن سے واقف تھے ہی نہین اور ایسے ہی جد (دادی) کے حصہ سے ناواقف تھے۔

تو ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابو بکر کو نہ وہ علم تھا جس سے یہود و نصاریٰ کو صحیح جواب اُنکے سوالون کا دیکر مسلمان کرتے نہ میراث کے مسائل پر عبور تھا تو مثل کا فقرہ لا یقدرعلی شیٔ (من احکام الدین) اُنپر خوب چسپان ہو گیا علاوہ اس کے مقدمہ فدک مین خود مدعا علیہ ہو کر اور خود گواہ ہو کر خود ہی ظالمانہ فیصلہ اپنی غرض نفسانی وحصول منفعت دنیاوی کی وجہ سے صادر کیا۔

تیسرا جملہ شخص اوّل کی نسبت یہ ہے کہ وہ اپنے آقا پر گران ہے۔ اس مین کلام نہین کہ

مضمون سابق اور مضمون آئندہ مسلسل ہوجائے۔

مکاشفات کے باب ۲۲ آیت ا و ۲ مین یہ تذکرہ ہے کہ آب حیات کی صاف ندی دیکھی جو خدا سے اور برہ کے تخت سے نکلتی ہے اور وہ ندی اُس شہر مقدس کی سڑک کے بیچوبیچ واقع ہے۔

غرضکہ ان دونون آیتون کے چھ جملہ الگ الگ کر کر دکھانے شروع کئے آب حیات کی صاف ندی سے مراد امام جعفر صادق ؑ ہین۔

وہ ندی خدا کے اور برہ کے تخت سے نکلتی ہے جسکا یہ مطلب بیان ہوچکا ہے کہ امام جعفر صادق کا تقرر امامت پر منجانب اللہ ہوا ہے اور برہ کے تخت سے نکلنے کا یہ مطلب بیان ہوچکا کہ امام جعفر صادق امام حسین ؑ کی نسل مبارک مین سے ہین اور اس ندی (امام جعفر صادق) کے شہر مقدس کی سڑک کے بیچوبیچ ہونے سے یہ مراد ہے کہ ایک رسول اور پانچ امام پہلے ساتوین خود اور چھ امام بعد اُنکے تھے۔ یعنی تیرہ کے بیچوبیچ

آیت ا و ۲ کے چھ جملو نمین سے ۳ جملہ کی تشریح یہانتک کی گئی تھی اب ۴ تا ۶ فقرات کی تشریح کیجاتی ہے۔

فقرہ نمبر ۴۔ ''اُس ندی کے وار پار زندگی کا درخت ہے'' لفظ وار سے مراد پہلے والے اور لفظ پار سے مراد بعد کے حضرات مراد ہین۔ یعنی امام جعفر صادق ؑ سے پہلے چھ ہادی (ایک رسول اور پانچ امام) اور بعد کے چھ امام سب کی تعلیم حیات ابدی و نجات کا راستہ دکھلاتی ہے اور سب راہ نجات دکھلاتے ہین جس سے زندگی ابدی کا درخت حاصل ہو یعنی نجات ابدی ملی اور خود حضرت امام جعفر صادق ؑ کو آب حیات کی ندی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اسی طرح اُن حضرت کے پہلے اور بعد کے ہادیون کو زندگی کا درخت بیان کیا گیا۔

فقرہ نمبر ۵۔ ''وہ درخت جو (ندی مذکور کے) وار پار ہین بارہ قسم کے پھل لاتے اور ہر مہینہ اپنا پھل لاتے ہین۔

اس آیت کا یہ مطلب ہی کہ اُس ندی کے وار پار یعنے پہلے اور بعد کو ۱۲ درخت ہین اور
وہ ہر مہینہ مین اپنا پھل لاتے ہین یعنے ہر زمانہ مین اپنا پھل دیتے رہتے ہین یعنی اُن درختون
کے پھل سی ہمیشہ بارہ مہینہ لوگ نفع پاتے ہین اور وہ درخت ہمیشہ پھل دیتا ہے
اور ہمیشہ جب ہی پھل دیسکتا ہے جبکہ ہمیشہ وہ درخت موجود رہے یعنی یہ امام جنکو درخت
حیات سے تعبیر کیا گیا ہے ایک امام ہر زمانہ مین موجود رہیگا یعنی جبتک دنیا مین قرآن
رہیگا یہ بھی اُس کے ساتھ ساتھ رہینگے اور اُس سے ہرگز جدا نہونگے جیسا کہ حدیث ثقلین
سے واضح ہے کہ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہونگے جبتک کہ میرے
(رسول اللہ کے) پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہونگے۔

فقرہ نمبر ۶ ”اُس درخت کے پتے قومونکی شفا کیواسطے ہین“

ایک حدیث مین جناب رسالت مآب صلعم نے اپنے آپ کو بطور تمثیل درخت کے جڑ قرار
دیا ہے اور حضرت علیؑ کو اُس درخت کا تنہ قرار دیا ہے اور باقی ایمہ کو اُسکی شاخین قرار
دیا ہے اور اُس درخت کے پتون کو علمائے مذہب حقہ اثنا عشری فرمایا ہے اور اس
آیت مین اُس درخت کے پتون کو قومون کی شفا کے واسطے پیدا ہونا لکھا ہی۔ شفا کسی
مرض سے ہوا کرتی ہے اور یہان جس مرض سے شفا کا ذکر ہے وہ مرض مرض قلبی
یعنے مذہب غیر صحیح ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ علمار مذہب حقہ شیعہ کی تعلیم و تلقین سے
جو اس زمانہ سی پہلے (سلاطین سنت جماعت کی عہد مین) خفیہ طور پر ہوتی تھی بہت سی غیر مسلم
مسلم ہوگئے اور مسلم مومن اثنا عشری ہوگئے اور ابتو زمانہ گورنمنٹ انگلشیہ کا ہی جنمین شیعونکی
برابر کسی کو آرام نہین ملا اور اسوجہ سے شیعونکی برابر کوئی خیر خواہ سلطنت انگلشیہ نہین
ہوسکتا کیونکہ سلاطین سابق کے زمانہ مین شیعونکو اپنے مذہب کے حق ہونے کی
دلائل زبان پر لانا گویا اپنے لئے قتل کا فتویٰ تحریر کرنا تھا آزادی سے دلائل بیان کرنیکی
مجال نہ تھی اور جب سی یہ سلطنت انگلشیہ ہماری سر و نپر آئی اُسوقت سے علمار شیعہ

کی تعلیم و تلقین علانیہ آزادی سے جاری ہی جسکی وجہ سو بہت سے لوگ مرض گمراہی سے شفایاب ہو چکے اور ہوتے چلے جاتے ہین - بس یہ مطلب ہے کہ اُس درخت کے پتے قومون کی شفا کے واسطے ہین -

آیت ۳ "اور پھر کوئی لعنت نہو گی اور خدا اور برہ کا تخت اُسمین ہو گا اور اُسکے بندے اُسکی بندگی کرینگے"۔

اس کا مطلب یہ ہی کہ جب لوگ پتون کے اثر سے (یعنی علمار شیعہ کی تعلیم سو) شفایاب ہوتے چلے جائینگے تب خدا کی عبادت اور امام حسینؑ کی مظلومیت کا تذکرہ آزادی سو ہوتا رہیگا اور اُسکے بندی اُس (خدا) کی عبادت خالص کرینگے جیسا کہ درندہ جانور کی تعلیم سے درندہ جانور اور ابلیس کی پیروی اور عبادت کرتے تھے -

آیت نمبر۴ - اور وے اُسکا موہنہ دیکھینگے - خدا کا دیکھنا تو محال عقلی ہی کیونکہ جو دیکھا جا سکتا ہے وہ جسم دار ہوگا اور خدا جسم دار نہین ورنہ جسم دار ہوتا تو قابل فنا ہو جاتا اور وہ فنا ہونے والا نہین -

بس اُسکا موہنہ دیکھینگے کا صرف یہ مطلب ہے کہ خدا کی اُن خاص بندون کو جنکے دیکھنے اور اُنکی تعلیم سے خدا گویا بمنزلہ مشاہدہ دیکھنے لگتا ہے اُسکا دیکھنا گویا خدا کا موہنہ دیکھنا ہے کیونکہ وہ اپنے دلائل اور معجزات سے خدا کو گویا دکہا دیتے ہین -

آیت نمبر۵ - کا مطلب باب ۲۱ کی آیت ۲۳ مین بیان ہو چکا ہے کیونکہ اس آیت کا آیت ۲۳ باب ۲۱ کا ایک ہی مضمون ہے -

آیت نمبر۶ - پھر اُس (فرشتہ) نے مجھسے کہا کہ یہ باتین سچ اور برحق ہین اور مقدس نبیوں کے خداوند خدا نے اپنے فرشتہ کو بھیجا کہ اُن چیزون کو جنکا جلد ہونا ضرور ہی اپنے بندوں پر ظاہر کردے -

اسکا یہ مطلب ہی کہ جو پیشین گوئیان اس مکاشفات مین کی گئی ہین وہ ضرور

واقع ہونے والی ہین اور برحق ہین اور جلد ظہور مین آنے والی ہین اور اسی لئے خدا نے
اُن کے ظہور سے پہلے اپنے بندون پر ظاہر کرنے کے لئے فرشتہ کو بھیجکر مطلع کر دیا تاکہ جب
واقع ہون تو اُسپر ایمان لائین۔

نمبر ۷ ”دیکھ مین جلد آتا ہون مبارک وہ ہے جو اس کتاب کی نبوت کی باتین
حفظ کرتا ہے“

اسکا یہ مطلب ہے کہ جب یہ باتین ظہور مین آئینگی تو خدا کی پیشین گوئیون کا ثبوت ہو جائیگا
گویا وہ خود آگیا اور جلد آتا ہون کا مطلب یہ ہوکہ یہ باتین جلد ظہور مین آئینگی یہ نہین
کہ قیامت مین ظاہر ہونگی جیسا کہ پادری عماد الدین صاحب نے اپنا خیال ظاہر کیا
ہے اور اُن لوگون کو مبارک کہا ہے جو اس نبوت کی باتون کو حفظ کرتے ہین کیونکہ
جب حفظ رکھینگے تو وقت پر ایمان بھی لائینگے۔

آیت ۸ ”اور مجھ یوحنا نے اُن چیزون کو دیکھا اور سنا اور جب مین نے سُنا اور
دیکھا تب اُس فرشتہ کے پاؤنپر جسنے مجھے یہ چیزین دکھائین سجدہ کرنے کو گرا آیت ۹ تب
اُسنے مجھسے کہا خبردار ایسا نہ کر کیونکہ مین تیرا اور نبیون کا جو تیرے بھائی ہین اور اُنکا
جو اس کتاب کی باتین حفظ کرتے ہین ہم خدمت ہون خدا کو سجدہ کر“

آیت ۸ و ۹ مین حضرت یوحنا واقعات آئندہ کا دیکھنا اور فرشتہ سے اُن مضامین و
واقعات آئندہ کا سننا بیان کر کر ظاہر کرتے ہین کہ مین فرشتہ کے پاؤنپر سجدہ کرنے کو
گرا جسکو فرشتہ نے منع کیا اور کہا کہ ایسا نہ کر بلکہ خدا کو سجدہ کر (یہی حکم اسلام کا حکم ہی
کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہئے) اور اپنی نسبت اُس فرشتہ نے کہا کہ جیسا
تمام انبیاء لوگون کی ہدایت کا کام کرتے ہین اور سب لوگ جو یہ کام کرتے ہین مین انکا
ہم خدمت ہون یعنی ہدایت کی باتین خدا کی جانب سے پہنچاتا ہون مین قابل سجدہ
نہین ہون بلکہ سجدہ کے قابل صرف خدا ہے جو عین حکم اسلام ہی۔

آیت ۱۰ " پھر اُسنے مجھسے کہا کہ تو اس کتاب کی نبوت کی باتونپر مہر مت رکھ کیونکہ وقت نزدیک ہی " اس آیت مین یہ بیان ہے کہ اس مکاشفات کی باتونپر مہر نہ کرنا چاہیے بلکہ ظاہر کر دینا چاہیئے کیونکہ ان واقعات کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہی جیسا کہ واقع ہوا کہ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم الانبیار صلعم نے ساتوین صدی مین ظہور فرمایا اور حضرت کی وقت کی اور بعد کے واقعات جو اس پیشین گوئی مین درج ہین سب وقوع مین آچکے صرف وہ باقی ہین جو ظہور امام مہدی آخر الزمان صلوات اللہ علیہ وعلی آبائہ المعصومین کیوقت ظہور مین آئینگے۔

آیت ۱۱ " جو ناراست ہی سو ناراست ہی رہے اور جو نجس ہی سو نجس ہی رہے اور جو راستباز ہے سو راستباز ہی رہے اور جو مقدس سو مقدس ہی رہے " اس آیت مین یہ تذکرہ ہی کہ جو لوگ اپنی خواہشات نفسانی اور بدنفسی کیوجہ سے راستی کو پسند نہین کرتے وہ ناراست رہینگے اور ہدایت پر نہ آئینگے اور جو نجس یعنی مشرک ہین (قرآن مین مشرکونکو نجس فرمایا ہی) وہ توحید پر ایمان قبول نہ کر کر نجس ہی رہینگے اور جو راستباز ہین اور راستی کے طالب اور جویا ہین اُنکو خدا ہدایت کی توفیق دیکر راہ حق پر چلائیگا بموجب وعدہ مندرجہ آیت قرآن وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ترجمہ جو لوگ ہماری راہ کے دلسے طالب ہو کر اُسکے حاصل کرنیکی کوشش کرینگے ہم اُنھین اپنا راستہ ضرور دکھا دینگے۔

آیت ۱۲ و ۱۳ کا مطلب صاف ہے کہ بدلہ موافق عمل ہو گا جیسا کہ قرآن مین لکھا ہی جَزَاءً وِفَاقًا یعنی بدلہ موافق عمل دیا جائیگا اور آیت ۱۳ مین خدا کا اول و آخر ہونا بیان ہوا ہے یعنی مخلوقات کے وجود سے پہلے تھا اور اُنکے بعد بھی موجود رہیگا۔

آیت ۱۴ " مبارک وہ ہین جو اُسکے حکمونپر عمل کرتے ہین تاکہ زندگی کے درخت پر اُنکا اختیار ہو اور وے اُن دروازون سے شہر مین داخل ہووین " اس آیت مین اُن لوگون کو مبارک (بندگان مقبول خدا) کہا ہے جو اس شہر علم کے حکمونپر عمل کرتے ہین اور پھر تخصیص کر دی ہے کہ اُن حکمونپر جو اُسکے (۱۲) دروازونسے یعنی بارہ امامون سے حاصل

ہوتے ہین چنانچہ آیت مین لکھا ہے کہ وہ مبارک ہین جو اُس شہر مین بذریعہ دروازونکے داخل ہون اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اُس شہر کے بارہ دروازہ ہین بس وہی مبارک ہوئے جو اُس شہر کے حکمون کو بتوسط بارہ ائمہ اہلبیت کے حاصل کرتے ہین اور بحمد اللہ تعالیٰ وہ صرف صاحبان مذہب حقہ شیعہ اثنا عشر ہین۔

یہانپر ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ پادری عماد الدین صاحب اور لاٹ پادری صاحب کلکتہ نے جو اس شہر کو بہشت قرار دیا ہے صحیح نہین ہی اسلیئے کہ یہ تو وہ شہر ہے جس سی کچھ حکم نکلتے ہین اور مبارک وہ لوگ ہین جو اُن حکمون پر عمل کرتے ہین جو بذریعہ دروازونکے حاصل ہوتے ہین بہشت تو جزاء عمل خیر کی جگہ ہی نہ عمل کرنے کی۔ اور اُسکی تائید اس فقرہ سے بھی ہوتی ہے "عمل کرتے ہین تاکہ زندگی کا درخت ملے یہ فقرہ صاف کہہ رہا ہے کہ یہ شہر احکام خداوندی کا ہے جسپر عمل کرنیکا یہ نتیجہ بتلایا ہے کہ زندگی ابدی کا درخت ملیگا یعنی بہشت مین تو بہشت تو اُس شہر کے حکمونپر عمل کرنیکا نتیجہ ہی نہ کہ یہ شہر خود بہشت ہو۔

آیت ۱۵ " مگر کتے اور جادوگر اور حرامکار اور خونی اور بت پرست اور جو کوئی جھوٹ کو چاہتا ہے اور بولتا ہے سب باہر ہین۔

اس آیت مین اُن لوگون کو جو اوصاف مندرجہ آیت مین درج ہین شہر سے باہر بتایا ہے یعنی یہ بتایا ہے کہ اُن اوصاف کے لوگون کو اُس شہر مقدس سے کچھ تعلق نہین ہے اور وہ لوگ وہ ہونگے جو بارہ دروازون سے (بارہ ائمہ اہل بیت) سے اخذ احکام رسالت مین کچھ تعلق نہین رکھتے بلکہ خلفاء ثلثہ امیر معاویہ ابو حنیفہ مالک شافعی احمد بن حنبل کے احکام کے عامل ہین اُنکی پہلی صفت جو آیت مین ہے۔ اُس سے طالبان دنیا مراد ہین اسی دنیا طلبی کی خواہش مین اہلبیت رسالت کو سلطنت پر قابض نہونے دیا اور پھر اپنی غرض نفسانی کے پورا کرنے کے لئے رسول اللہ پر افترا کیا کہ انبیاء کا کوئی وارث مالی نہین ہوتا جسکا جھوٹا ہونا قرآن سے ثابت کیا گیا ہی جو باب متفرقات مین

درج ہے جو قابل دید ہے پھر امیر معاویہ نے بہت حدیثین وضع کرائین اور طالبان دنیانے بطمع مال حدیثین بنائین اسطرح پہلی صفت مندرجۂ آیت ۱۵ کی بطور صفت جنس دنیا مصداق ہوئی نہ کہ اصل لفظ کے جو بطور مثال بولا گیا ہے۔

جادوگری اس سے ظاہر ہے کہ تابعین سلسلہ بادشاہ درندہ جانور مین بہت سی شعبدہ وطلسمات دکہاتے ہین اور اعمال شیطانی کرتے ہین جس کی وجہ سے اُن کو پابندی شرع شریف چہوڑنی پڑتی ہے دکیونکہ شیطان توجب ہی مطیع ہوگا جب دین سے کنارہ کشی کی جائے نماز روزہ طہارت سب ترک بھنگ شراب چرس کا استعمال یہ شیطان کوتابع کرکر ایسی حرکتین کرتے ہین کہ ناسمجھ لوگ فریفتہ ہوجاتے ہین اور یہ خیال نہین کرتی کہ احکام دین کو چھوڑکر جو عجیب باتین دکہلائین وہ ولی کیونکر ہو سکتا ہے۔

خونی ہونا اہلبیت رسالت و تابعان اہلبیت کے قتل سے ایسا ظاہر ہے کہ اخفا کی مجال نہین رہی اور جہوٹ کو چاہنا اس لئے بیان ہوا ہے کہ جھوٹے مذہب کی تائید کے لئے جہوٹ بولنا ضرور ہی جیسا کہ خلفاء ثلثہ کی تعریف مین جھوٹی حدیثین بنائی گیئن جنکی نسبت محققین محدثین اہلسنت نے ظاہر کردیا کہ یہ حدیثین بنائی گئی ہین اُنکی کچھ اصلیت نہین ہی اور اس غرض سے کہ لوگ تابعین اہلبیت کا کلام جو مذہب سنت جماعت کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے نہ سنین۔ یہ مشہور کردیا ہو کہ شیعہ مذہب والون کو قرآن حفظ نہین ہوتا حالانکہ بحمداللہ شیعوںمین بہت سے حافظان قرآن موجود ہین منجملہ ایک بہت بڑے حافظ قرآن حافظ سید امیر کاظم صاحب ساکن نگینہ ضلع بجنور ہین جو بہت جگہ اہل سنت کو قرآن مجید سنا چکے امروہہ مین حافظ سبط احمد محلہ بگلہ و حافظ اسرائیل محلہ دربار کلان و حافظ محمود خان محلہ دانشمند۔

دوسرے یہ مشہور کررکہا ہے کہ شیعہ اگر سنی کو پانی یا کھانا دیتا ہے تو اُسمین تھوک دیتا ہے اور یہ اس لئے مشہور کیا ہے کہ کوئی سُنی اُن سے مذہبی باتین نہ کرے۔

پس آیت مین جو جہوٹ کو چاہنا اور بولنا لکھا ہو اُس سے ایسے ہی جہوٹ مراد ہین

اور اُس کے علاوہ اور بہت سے جھوٹ بنا رکھے ہین بس ان اوصاف کے لوگونکو جو اسس آیت مین درج ہین۔

شہر مقدس سے باہر ظاہر کیا ہے یعنی یہ بتایا ہے کہ ایسے لوگون کا کچھ تعلق شہر مقدس سے نہین ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو شہر مقدس کے احکام (علم الٰہی نبی آخر الزمان) کو دروازون (ائمہ اہلبیت) سے اخذ نہین کرتے کیونکہ جو لوگ احکام شہر مقدس (رسول آخر الزمان) کو بذریعہ دروازون کے حاصل کرتے ہین اُن کو آیت ۱۴ مین (جو عین اس آیت ۱۵ سے ملحق ہے اور جسکی شرح کیجا چکی) مبارک (بندگان مقبول بارگاہ خداوندی) لکھا ہے پس نامبارک وہی ہوئے جو دروازون کے ذریعہ شہر مین داخل نہون یعنی احکام رسالت کو ان بارہ دروازون (ائمہ اثنا عشر) کے غیر سے اخذ کرین کیونکہ جب دروازون (ائمہ اثنا عشر) سے کچھ تعلق نہین رکھتے تو شہر کے اندر جا ہی نہین سکتے کیونکہ دروازہ تو بارہ ہی ہین جب ان سے تعلق نہین رکھتے تو شہر مین کیسے داخل ہو سکتے ہین اسی وجہ سے آیت ۱۵ مین کہا ہے کہ سب باہر ہین۔
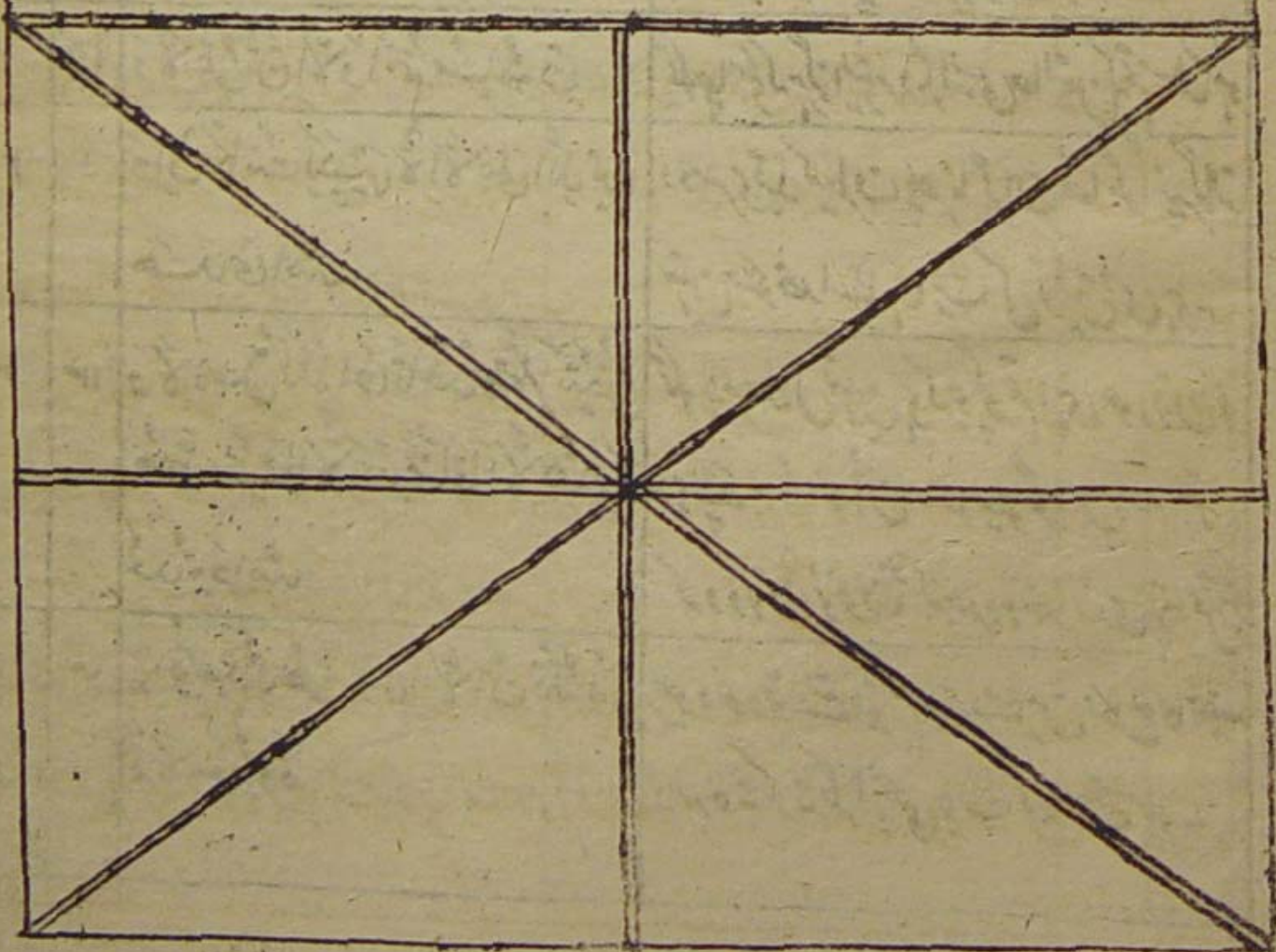
باب متفرقات

اِس باب مین چند آیتین لکھی جاتی ہین جنمین حکم عام یا واقعہ عام ہے مگر اُس عام حکم مین کچھ استثنا کیا گیا ہے جو اُسی آیت مین درج ہے۔

پارہ	رکوع	آیت	ترجمہ
١	٤	فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ	سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہین کیا۔
١	٥	وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ	(نماز) بیشک گران ہی مگر خدا سے ڈرنے والون پر گران نہین ہے۔
١	١٠	لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ	تم کسی کی عبادت نکرو مگر اللہ کی عبادت کرو
١	١٢	مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ	وہ جادوگر کسی کو نقصان نہین پہنچا سکتے مگر خدا کی اذن سے یعنی جب خدا اُنکے عمل کی تاثیر روکنا مناسب سمجھے۔
١	١٦	وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ	مذہب ابراہیمی سے کوئی روگردان نہین ہوتا مگر وہ جو اپنے کو بیوقوف بنائے۔
١	١٦	وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ	تمکو چاہئی کہ ہرگز نہ مرو مگر ایسی حالت مین کہ تم مسلمان ہو
٢	١	وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ	دوسرے قبلہ کیطرف پھرنا گران تھا مگر اُنپر گران نہین جنکو خدا نے ہدایت کی توفیق دی ہی۔
٢	١٣	وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ	تمکو یہ امر حلال نہین ہی کہ جو کچھ تم اپنی عورتون کو دیچکے ہو اُسکو اُن سے لیلو مگر اس صورت مین کہ دونون کو خوف ہو کہ حدود خداوندی پر قایم نرہنگے
٢	١٤	لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا	بیوہ عورتوں سے ایام عدت مین نکاح کا خفیہ وعدہ نہ کرنا مگر اچھی بات کہہ سکتے ہو۔

پاره	رکوع	آیت	ترجمہ
٢	١٧	وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ	جو شخص اس نہر کا پانی نہ پیئے گا وہ میری گروہ کا ہی اور جو پیئیگا وہ میری گروہ مین کا نہین ہی مگر وہ شخص مستثنی ہی جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو پی لی
٢	١٧	فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ	بس اس نہر سے سبنے پانی پیا مگر تھوڑی شخصون نے نہین پیا
٣	١	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	کوئی عبادت کی قابل نہین ہے مگر اللہ
٣	١	مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ	کسی کی مجال نہین کہ خدا کی بارگاہ مین کسیکی شفاعت کری مگر خدا کی اذن سے شفاعت کر سکتا ہے
٣	١	وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ	کوئی شخص خدا کی علم مین سی کسی چیز کا احاطہ نہین کر سکتا مگر اسقدر جسقدر خدا کی مشیت مناسب سمجھے۔
٣	٩	وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ	قرآن کی آیات متشابہات کی تاویل کوئی نہین جانتا مگر اللہ اور راسخون فی العلم
٣	١٧	لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا	انکے لئے عذاب مین تخفیف نہ کیجائیگی نہ انکو مہلت دیجائیگی مگر اس سے وہ مستثنی ہین جنہون نے توبہ کرلی
٤	١	كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ عَلٰي نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ	توریت کے نزول سی پہلے سب کہانے بنی اسرائیل پر حلال تھے مگر اسرائیل نے اپنے اوپر کچھ کہانے حرام رکھے تھے۔
٢	٣	اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى تا يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ	جو لوگ چھپاتے ہین یا چھپائینگے ان بینات اور ہدایات کو جو ہمنے کتاب مین لوگون کے واسطے

پاره	رکوع	آیت	ترجمه
۲	۳	إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا	بیان کر دی ہین اُنپر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور دنیا مین لعنت کرنیوالی بھی اُنپر لعنت کرتے ہین مگر (اُن ملعونوین سے) وہ مستثنیٰ ہین جنھون نے چھپانے سے توبہ کرلی اور جسکو چھپاتے تھے بیان کر دیا اور چھپانے سے جو نقص ہوا تھا اُسکی اصلاح کر دی۔
۶	۱	لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ	خدا کو یہ پسند نہین ہے کہ کھلے لفظون مین بُرا کہا جاوے مگر اس ناپسندیدگی سے وہ مظلوم مستثنیٰ ہے جو اپنے ظالم کو بُرا کہے۔
۹	۱۶	وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ	جہاد کے دن جو شخص کافرونکی طرف پیٹھ پھیرے اُسپر خدا کا غضب ہے اور ٹھکانا اُسکا جہنم ہے مگر اس سزا سے وہ مستثنیٰ ہین جو جنگ کی عمدہ تدبیر یا کسی مخالف گروہ کو گھیرنے کیلئے ہٹ جائین
۱۴	۲۰	مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ	جو شخص بعد ایمان لانیکے کھلکر کافر ہو (اُسکی سزا آئندہ آیت مین غضب خدا اور عذاب عظیم لکھی ہے) مگر وہ شخص مستثنیٰ ہے جو مجبور ہوکر کلمہ کفر کہے حالانکہ اُسکے قلب مین ایمان ہو۔

قرآنمجید مین اور بہت سی آیتین ہین جنمین حکم عام مین استثنا مذکور ہوا اگر ان آیتونکو جمع کیا جاوے تو ایک
ان سب آیتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جتنے حکم یا واقعہ عام مین کچھ استثنا کرنا منظور تھا وہ
آیت مین ہی مستثنیٰ کر دیا۔ اگرچہ اُن حکمونمین لفظ کل نہ تھا مگر مضمون سے حکم عام معلوم ہوتا ہے۔

اب ایسی آیت لکھتا ہون کہ جسمین حکم عام لفظ کل کے ساتھ ہی پھر بھی اُسمین استثنا نہین کیا گیا وہ آیت یہ ہی وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ پ۵ رکوع ۲ ترجمہ ہمنے کل آدمیون کے وارث مقرر کردیے ہین اُنمین سے جنکو ماں باپ یا قریب کے رشتہ دار چھوڑکر فوت ہوتے ہین اگر حضرت ابوبکر کی بیان کی ہوئی حدیث صحیح ہوتی تو اس آیت مین خدا ضرور فرماتا کہ سب آدمیونکے وارث ہمنے مقرر کیے ہین مگر نبیون کا کوئی وارث نہین ہوتا جس سے خوب واضح ہی کہ یہ بیان حضرت ابوبکر کا بالکل جھوٹا ہے اب اس آیت کو دیکھو وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ترجمہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون جو خدا پر افترا کرے (یا خدا کے رسول پر کیونکہ رسول کا قول بجنسہ خدا کا قول ہوتا ہی) یہ مضمون علاوہ اُن دلائل کی ہی جو قرآن مجید کی اُن آیات سے ثابت ہوتا ہی کہ انبیا کو وارث ہوتے رہے ہین۔ یہ حدیث بنانے مین حضرت ابوبکر سے غلطی ہوگئی اگر یہ فرمادیتے کہ صرف خاتم النبیین کا کوئی وارث نہین ہے تو شاید چل بھی جاتی اگرچہ حدیث لَا نُوْرَثُ آیت مندرجہ بالا کے تب بھی مخالف ہوتی مگر انہون نے تمام انبیار کا وارث نہ ہونا کہکر قرآن مجید کو اپنا مخالف بنا لیا کیونکہ قرآن مین ہے وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُدَ پ۱۹ رکوع ۷ ترجمہ حضرت داؤد کے سلیمان وارث ہوئے۔ اگر کوئی کہے کہ علم و حکمت کے وارث ہوئے مالی وارث نہین ہوئے تو یہ قول غلط ہی کیونکہ آیت ذیل ثابت کرتی ہے کہ حضرت سلیمان کو علم و حکمت حضرت داؤد کی زندگی مین حاصل تھے بلکہ داؤد سے ایک خاص بات مین فہم زیادہ رکھتے تھے آیت پ۱۷ رکوع ۶ وَدَاوُدَ وَسُلَیْمَانَ اِذْ یَحْکُمَانِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شَاهِدِیْنَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَیْمَانَ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا ترجمہ یاد کرو اُس وقت کو جبکہ داؤد و سلیمان ایک کھیت کا اس معاملہ مین فیصلہ کر رہے تھے کہ اُس کھیت مین ایک گروہ کی بکریان چر گئی تھین اور اور کھیت کو نقصان پہنچا تھا اور ہم اُنکے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے اور ہمنے اُسکا فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا حالانکہ حکمت اور علم ہمنے دونونکو عطا کیا تھا جس سے ثابت ہوا کہ علم اور حکمت بلکہ فہم حضرت سلیمان کو حیات حضرت داؤد مین حاصل تھا تو پھر وَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُدَ سے سوائے مالی ورثہ کے اور کچھ مراد نہین ہوسکتی کیونکہ ورثہ بعد کو ہی ہوا کرتا ہے اور حدیث بیان کردہ خلافت مآب حضرت ابوبکر قطعی جھوٹی ہے۔

نماز میں ہاتھ کھولنے یا باندھنے کی تحقیق

ایک دوست نے یہ خواہش کی کہ قرآن کی کوئی آیت ایسی بتلائے جسمین ہاتھ کھولکر نماز پڑہنے کا حکم ہو لہذا حسب ذیل عرض کرتا ہوں۔ قرآن مین کوئی آیت نماز مین ہاتھ باندہنے کے متعلق تو یقیناً نہین ہے۔ اب قرآن مجید کی آیات ذیل سے خود ظاہر ہوجائیگا کہ ہاتھ کہولنے کا ہی حکم ہے۔ قرآن مین حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ یعنی نماز (علاوہ صورت مجبوری کی کہڑے ہوکر پڑہا کرو یعنی کہڑا ہونا ایک رکن نماز ہے) جس سے ظاہر ہے کہ معمولی صورت سے کہڑے ہوجایا کرو اور ہاتہہ باندہنے کی تخصیص ہوتی تو بیان کردی جاتی۔ پہر نماز مین علاوہ معمولی صورت سے کہڑے ہونیکی ایک تخصیص منظور ہوئی تو حکم ہوا کہ قوموا للہ قانتین یعنی قیام ہی کیوقت نماز مین ہاتہہ بلند کرکے قنوت پڑہا کرو جسپر جناب خلافت مآب حضرت عمر بھی عامل تھے دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۹۴ سطر ۵ و ۶ ابوبکر عن ابی عثمان کان عمر یقنت بنا بعد الرکوع و یرفع یدیہ حتی یبدو ضبعاہ و یسمع صوتہ من وراء المسجد ترجمہ ابوبکر راوی نے ابوعثمان سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر ہماری ساتھہ قنوت پڑہتے تھے بعد رکوع کے اور ہاتہونکو اسقدر بلند کرتے تھے کہ انکی بغلیں ظاہر ہوجاتی تہیں اور مسجد کے پیچھے سے انکی آواز سنائی دیتی تھی۔ پہر ایک اور تخصیص منظور ہوئی حکم ہوا کہ سجدہ کیا کرو۔ اب ملاحظہ کیجئے کہ جو جو تخصیص منظور تہین اُن سب کا حکم دیدیا مگر ہاتہہ باندہنا چونکہ معمولی طور پر ہاتہہ کہولکر کہڑے ہونیکی نسبت ضرور ایک صورت تخصیصی ہی ضرور تہا کہ بالخصوص ہاتہہ باندہنے کا حکم ہوتا جیسا کہ اور تخصیصونکا حکم دیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ معمولی کہڑے ہونیکا (دست کشادہ) حکم ہے اور کہڑے ہونیمین کوئی تخصیصی حکم ہاتہہ باندہنیکا نہین ہے پس جب کوئی تخصیصی حکم ہاتہہ باندہنے کا (مثل دیگر تخصیصہائے مذکورہ بالا کے) نہین ہے تو معمولی دست کشادہ کا حکم ثابت ہوا اور شاہ ولی اللہ صاحب مصنف ازالۃ الخفا نے کتاب مذکور مین مقصد دوم میں ایک رسالہ عملیات فقہ خلیفہ دوم صاحب کا درج کیا ہے اُسمین باب طریقۃ الصلوٰۃ جناب موصوف (خلیفہ دوم) کی بہت سے عمل تحریر کئے ہیں مگر کہین یہ تحریر نہین کیا کہ حضرت عمر ہاتہہ باندہ کر نماز پڑہا کرتے تھے اگر کسی راوی کی ہاتھ باندہ کر نماز پڑہنے کی روایت حضرت عمر کی نسبت ہوتی تو ضرور درج ازالۃ الخفا کرتے اس سے یقیناً معلوم ہوا کہ جناب موصوف دست کشادہ جسطرح رسول اللہ کو دیکہا تہا نماز پڑہتے تھے یہ اسوجہ سے تحریر کیا ہے

کہ آئندہ ظاہر ہوگا کہ سنہ ٦٠ ہجری تک مدینہ طیبہ مین نماز دست کشادہ پڑہی جاتی تھی (ایک اور طریق استدلال)
یہ امر مسلم ہے کہ ائمہ اہلبیت نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ہاتہہ کہولکر نماز پڑہتے تھے اور اہل سنت کہتے ہین کہ ہم کو
صحابہ کی زبانی راویون اور خصوصاً امام ابو حنیفہ صاحب نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ہاتہہ باندہکر نماز پڑہا کرتے
تھے ان دونون مین سے ایک نے ضرور صحیح نہین کہا اور اس کہنے سے رسول اللہ کی تعلیم کو مٹایا ہے۔
حسن ظن تو یہ ہے کہ شاید اہلبیت رسالت نے اپنے نانا کی تعلیم کو نہ مٹایا ہو مگر یہ امر یقینی نہین ہے اب یقین کی صورت دیکھو
فرض کرو کہ مین تم چار شخص پر کسی عدالت مین کسی قدر روپیہ کی بابت دعوی کرون اور تم چار مین سے ایک شخص
میرے دعوی کا اقبال کرے کہ ہان تمہارے روپے واجبی ہین تو اگرچہ تین شخص انکار کرین مگر اہل انصاف کے نزدیک
میرا دعوی زبردست اور یقیناً صحیح سمجہا جائیگا۔ اب دیکھئے کہ اہلبیت خبر دیتے ہین کہ رسول اللہ ہاتہہ کہولکر
نماز پڑہتے تھے اور چار امام اہلسنت مین سے ایک یعنی امام مالک بھی یہی حکم دیتے ہین کہ نماز دست کشادہ
پڑہنی چاہئے۔ تو جب مدعی (اہلبیت) اور ایک مدعا علیہ (امام مالک) کا اتفاق ہوگیا تو (پہلے تو قول
اہلبیت کی نسبت حسن ظن تہا) اب یقیناً ثابت ہوا کہ ائمہ اہلبیت سچ فرماتے ہین کیونکہ ایک مخالف بھی
اُنکی صحت کی شہادت دیتا ہے اور اُنہین کے مطابق حکم بھی دیتا ہے پس کسیطرح شک نہین ہوسکتا کہ
ائمہ اہلبیت کا قول نسبت ہاتہہ کہولنے کے بالکل اور یقیناً صحیح ہے۔ ایک اور استدلال از روئے تاریخ۔
یہ واقعہ مسلمہ ہے کہ جنگ صفین (درمیان جناب امیر و معاویہ جو سنہ ٣٦ ہجری مین ہوئی) کے وقت حضرت
ابو ہریرہ صحابی نماز حضرت علیؑ کے ساتہہ پڑہتے تھے اور کہانا امیر معاویہ کیساتہہ کہاتے تھے جب کسی نے
اس عمل پر اعتراض کیا تو کہا نماز حضرت علیؑ کے پیچھے اچھی ہوتی ہے اور کہانا امیر معاویہ کے پاس اچھا ہوتا ہے
اعتراض کرنے والے نے یہ نہیں کہا کہ آپ کبھی دست کشادہ اور کبھی دست بستہ پڑہتے تھے۔ اس سے
علانیہ ظاہر ہے کہ اسوقت تک فریقین کی نماز ایک ہی طرح کی تھی اسکے بعد سنہ ٦٠ھ کی آخر مین جب امام حسینؑ
کوفہ کو جارہے تھے تو حُر نے معہ اُسکے لشکر کے امام حسینؑ کے پیچھے نماز پڑہی۔ باوجودیکہ حُر اور اُسکا لشکر امام
حسین کو مدینہ کو واپس ہونے سے روکنے اور مقابلہ کے لئے آیا تہا۔ اسی سے بھی ثابت ہوا کہ اسوقت تک
بھی نماز مین ہاتہہ کہولنے اور ہاتہہ باندہنے کا فرق نہ ہوا تہا۔ باوجودیکہ فریقین مین نوبت کشت و خون کی آگئی
تھی جس سے ظاہر ہے کہ معاویہ وغیرہ سلاطین بنی اُمیہ جو شرع محمدی کو مٹانا چاہتے تھے ابھی تک اُن کو ایسی جرأت

ہوئی تھی کہ نماز (جو اسلام کا رکن اعظم ہی) مین ایسی علانیہ ترمیم کرسکتے - اب ملاحظہ کیجئے مولوی شبلی
صاحب نعمانی کی سیرۃ النعمان (سوانحعمری امام ابوحنیفہ) جسمین تحریر ہی کہ امام ابوحنیفہ صاحب سنہ ۱۰۲ھ
مین مدینہ منورہ آئے تھے - اُسوقت مدینہ مین امام مالک کا فتویٰ جاری تہا (دست کشادہ نماز ہوتی تھی) یہ بھی
لکھاہی کہ چونکہ امام مالک صحابی زادہ تھے (انس بن مالک صحابی کے بیٹے تھے) اُنکے ہوتے ہوئے ابوحنیفہ کا فتویٰ
مدینہ مین نہ چل سکتا تہا یعنی دست بستہ نماز پڑہنے کا حکم - ایک یہ امر بھی مولوی شبلی صاحب نے اُسی صفحہ مین
لکھاہی کہ امام مالک نے سات فقہائے مدینہ کے فتوے جمع کرلئے تھے اُنہین کے موافق وہ فتویٰ دیتے تھے (ان
سات فقیہون مین سے سنہ ۱۰۲ ہجری مین دو زندہ تھے پانچ فوت ہوچکے تھے) سات فقیہون کے فتوے جمع
کرنے سے اور دست کشادہ نماز کا حکم دینے سے ثابت ہوا کہ امام مالک سے پہلے سات فقہاء مدینہ کا بھی
دست کشادہ نماز کا فتویٰ تہا اُن سات فقہاء کے فتوی کی ضرورت بھی نہ تھی بلکہ اہل مدینہ نسلاً بعد نسل صحابہ
و تابعین کو دست کشادہ نماز پڑہتے دیکھتے چلے آتے تھے لہذا ہاتہ کہولکر نماز پڑہتے تھے - اب ایک اور بات پر
غور کرنا چاہئے کہ ہر مسلمان کو یہ تو یقین ہوگا کہ امام حسینؑ تو ضرور اسی طرح نماز پڑہتے ہونگے جیسے اُنکے نانا
رسولخداؐ پڑہتے تھے اور امام حسینؑ سنہ ۶۱ھ کے دس روز گذری تھے کہ کربلا مین شہید کئے گئے - آئندہ چلئے کیا
آپ قیاس کرسکتے ہین کہ امام زین العابدین (فرزند و نائب حسین) نے جنہون نے سنہ ۹۵ ہجری مین انتقال
فرمایا کیا اپنے باپ کی طریق کی نماز ترک کردی ہوگی جو ہرگز ممکن نہین - اب فرض کرو کہ رسول اللہؐ اور حضرت
علیؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ ہاتہ باندہ کر نماز پڑہتے تھے اور یہ بات تمام اہل مدینہ نے
سنہ ۹۵ھ (سال وفات امام زین العابدینؑ) تک دیکھی تھی تو کیا ممکن ہوسکتا ہی کہ سنہ ۱۰۲ھ مین (جو سنہ ۹۵ھ سال وفات
امام زین العابدینؑ سے صرف سات برس بعد ہی) اہل مدینہ نے امام مالک کی حکم کی مطابق ہاتہ کہولکر نماز پڑہنی
شروع کردی ہو جو ہرگز ممکن نہین - کیا اہل مدینہ یہ نہ کہہ سکتے تہو کہ ہمنے ابھی ابھی خاندان رسالت کو ہاتہ باندہ کر نماز
پڑہتے دیکھا ہی تم ہاتہ کہولنے کا حکم کیسے دیتے ہو وہ (اہل مدینہ) ضرور کہتے - اصل بات یہ ہی کہ رسول اللہؐ اور
صحابہ (معہ حضرت عمر جنکی نسبت مؤلف ازالۃ الخفاء نے طریقہ نماز مین بکثرت روایات تحریر فرمائین مگر اُن کو کوئی
ایسی روایت نہ ملی جسمین حضرت عمر کے ہاتھ باندہ کر نماز پڑہنے کا ذکر ہوتا بلکہ دست کشادہ نماز کا ذکر ہی - جو صریح ہی کہ
وہ بھی دست کشادہ پڑہتے تھے اور تابعین اور خاندان رسالت کو اہل مدینہ دیکھتے چلے آئے تھے کہ دست کشادہ

نماز پڑہتے چلے آتے ہین وہی حکم سات فقہون نے (جنکے فتوی بقول مولوی شبلی امام مالک نے جمع کرلئے تھی) اور وہی حکم امام مالک نے جاری رکھا - اب ہم مدینہ طیبہ اور اُسکے قرب جوار سے باہر کا حال (مثل کوفہ وغیرہ) اُسکی اصلیت یہ ہے کہ جب سلاطین مروانی عبدالملک و پسران عبدالملک کا کامل غلبہ ہوگیا اور کسی کو اُنکی مخالف زبان ہلانے کی مجال نہ رہی تو جو حکم چاہا معرفت امام ابوحنیفہ صاحب کے جاری کرادیا اور کسی کو مجال نہتھی جو اعتراض کرسکتا اس لئے کہ اُنکی احکام پر جو شخص اعتراض کرے قتل کیا جائے منجملہ اُنہین کے ہے کہ نماز مین ہاتھ باندہنے کا حکم جاری کرادیا چنانچہ جو حدیث اہلسنت ہاتھ باندہنے کی بابت رکھتے ہین اُسکے الفاظ ہی ایسے ہین کہ اُمِرنا کہ ہم حکم دیئے گئے کہ دہنا ہاتھ بائین ہاتھ پر رکھو جسمین یہ ذکر نہین ہے کہ رسول اللہؐ نے حکم دیا بلکہ صرف یہ ہی کہ ہم کو حکم دیا گیا جو صاف ظاہر کررہا ہے کہ سلاطین مروانی کیجانب سے یہ حکم دیا گیا تہا - رہا وہ مقولہ اہل سنت کہ رسول اللہ کے زمانہ مین بعض صحابہ نماز مین اپنی آستینو نمین بت رکھ لیا کرتے تھے اس لئے حکم ہوا کہ ہاتھ کہولدو - اس مقولہ کو سنکر ہر ذی عقل قہقہ لگائیگا کیونکہ اگر بت ہی گروانے منظور تھے تو اسکے لئے ہاتھ کہولنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ جب وہ رکوع کرتے ہونگے یا سجدہ کرتے ہونگے تو ہر بار بت گرسکتے تھے - اور افسوس ہے کہ اس روایت کے بنانیوالے کو یہ خیال نہ رہا کہ بعض صحابہ (حالانکہ کل صحابہ کی پیروی کا حکم ہے جو موجب ہدایت کہی جاتی ہے) منافق اور بت پرست ثابت ہوگئے اور اگر بفرض محال مان لیا جاوے کہ اول ہاتھ باندہنے کا حکم تہا (جسکا قرآن مجید مین کہین پتہ نہین) اور پہر ہاتھ کہولنے کا حکم ہوگیا تو تعجب کا مقام ہے کہ تمام صحابہ ساکنان مدینہ اور تابعین اور خاندان رسالت اور سات فقہائے مدینہ اور امام مالک سنہ ۱۰۲ ہجری تک دست کشادہ نماز پڑہتے رہے اور یہ خیال نہ کیا کہ ہاتھ کہولنے کا حکم تو ایک خاص وقت کے لئے تہا اُسپر کیون عامل رہے اور امام ابوحنیفہ صاحب کو باوجود ساکن مدینہ اور صحابی زادہ نہ ہونیکے اصلی اور پہلا حکم معلوم ہوگیا - جسکو اُنہون نے جاری کیا یہ بالکل لغو بات ہے جو کسی کی عقل باور نہین کرسکتی صحیح وہی ہے جو اہل مدینہ سنہ ۱۰۲ھ تک کرتے رہے اور جب سلاطین مروانیہ کا غلبہ کامل ہوگیا تو وہ بھی بعد کو حکم حاکم جابر کے سامنے مجبور ہوگئے مگر پہر بھی اکثر اہل مدینہ باوجود اہلسنت وجماعت ہونیکے ہاتھ کہولکر نماز پڑہ جاتے ہین اور یہ عمل اہل مدینہ کا خود راقم (سید حمزہ علی) بروقت زیارت مدینہ منورہ سنہ ۱۹۰۷ء مین دیکھ آیا ہے دعا ہے کہ اس مضمون سے مسلمانونکو رسول اللہ کی مطابق نماز پڑہنے کی توفیق عطا کرے - فقط راقم سید حمزہ علی عفی عنہ

تمت

مورخہ ۱۸ ماہ ذالحجہ سنہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء

(افسر کاتب)

اطلاع

اے حیات جاودانی کے خواستگارو! اور اے نجات روحانی کے امیدوارو! انکو مژدہ ہو کہ کتاب مستطاب تصدیق الاسلام المعروف بہ عین الیقین جسکا ایک عرصہ سے طالبان تحقیق کو انتظار اور اشتیاق تہا اور جسکی طبع و اشاعت مین کئی سال سے طرح طرح کی رکاوٹین پیدا ہوتی رہین، خداوند کریم کے فضل و کرم سے طبع ہو کر شائع ہو گئی جسکے معہ ٹائٹل پیج ۳۱۲ صفحہ ہین اور اسکی قیمت صرف عہ علاوہ محصولڈاک قرار دیگئی ہے جو اصلی لاگت کو پورا کر سکتی ہے جن حضرات کو ضرورت ہو اس ناچیز سے بذریعہ وی پی طلب فرمائین۔

المشتہر حکیم سید غلام امام۔ محلہ لکڑہ امروہہ ضلع مراد آباد (یوپی) ولد سید حمزہ علی مصنف حق کی کسوٹی

ایک اور خوشخبری

جو اہل حق اور متلاشیان حقانیت کے لئے نہایت مسرت افزا ہے وہ یہ ہے کہ رسالہ حق کی کسوٹی جو ایک ہزار کی تعداد مین چہپوا کر مفت تقسیم کیا گیا تہا اور جسکی دلنشین تحقیقات کی برکت سے ملک مین بہت سے حق پسند مسلمانون کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہوئی اُسکے نیک اور سراسر مفید اثر کو مٹانیکے وہم مین ایک ناعاقبت اندیش شخص نے کسوٹی کی کسوٹی کے نام سے ایک مہمل رسالہ لکھ مارا۔ جناب حکیم سید حمزہ علی صاحب قبلہ دام ظلہ نے اس دشمن انصاف کے مکر و فریب سے حضرات اہل سنت کو آگاہ کرنیکے لئے اُسکا محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے جسمین خود مُحشی کے مسلمات مذہب سے اُسکے ہر ایک قول کا مردود ہونا اور اُن تمام الزامات کا جو اُسنے مذہب حقہ پر لگائے ہین ایسے زبردست اور ناقابل انکار دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالف کو کسی گفتگو کی گنجائش باقی نہین رہی کیونکہ حدیث مسلمہ فریقین سے جنکی تصدیق قرآن کرتا ہے یہ رسالہ بہمہ وجوہ مکمل ہے مگر سر دست اُسکی چہپائی کی صرف یہ صورت ہے کہ تصدیق الاسلام فروخت ہو جائے اسکے فروخت ہوتے ہی یہ کتاب تیار کرا کر ناظرین کیخدمت مین پیش کیجاویگی۔ حکیم السید غلام امام غفر اللہ لہٗ